اسلام اور فرقہ پرستی

رانا صابر نظامی

ادارہ تفہیم الاسلام
قذافی مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

27493

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ———— اسلام اور فرقہ پرستی
نام مصنف ———— رانا صابر نظامی
طبع اول ———— مارچ سنہ ۱۹۸۵ء
ناشر ———— ادارہ تفہیم الاسلام - لاہور
مطبع ———— مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور
کتابت ———— عاشق حسین بھٹی
قیمت ———— ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

۱ - ادارہ ترجمان القرآن دربار مارکیٹ - لاہور
۲ - مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار - لاہور
۳ - فیروز سنز - قائد اعظم روڈ - لاہور
۴ - اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
۵ - اسلامی اکادمی - اردو بازار - لاہور
مسجد شہداء بک سٹال ریگل چوک - لاہور
درسی بک ڈپو (رجسٹرڈ) چوک بھاٹی گیٹ لاہور

DATA EN...

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام عنوانات	صفحہ
۱ -	دیباچہ	۵
۲ -	عرب کے مشرکوں کے اسلامی کام	۸
۳ -	کافروں کے مشرکانہ اعمال	۹
۴ -	یہودیوں میں فرقہ پرستی	۱۱
۵ -	عیسائیوں میں فرقہ پرستی	۲۰
۶ -	اسلام ہی دین ہے	۳۵
۷ -	فرقہ پرستی کی مذمت	۴۰
۸ -	فرقہ پرستی کا انجام	۵۰
۹ -	مسلم امت کا زوال	۵۶
۱۰ -	اسلام آسان طریقہ کی راہنمائی کرتا ہے	۶۲
۱۱ -	نماز کے اوقات	۶۳
۱۲ -	نماز اور سورہ فاتحہ	۶۵
۱۳ -	تیمم اور اس کا طریقہ	۷۰
۱۴ -	پست اور جہری آمین	۷۱
۱۵ -	رکوع میں رکعت کی حیثیت	۷۲
۱۶ -	نماز میں ہاتھ باندھنا	۷۵
۱۷ -	جرابوں پر مسح	۷۶

نمبر شمار	نام عنوانات	صفحہ
۱۸	ننگے سر اور داڑھی منڈوا کر نماز کا بیان	۷۸
۱۹	رفع یدین کی حیثیت	۸۰
۲۰	جوتوں سمیت نماز جائز ہے	۸۱
۲۱	صف بندی اور ٹخنہ	۸۴
۲۲	سفر اور قصر نماز	۸۷
۲۳	وتر اور تراویح کا بیان	۸۹
۲۴	داڑھی مون کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے	۹۳
۲۵	خطبہ جمعہ میں عام تقریر کی پوزیشن	۹۷
۲۶	نماز کے وقت ٹخنہ کے نیچے کپڑے کا بیان	۹۹
۲۷	نماز عیدین	۱۰۱
۲۸	اسلامی پردہ	۱۰۲
۲۹	نکاح سے پہلے عورت کا دیدار	۱۰۵
۳۰	جھاڑ پھونک اور دم کی حیثیت	۱۰۷
۳۱	جھاڑ پھونک ذریعہ کاروبار نہیں	۱۰۸
۳۲	انگریزی حجامت جائز ہے	۱۱۱
۳۳	جب جھوٹ قابل ثواب ہے	۱۱۳
۳۴	بالوں کی صفائی	۱۱۵
۳۵	ایک جرم پر مختلف سزائیں	۱۱۶
۳۶	حرام و حلال کی پابندی	۱۱۸
۳۷	نماز تراویح فرض نہیں	۱۲۰
۳۸	کیا بالغ عورت اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے؟	۱۲۱
۳۹	قطبین میں نماز و روزہ کی حیثیت	۱۲۸

دیباچہ

اسلامی نظام کی آمد زمین پر اسی وقت ہوگئی تھی جب اللہ نے اس کائنات میں سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے رسول حضرت آدم کو پیدا کیا تھا اور پھر اپنی حکمت عملی سے حضرت حوا کو ان کا جوڑا بنایا۔ انہیں کچھ عرصہ تک جنتِ ارضی میں رکھا گیا اور پھر منصوبہ کے مطابق زمین پر بھیج دیا۔ یہاں ایک خاندان کی حیثیت سے رہائش اختیار کر لی گئی۔ ان کے چلے جانے کے بعد جب حضرت آدم کی نسل میں کچھ شر پسند انسانوں نے حضرت آدم پر اُترا اسلام سے بغاوت کی مخالفت کو اپنا نظریۂ زندگی بنایا۔ اسلام کے اصولوں اور حکموں سے انحراف برتا جانے لگا۔ فرقہ پرستی نے زور پکڑ لیا۔ اپنے خود ساختہ احکام کو اسلام بتایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر اسلام نازل فرمایا۔ وہ اسلام جس کو جاہل انسان بھول چکا تھا اس کا ایک ایک لفظ تازہ کیا مگر فرقہ پرست قوم نے انسانوں کے بنائے ہوئے احکام کو نہ چھوڑا۔ آخر کار اللہ نے قوم نوح کو اس کے مشرکانہ اور ظالمانہ کرتوتوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا۔ ان کے بعد جو مسلمان باقی بچے ان میں اسلام کے منافق اور مشرک پیدا ہو گئے۔ اسلام کے سیاسی اور اقتصادی وراثتی اور حرام و حلال کے نظام میں

میں ردوبدل کر لیا۔ مسلمان بہت سے فرقوں میں بٹ گئے جو لوگ بھی خود ساختہ فرقہ پرستی میں مبتلا ہوئے۔ انہوں نے اصل اسلام کو چھوڑ دیا۔ اللہ نے معاف نہ کیا۔ دنیا میں ہی عذاب مسلط کر دیا۔ فرقہ پرستی اور مشرکانہ حرکات کا دور دورہ رہا۔ حضرت ابراہیم کے دور میں لوگ برائے نام مسلمان رہ گئے۔ سابقہ انبیاء کا احترام باقی تھا۔ لیکن اسلامی احکام کو نظر انداز کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حضرت نوحؑ والا دینِ اسلام نازل کیا۔ لیکن اکثریت نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے اسے تباہ کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے بعد مسلمانوں نے فرقہ پرستی پیدا کر لی۔ لوگ اپنے ہی لیڈروں کے خود ساختہ قوانین کو خدا کے قوانین سمجھنے لگے آخر انہیں تباہ کر دیا گیا۔ پھر مسلمان کہلانے والی بگڑی ہوئی بنی اسرائیل قوم اور شاہ فرعون کی قبطی قوم کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی سابقہ دین اسلام دے کر بھیجا گیا تاکہ اصل اور نقل میں فرق سمجھ کر لوگ اصل اسلام کی طرف لوٹ آئیں مگر ایک مختصر تعداد کے سوا کسی نے اصل اسلام قبول نہ کیا۔ اپنے حاکموں اور عالموں کے خود ساختہ اسلام میں پڑ کر فرقہ پرست ہو گئے۔ ان کے بگاڑ کو دور کرنے اور پھر اصل اسلام پیش کرنے کے لئے اللہ نے حضرت عیسیٰ مسیح کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اصل اسلام سمجھانے کی کوشش کی مگر قوم کی اکثریت نے آپ کی انقلابی دعوت مسترد کر دی۔ بگڑ ظالم قوم اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ چار پانچ سو سال کے بعد جب حضرت عیسیٰ مسیح کے مسلمانوں میں فرقہ بندی نے گھر کر لیا اور لوگوں نے اپنے لیڈروں کے خود ساختہ اسلام کو قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری

رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے مشہور شہر مکہ میں پیدا کیا چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپؐ نے وہی دین جو حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰ مسیح پر نازل کیا گیا تھا آپؐ نے اولین فرصت میں عرب کے حنفیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی اصلاح کیلئے رات دن کام کیا فرقہ بندی پر کاری ضرب لگائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی آپؐ نے اپنے کاتبوں کے ذریعہ اسلام کی اصل کتاب قرآن کو لکھوایا جس میں کوئی ردّ و بدل نہیں۔

آپؐ کے بعد آنے والے علماء نے آپ کی حدیثوں کو محفوظ کرنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں محفوظ کر لی گئیں ایک خاص تعداد میں ملاوٹ ہے جسے اصل معیار قرآن کو پیش نظر رکھ کر دُور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ خواہشاتِ نفس کے بعض بندوں نے اصل اسلام کی موجودگی میں سینکڑوں فرقے بنا لئے۔ ہر فرقہ میں صالحین کا ایک ایک گروہ موجود ہے اور ہر فرقہ میں تھوڑے بہت بگڑے ہوئے اور اسلامی اصولوں سے منحرف لوگ بھی ہیں) بہرحال پیش نظر کتاب میں نشاندہی کی گئی ہے کہ فرقہ پرستی ایک لعنت ہے جس سے چھٹکارا پانا ہر مسلم فرد کا ذاتی حق ہے اور اس حق کی تلاش ضروری ہے۔

پیش نظر کتاب جذبۂ صادق کے تحت لکھی گئی ہے خواہ مخواہ کسی کے خلاف کیچڑ اچھالنا مقصود نہیں ہے انسان خطا کا پتلا ہے اگر کہیں صراطِ مستقیم سے ہٹ کر کچھ لکھا گیا ہے تو راہنمائی فرمائی جائے۔ اگلے ایڈیشن میں درستی کر دی جائے گی۔

رانا صابر نظامی

یکم مارچ ۱۹۹۵ء

Marfat.com

عرب کے مشرکوں کے اسلامی کام

۱- عرب کے مشرکین کے اعمال جو حضرت ابراہیمؑ کے اسلام کے مطابق تھے لیکن ان کے ساتھ ساتھ شرک کو بھی دل وجان سے پسند کرتے تھے۔ ہمیشہ حج اور عمرہ کرتے تھے۔
(احادیث)

۲- حضرت ابوبکرؓ نے ابوذرؓ سے پوچھا کہ شرک کی حالت میں تمہاری کوئی عبادت بھی تھی۔ تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں کڑکتی دھوپ میں بھی نماز پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضورؐ نے اپنے صحابیوں کو کہا کہ تم آفتاب کے طلوع کے وقت نماز نہ پڑھا کرو یہ وقت مشرکوں اور کافروں کی نماز کا ہوتا ہے۔
(نسائی)

۳- مشرکین عرب اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں ایک حصہ اللہ کیلئے (بمد زکوٰۃ) قائم کرتے تھے اور ایک حصہ اپنے شریکوں کے لیے مخصوص کرتے تھے
(انعام)

۴- عرب کے مشرکین حضرت ابراہیمؑ کی سنت کے مطابق عقیقہ اعتکاف ختنہ زیرناف بال کی صفائی اور جنابت کا غسل بھی کرتے تھے۔
(نسائی - مستدرک)

۵- قرآن کے مطابق حاجیوں کو ستو اور پانی پلایا کرتے تھے۔

۶- وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ حنیف کی نسبت سے حنفی یا حنفا کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔
(احادیث)

۷- قرآن کے مطابق ہماری مشکل کاموں یعنی اپنے بزرگوں کے بتوں سے پوری

طرح مایوس ہونے کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور دعائیں کرتے تھے۔

۸- جانوروں اور انسانی رشتوں کے حلال و حرام کا بھی ایک تصور پایا جاتا تھا لیکن ان میں ملاوٹ بہت تھی وہ خدا کی ذات اور صفات میں خدا کے اختیارات اور حقوق میں دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے

کافروں کے مشرکانہ اعمال

۱- نمازوں اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں اپنی خواہش نفس کی پابندی کی جی چاہا تو کوئی کام کر لیا اور نہ چاہا تو چھوڑ دیا۔

۲- قیامت کے آنے اور انسانوں کے دوبارہ پیدا ہونے میں شک و شبہ پیدا ہو گیا۔

۳- وفات یافتہ انبیاء اور بزرگوں کے بتوں کو خدا کی صفات کے مقابلہ پر مختار اور نافع، ضار اور سمیع، علیم اور حکیم بصیر اور قدیر فرض کر کے ان کو اپنی حاجات اور مشکلات میں پکارنا شروع کر دیا۔

۴- شراب اور سود کے کاروبار میں بہت بڑی کثرت مبتلا ہو گئی۔

۵- جنوں اور فرشتوں کو بھی معبود اور رب اور وسیع اختیارات کا مختار مانا۔

۶- اپنے سرداروں کے احکام اور فیصلوں کو اس طرح ماننے لگے جیسے خدا کی طرف سے ہیں۔ حالانکہ وہ ابراہیمؑ حنیف کے اسلام کے خلاف تھے۔ حضرت ابراہیم نے ہمیشہ بزرگوں کے بتوں اور بت پرستی کو توڑا مگر ان کے ماننے والوں نے کثرت سے خدا کی صفات اور اختیارات کا مالک بنا کر عبادت شروع کر دی

۷- اپنے نام نہاد لیڈروں اور راہنماؤں کی بات کو اس حد تک قبول کر لیا کہ ان کی حلال یا حرام کردہ چیزوں کو تحقیق اور دلیل کے بغیر ہی مان لیا۔ سب کے ان مشرکوں کی کثیر تعداد زنا جیسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے تھی۔

۸- مشرکوں نے سرداروں اور حاکموں کے قانون فوجداری اور دیوانی مانی

اور عائلی نظام وراثت اور انسانی رشتوں کے سب معاملات کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ حنیف کے احکام کو چھوڑ دیا۔ اپنے بنائے ہوئے انسانی قوانین کو حضرت ابراہیمؑ حنیف کا دین تصور کیا جانے لگا۔

۹۔ خدا کے سوا بزرگوں کے بتوں اور ان کی قبروں کے نام جانور ذبح کرنے لگے اور نذریں چڑھانے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ حنیف اور حضرت اسماعیلؑ کی تصویروں کی سب سے زیادہ اہمیت تھی جس خانہ کعبہ کو اللہ کے نبی نے خدائی احکام کی تعمیل کے لئے بنایا تھا۔ اس میں بزرگوں کے تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے۔

۱۰۔ لڑکیوں کا قتل ناحق محض اس وجہ سے کیا جاتے لگا کہ کوئی آدمی ہمارا داماد نہ ہو یا ہم ان کو روٹی نہیں کھلا سکتے۔ رزق کے وسائل کم ہیں۔

۱۱۔ عام قتل و غارت ان کا شیوہ تھا۔ لوٹ کھسوٹ اور ڈاکہ زنی ان کا شغل تھا۔ اسلام چونکہ اللہ تعالٰے کے خالص احکام کی پابندی اور تعمیل کا نام ہے۔ اور وہ وہی کام چاہتا ہے جس کا اس نے حکم دیا ہو۔ ملاوٹ اور شرک کو ہرگز پسند نہیں کرتا

۱۲۔ سرداروں اور حاکموں نے معاشرتی اور انسانی جرائم پر اسلامی سزاؤں کو بدل لیا تھا۔ قانونِ وراثت کو ختم کر دیا جانوروں اور رشتوں کے حلال و حرام کی تمیز سے لاپرواہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے اسلام کے قوانین کو محو کر دیا۔ گویا بہت سے اسلامی قوانین کی جگہ انسانی مسائل کے لئے اپنے قوانین تیار کر لئے۔

یہودیوں میں فرقہ پرستی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ تم اللہ کے حکموں کے سوا کسی کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ اپنے ماں باپ رشتہ داروں یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرو۔ لوگوں کو دعوت دین کی تلقین کرو۔ تم پر فرض ہے کہ نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو لیکن چند لوگوں کے سوا تم سب نے ان کاموں کو چھوڑ دیا۔ پھر ہم نے تم سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ قتل وغارت کا بازار گرم نہ کریں۔ لوگوں کو اپنے وطن سے نہ نکالیں تم نے اقرار بھی کر لیا تھا۔ تم گواہ بھی ہو گئے تھے لیکن اس اقرار کے باوجود تم اپنے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہو اور بعض اپنے لوگوں پر گناہ ظلم اور زیادتی کے ساتھ چڑھائی کر کے ان کو اپنے وطن سے نکال دیتے ہو اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو ان کو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ (البقرہ)

اگر تم وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی ویسا ہی سلوک کریں گے۔ ہم نے جہنم کو مشرکوں اور کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

(بنی اسرائیل ۴ تا ۸)

(ظالم بنی اسرائیل) بولے کہ اے موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں (کنعان) ہیں ہم نہیں جا سکتے۔ تم اور تمہارا (خدا) جاؤ اور جنگ کرو۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ (جب فتح پا لو گے تو ہم آ جائیں گے)

(المائدہ ۔ ۲۴)

بنی اسرائیل کے بعض عالموں اور پیروں نے اپنے آپ کو خدا کے بیٹے منسوب کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس بہانے سے دعوے کر کے لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے لوٹتے تھے۔ حتیٰ کہ جنت کے ٹکٹ کی الاٹمنٹ کرنے لگے۔ تورات کو نظر انداز کر کے اس کے خلاف اپنے خود ساختہ احکام کو خدا کے احکام کی حیثیت سے پیش کرنے لگے۔

اللہ تعالےٰ نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فتنہ فساد پیدا کرو گے۔ بہت زیادہ بغاوت اور شرک کرو گے پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے تم پر سخت لڑاکا لوگ مسلط کر دیئے وہ ہر طرف شہروں میں پھیل گئے وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔ مال اور بیٹوں سے تم کو مدد دی تم کو بڑی جماعت بنایا اور کہا کہ تم اگر نیکی اور صالح عمل کرو گے تو اپنے لیئے کرو گے اور اگر بدکاری کرو گے تو ان کا بھی تم کو ہی نقصان ہوگا۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں جس چیز پہ غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں تاکہ تمہارا رب تم پر رحم کرے۔

حضرت سموئیل نبی نے فرمایا۔

اے بنی اسرائیل کے لوگو۔۔ اگر تم دل و جان سے اللہ کی طرف رجوع کرو اس کو چھوڑ کر اجنبی دیوتاؤں اور حضرت عستاراتؑ کی عبادت چھوڑ دو۔

انہوں نے بنی اسرائیل کے دو جج سرداروں سے کہا۔ کہ (تنخواہ کے علاوہ) نفع کے لالچ سے رشوت لیتے اور انصاف کا خون کرتے ہو۔ (تورات)

تورات میں یہودی شاہ اخی اب اور اس کی بیوی کے بارے میں مذکور ہے شاہ اخی اب کے مانند کوئی نہ تھا جس نے اللہ کے حضور اپنے آپ کو بدی ظلم اور فساد کے لیئے بیچ ڈالا تھا۔ اس کی بیوی ایزبل اس کو مزید ابھارا کرتی تھی اس نے نفرت انگیز اور شرک سے بھرپور یہ کام کیا کہ یہودیوں نے اموری لوگوں کی طرح (بزرگوں کے

بتوں کی عبادت کی (یعنی ان کو کائنات کا مختار اور وکیل تصیر اور تعبیر کا سشف اور مختار
علیم اور سمیع سمجھ کر اپنی مشکلات اور حاجات میں پکارا)

حضرت الیاسؑ نے فرمایا۔

اے یہودیو! کب تک دو خیالوں میں ڈانواں ڈول رہو گے
(یعنی دو بادشاہوں کے بندے) اگر کائنات کا خدا ہی اصل خدا ہے
تو پھر اس کے احکام کے پیروکار بن جاؤ اور اگر حضرت بعل (مشہور
بزرگ) ہی خدا ہے تو پھر اس کے ہی نام نہاد کردہ احکام کی پیروی کرو

ظالم یہودی حضرت الیاسؑ کی تقریر پر ضد کا مظاہرہ کرنے لگے
(صبح سے دوپہر تک حضرت بعل سے دعا مانگتے رہے اور کہتے
رہے۔ اے بعلؑ ہماری بات سن لیکن کوئی آواز نہ آئی اور نہ
کسی نے کوئی جواب دیا وہ مذبح خانے کے گرد ناچتے پھلانگتے
اور طواف کرتے رہے۔ (تورات)

حضرت الیاسؑ نے فرمایا۔

اے لوگو! تم خدا سے کیوں نہیں ڈرتے ہو کیا تم حضرت بعل کو پکارتے ہو اور
بہترین خالق یعنی خدا کو چھوڑتے ہو جو وہی تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب
اور حقیقی بادشاہ ہے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا (صافات)

کچھ یہودی عالموں اور پیروکاروں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ خدا کے بیٹے اور
اس کے عزیز ترین رشتہ دار ہیں (سورہ مائدہ آیت ۱۸) میں اس کی
تفصیل موجود ہے یہاں اللہ نے ان کے دعوے کی تردید کی ہے اور کہا
ہے کہ اگر اللہ کو ان سے محبت ہے تو وہ عذاب کیوں بھیجتا ہے۔ یہودی
کہتے ہیں کہ حضرت عزیرؑ خدا کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ بیٹے مسیح
خدا کا بیٹا ہے (یعنی خدا کی ذات اور اس کے نور سے پیدا شدہ ہے۔ ان کے
منہ کی کھوکھلی باتیں ہیں پہلے کافروں اور مشرکوں نے بھی اس قسم کی باتیں
کی تھیں (یعنی ان سے نقل بھی نقل کے بعد ان کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا تھا یہی
اب انہی کی ریس کر رہے ہیں خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں کہاں پھرتے ہیں)

جا رہے ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ یہودی اور عیسائی کسی نبی یا ولی کو خدا کا تخمی یا نسلغی بیٹا نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی اس بات کا اعلان کیوں کرتے ہیں جس کا اعلان خدا نے نہیں کیا جس کا دعویٰ کسی نبی نے نہیں کیا بلکہ اس معاملہ کو خدا کی ہدایت کے خلاف بیان کیا ہے۔

یہودیوں نے خدا کے بعض مقرب بزرگوں کو خدا میں سے اس کا جز اور حصہ بنانے کے ظالمانہ عقیدہ کو شرک میں بدلا اور پھر اللہ نے انہیں وہ سزائیں دیں جن کا تصور کرنا مشکل ہے۔

حضرت عیسیٰ مسیح نے فرمایا۔

(یہودیوں سے) اے ریاکار عالمو اور پیروا تم نبیوں کی قبروں پر مساجد اور عمارتیں بناتے ہو اور سچے لوگوں کی قبروں پر مقبرے تعمیر کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانے میں پیدا ہوتے تو پھر نبیوں کے قتل کے خون میں شریک نہ ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نبیوں کے قاتلوں کی اولاد ہو۔ تم اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھرنا چاہتے ہو۔ تم یہ کام کر کے جہنم کی سزا سے کیسے بچو گے ؟ میں تمہارے پاس رسولوں عقلمندوں اور مفکروں کو بھیجتا ہوں۔ تم ان میں سے بعض کو قتل کرو گے اور بعض کو سولی پر چڑھاؤ گے۔ بعض کو عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور بعض کو شہروں میں گشت کراتے پھرو گے۔
(انجیل)

اسلام کے خلاف فرقہ پرستی کی سازش

اللہ نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا دیا۔ ان کو وسائل زندگی

عنایت فرمائے لیکن (ظالم یہودیوں) نے اختلاف کر کے فرقے بنا دیئے حالانکہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔ (یونس - ۹۳)

رسول اللہ نے فرمایا۔

اے مسلم امت کے لوگو! تم سے پہلے (ظالم) یہودیوں نے (ایک مسلم قوم) کے بہتر فرقے بنا دیئے تھے۔ مگر تم بھی ان کی پیروی میں تہتر فرقے بنا دو گے۔ لیکن تم میں ایک نجات والا ہوگا (یعنی سب فرقوں کے افراد میں قرآن اور حدیث کا عامل اور عابد)

(حدیث)

دریا کے کنارے یہودیوں کا ایک ظالم گروہ سنیچر کے دن مچھلیوں کو پکڑتا اور رکھتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کو بندر بنا دیا۔ (قرآن) (۲۱ ا ذ سورہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حضرت یعقوبؑ نے محض اپنے نفس اور اپنی ذات پر کسی خاص وجہ سے چند چیزوں کو حرام کیا تھا۔ حالانکہ وہ حرام نہ تھیں مگر یہودیوں نے ان کو اپنے دین میں حرام کر لیا۔ حالانکہ توراۃ میں ان کو حلال قرار دیا گیا تھا۔

(اے رسول) یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ تو بند ہیں ان کو بتا دو کہ تمہارے اپنے ہاتھ بند ہیں۔ ان پر اس بکواس اور الزام تراشی کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ کے ہاتھ بالکل

کھلے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (المائدہ-۶۴)

انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ نے کہا یہ صرف ان کی آرزوئیں اور دعوے ہیں۔ ان کو کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اس بات کی کوئی دلیل لاؤ۔ (البقرہ-۱۱۱)

اللہ کے کلام کی خرید و فروخت

اللہ کی اتاری ہوئی کتاب (تورات، زبور اور انجیل) سے کچھ لوگ کچھ احکام خفیہ رکھتے ہیں اور پھر اس کلام کو دنیا کے تھوڑے مال کے بدلہ میں فروخت کرتے ہیں۔ (یعنی تعویذ گنڈے دھاگے اور فتوے لکھ کر اعلانیہ فروخت کرتے ہیں) یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ڈال رہے ہیں۔

(البقرہ-۱۷۴)

جن لوگوں (مع ایک طبقہ یہود) کو تورات کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر انہوں نے ان کی پابندی نہ کی۔ ان لوگوں کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں مگر وہ ان کتابوں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

(قرآن مجید)

اِسلام کے ساتھ ظالمانہ رویہ

اے مسلمانو! تم (یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح) نہ ہو جاؤ جنہوں نے (اسلام میں) الگ الگ گروہ اور فرقے بنائے ہدایت اور واضح احکام کی موجودگی میں جھگڑا اور تفرقہ شروع کر دیا۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

(آل عمران - ۱۰۵)

ظالم یہودی اور عیسائی اللہ کے محکمات اور کلام کے احکام کو جان بوجھ کر اصل مقام اور حقیقت سے بدل ڈالتے ہیں۔ (البقرہ ۷۵)

ظالم یہودیوں کے مظالم پر ان کی غلط کاریوں کی وجہ سے پہلے ظالم فرعون نے ان کے لاکھوں لڑکوں کو قتل کیا اور لڑکیوں کو زندہ رکھ کر ان کو لونڈیاں بنایا اس طرح ان کی آزمائش ہوئی اس کے بعد شاہ بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کر کے ہیکل سلیمان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ظالم شاہ اخی اب نے مظالم کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا۔

ظالم یہودیوں کو یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی اور زمینی عذابوں نے آپکڑا اور پھر ان ظالموں کو ظالم حکمرانوں سے مروادیا اور ذلیل کیا۔ آخر حضورؐ کے زمانے میں اُن کی بدکاریوں اور شرک و بدعت کی حرکات کی وجہ سے ان کو وطن سے نکالا گیا۔

یہودی عالموں اور پیروں نے عوام اور حکام میں دعوے شروع کر دیئے ہم حکمرانوں اور سرداروں نے مسلمانوں کے گروہ اور فرقے بنا دیئے تاکہ وہ ان پر آسانی سے حکمرانی کر سکیں اور ظلم و ستم کو جاری رکھ سکیں۔ سیاست دانوں اور حکمرانوں نے گمراہ اور دنیا دار عالموں اور پیروں کو اپنی اپنی پارٹی اور گروہی سیاست میں استعمال کیا۔ حتیٰ کہ تورات پر ایمان رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے رشوت اور باطل آمدنی کو اپنی جائز آمدنی کا ذریعہ بنا لیا۔ انصاف اور عدل رشوت کے بدلے میں فروخت ہوتا تھا۔ اکثر نے مسلمان ہونے کے باوجود نمازوں کو ضائع کر دیا زکوٰۃ کی ادائیگی ختم کر دی۔ سودی کاروبار کو رواج دیا۔ زنا کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ یہ تو ان لوگوں کا حشر ہوا جنہوں نے خدا کی ہدایت اور اس کے نبیوں کے احکام پر عمل کرنے سے انکار کیا اب اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے مسلم علماء اور پیر مسلمان بادشاہ اور سردار، مسلمان دولت مند اور غریب خدا کے دین اور احکام کے معاملہ میں غفلت اور ہٹ دھرمی کا رویہ رکھیں گے اور وہی سلوک کریں گے جو اس کے رسولوں اور اس کے دین کے ساتھ کیا گیا ہے اگر خدا نے جناب حضرت ابراہیمؑ کی (...) نسل کو بزرگی کے باوجود معاف نہ کیا اور انہیں جرائم کی سزا دی گئی تو پھر محمد الرسول کی امت کے ظالم مسلم حکمران اور افسران ظالم علماء اور پیر ظالم لیڈر اور سرمایہ دار کسی وجہ سے بچ نہیں سکتے اگر وہ آزمائش کی وجہ سے اس دنیا سے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچ گئے تو پھر خدا کا حساب دور نہیں کہ ظالم لوگ اس سے فرار اختیار کر لیں۔ خدا کا انصاف بے لاگ ہے یہاں نسل امت خاندان، باپ بیٹا اور نبی کی اولاد اور بیوی کا کوئی ترجیحی سلوک نہیں یہاں تو ایک ہی بات ہے کہ ایمان لاؤ اور صالح عمل کرو۔ جیسا کہ اللہ اور اس کے رسولوں نے فرمایا ہے اگر عمل صالح ہیں تو نجات ورنہ عذاب کے لیے تیاری ظالم یہودیوں نے ایک

طرف تو حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں اور ان کے مزاروں کو عبادت گاہ اور اپنی مرادوں کی تکمیل اور اپنی مشکلوں کے خاتمہ کے لئے مختار اور کاشف بنا لیا ۔ ایک طرف ایک مجاور آوازیں دے رہا ہے۔ لوگو۔ ادھر آؤ۔ یہ پیر تُربت مراد جو چاہو وہ حاصل کرو۔ دوسری طرف دوسرا مجاور صدا لگا رہا ہے کہ یہ پیر زندہ پیر ہے ہر بیماری کو دور کرتا ہے تیسری طرف ایک اور آواز اٹھ رہی ہے کہ جن لوگوں کے ہاں لڑکے پیدا نہیں ہوتے یا مر جاتے ہیں ان کے لئے یہ بزرگ موجود ہے۔ صرف اس کی خدمت حاصل کرو۔ چوتھی طرف ایک مجاور چیخ رہا ہے کہ لوگو ادھر آؤ تمہارے رزق کا مالک یہ بزرگ ہے۔ غریب سے دولت مند بننے میں کوئی دیر نہ لگے گی۔ بس ہر ملک ہر علاقہ اور ہر گاؤں میں قبر پرستی اور مزار پرستی جاری ہے۔ دوسری طرف ان ظالم لوگوں نے اپنے ہی بادشاہوں اور حاکموں۔ اپنے ہی سرداروں اور پیروں کو خدا کے مقابلہ پر چھوٹے خدا اور چھوٹے بادشاہ بنا رکھا ہے۔ خدا کے احکام پر عمل در آمد ختم لیکن ان حکمرانوں کے احکام کی مکمل پابندی۔ آخر کار یکے بعد دیگرے ان کو تباہ کیا جاتا رہا۔

(مجدد مودودی)

عیسائیوں میں فرقہ پرستی

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَاْفَۃً وَّرَحْمَۃً وَرَھْبَانِیَّۃَ نِ
ابْتَدَعُوْھَا مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ

جن لوگوں نے (انجیل) کے حکموں پر عمل کیا ان کے دلوں میں ہم نے نرمی ڈال دی۔ رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی۔ ہم نے اس کا ان پر حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے خود اللہ کی رضا سمجھ کر آپ ہی یہ بدعت نکال لی۔ (الحدید۔ ۲۷)

زیر بحث آیت میں لفظ رہبانیت کا مادہ رہب ہے جس کے معنی خوف کے ہیں رہبانیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے ڈرا جائے۔ لیکن اصطلاحاً اس سے مراد کسی خوف کی بنا پر تارک الدنیا بن جانا اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں پہاڑوں اور کھلے میدانوں اور غاروں میں پناہ لینا اور علیحدگی میں جا بیٹھنا ہے۔

زیر بحث آیت میں الفاظ اِلَّا ابتغاء رضوان اللہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ نے عیسٰے علیہ السلام کی امت کے لوگوں پر اس رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے خود اسے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا دونوں صورتوں میں یہ آیت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ رہبانیت ایک غیر اسلامی چیز ہے اور یہ کبھی بھی دین حق میں اور اسلام میں شامل نہیں رہی۔ یہی بات

ہے۔ جو حضورؐ نے فرمائی ہے کہ لا رھبانیہ فی الاسلام یعنی اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رھبانیہ ھذا الامۃ الجہاد فی سبیل اللہ اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے یہ امت فتنوں سے ڈر کر جنگلوں، پہاڑوں اور آبادیوں سے باہر کی طرف نہیں بھاگتی بلکہ خدا کی راہ میں جہاد کر کے ان کا مقابلہ کرتی ہے۔ حدیث میں ایک جگہ وارد ہے کہ صحابہ میں سے ایک صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔ حضورؐ نے یہ باتیں سن کر ان تینوں صحابیوں کو بلایا اور کہا خدا کی قسم میں تم میں سے سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جس کو میرا طریقہ پسند نہ ہو اس کا مجھ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے

حضورؐ نے مزید فرمایا اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے ایک گروہ نے خود ساختہ اعمال اور احکام میں تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے اسے سختی سے پکڑ لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ راہب اور راہبات دونوں دوہری غلطی میں مبتلا ہو گئے ایک غلطی یہ کہ اپنے اوپر وہ پابندیاں عائد کرلیں جن کا اللہ نے کوئی حکم نہ دیا تھا دوسری غلطی یہ کی ان پابندیوں کو اپنے نزدیک اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کا ذریعہ سمجھ کر خود اپنے اوپر عائد کیا تھا ان کا حق ادا نہ کیا اور جو بھی کیسے سکتے تھا انہوں نے غیر فطری کاموں کو خدا کی رضا سمجھ لیا اور پھر جب فطرت نے زور ڈالا اور شیطان نے انفرادی طاقت کو کمزور سمجھ کر حملہ کیا تو جلد ہی غیر فطری امور پر شیطان غالب کیا

اس مقام کو سمجھنے کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کی رہبانیت کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لینی چاہیے حضرت عیسیٰ کے بعد دو سو سال تک عیسائی نظام رہبانیت سے نا آشنا تھا۔ ابتدا ہی سے مسیحیت میں اس کے جراثیم پائے جاتے تھے اور وہ تخیلات اس کے اندر موجود تھے جو اس چیز کو جنم دیتے ہیں دراصل تجرد کی زندگی کو شادی

بیاہ اور دینوی کاروبار کو زندگی کے مقابلہ میں افضل اور بہتر سمجھنا ہی رہبانیت کی بنیاد ہے اور یہ دونوں چیزیں مسیحیت میں ابتدا سے موجود تھیں. خصوصیت کے ساتھ کنواری یا کنوارہ رہنے کو پاکیزگی اور تقدس کا درجہ دے دیا شادی بیاہ کے معاملہ کو خاص کر مذہبی خدمات دینے والوں کے لئے معیوب اور ناپسندیدہ خیال کیا جاتا تھا. لوگوں کو بھی یہ پسند نہ تھا کہ مبلغ یا پادری اور راہب یا راہبہ شادی کر کے بال بچوں اور خانہ داری کے بکھیڑوں میں پڑیں اسی نظریہ نے تیسری صدی تک ایک خوفناک فتنہ کی شکل اختیار کر لی۔ اور رہبانیت ایک وبا کی طرح عیسائیت میں پھیلنی شروع ہو گئی. تاریخی طور پر اس کے تین بڑے اسباب تھے.

27497

عیسائی پیروں کی بدمعاشیاں

ایک یہ کہ قدیم معاشرہ اور خاندانی نظام میں شہوانیت بدکرداری اور دنیا پرستی جس شدت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھی اس کا توڑ کرنے کے لئے عیسائی علما اور پادریوں نے اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے بجائے تشدد اور انتہا پسندی کی راہ اختیار کی یا انہوں نے عفت پر اتنا زور دیا کہ عورت اور مرد کا تعلق بجائے خود نجس قرار پا گیا خواہ وہ نکاح کی صورت میں بھی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے دنیا پرستی کے خلاف اتنی شدت برتی کہ آخر کار ایک نظریاتی عیسائی اور دین دار فرد کے لئے سرے سے کسی قسم کی املاک رکھنا ہی گناہ بن گیا اور اخلاق کا معیار یہ قرار دیا گیا کہ آدمی بالکل مفلس اور ہر لحاظ سے تارک الدنیا ہو۔ اسی طرح مشرک معاشرہ کی لذت پرستی کے جواب میں وہ اس انتہا پر جا پہنچے کہ ترک لذات. نفس کو مارنا اور خواہشات کا خاتمہ کرنا اخلاق کا مقصود بن گیا اور طرح طرح کی ریاضتوں سے جسم کو تکلیفیں دینا آدمی کی روحانیت کا کمال اور اس کا ثبوت سمجھا جانے لگا.

دوسرے یہ کہ عیسائیت جب کامیابی کے دور میں داخل ہو کر عوام میں پھیلنے لگی تو اپنے مذہب کی توسیع اور اشاعت کے شوق میں کلیسا ہر اس برائی کو اپنے

دائرے میں داخل کرتا چلا گیا جو عام لوگوں میں مقبول تھی۔ مریم پرستی، عیسیٰ پرستی اور دیگر اولیا پرستی نے قدیم خداؤں اور خدائیوں کی جگہ لے لی، ہورس اور آئسس کے مجسموں کی جگہ مسیح اور مریم کے بت پوجے جانے لگے اور اکثر عیسائی عورتیں اور مرد انہی سے اپنی مرادیں مانگنے لگے۔ انہی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جانے لگا قرآن نے جگہ جگہ ان کی ان حرکات کا ذکر کیا ہے۔ سینٹ نیلیا کی جگہ کرسمس کا تہوار بنایا جانے لگا قدیم زمانے کے تعویذ گنڈے عملیات۔ فال گیری اور غیب گوئی جن بھوت بھگانے کے عمل سب عیسائی درویشوں اور پیروں نے شروع کر دیئے اسی طرح چونکہ عوام اس شخص کو خدا رسیدہ اور ولی سمجھتے تھے۔ جو گندہ اور ننگا یا کسی بھٹ یا کھوہ میں رہے۔ اس لئے عیسائی معاشرہ میں ولایت کا یہی تصور مقبول ہو گیا اور ایسے ہی لوگوں کی کرامتوں کے قصوں سے عیسائیوں کے ہاں تذکرہ اولیا قسم کی کتابیں شائع ہونے لگیں۔

تیسرے یہ کہ عیسائی عالموں پادریوں پیروں درویشوں اور فقیروں نے پاک دین کی سرحدیں متعین کرنے کے لئے کوئی مفصل شریعت اور کوئی مسیحی سنت موجود نہ تھی۔ قانون موسوی اور تورات کے احکام کو چھوڑ چکے تھے۔ تنہا انجیل کے اندر کوئی مکمل ہدایت نامہ نہ پایا جاتا تھا اس لئے مسیحی علما اور مفکرین کچھ باہر کے فلسفوں اور لوگوں کے اقوال سے متاثر ہو کر اور کچھ خود اپنے خیالات اور قیاسات کی بنا پر طرح طرح کی بدعات دین میں داخل کرتے چلے گئے رہبانیت بھی انہی بدعات میں سے ایک ہے علما اور پادریوں نے اس کا فلسفہ اور اس کا طریق کار بدھ مذہب کے بھکشوؤں ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں سے قدیم مصری فقیروں سے۔ ایران کے مانویوں سے اور افلاطون اور فلاطینوس کے پیرو اشراقیوں سے اخذ کیا اور اسی کو تزکیہ نفس کا طریقہ روحانی ترقی کا ذریعہ اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دے لیا۔ اس غلطی کے مرتکب کوئی معمولی درجہ کے لوگ نہ تھے تیسری صدی سے ساتویں صدی عیسوی تک جو لوگ مشرق اور مغرب میں عیسائیت کے اکابر علما اور بزرگ امام مانے جاتے ہیں۔ مثلاً اتھاناسیوس سینٹ باسل سینٹ گریگوری آگسٹائن اور ان جیسے سینکڑوں علما سب کے سب خود راہب اور رہبانیت کے زبردست مبلغ تھے اور انہی کی کوششوں سے رہبانیت نے رواج پکڑ لیا۔

خاندانی زندگی کی تباہی

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے ایک سینٹ زین ھتنی نے رہبانیت کی بنیاد رکھی اور اسے سب سے پہلا راہب قرار دیا گیا اور اس نے قیوم کے ایک علاقہ میں اپنی پہلی خانقاہ بنائی۔ اس کی دیکھا دیکھی بحیرہ احمر کے کنارے ایک دوسری خانقاہ بنائی گئی اور پھر اس کے بعد جنگلوں پہاڑوں میدانوں غاروں کے کناروں اور کھوہوں کے قریب اور عام گزرگاہوں کے آس پاس جہاں سے لوگ گزرتے تھے عام خانقاہیں اور دربار بن گئے۔ بعض دربار ایسے تھے۔ جہاں تین تین ہزار راہب اور رہبات بیک وقت رہتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ دربار سازی نے یہ نوعیت اختیار کی کہ ہر ملک میں اور ہر علاقہ میں امیر لوگوں اور ان کی ہمدرد حکومتوں نے چرچ بنا بنا کر خانقاہوں کی شکل میں تبدیل کر دیا حکمرانوں کو اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مذہبی لیڈر اور راہنما اپنی اپنی مصروفیتوں میں مبتلا ہو گئے اور ان کا تخت الٰہی نظریہ یعنی اسلام کی زد میں محفوظ ہو گیا اور انسانی نظریہ کی کامیابی کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا ہو گئے۔

رہبانہ بدعات کی چند مثالیں اس کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر وقت گندے رہتے اور صفائی سے سخت نفرت اور پرہیز کرتے تھے۔ نہانا اور جسم کو پانی لگانا ان کے نزدیک خدا پرستی کے خلاف تھا جسم کی صفائی کو وہ روح کی نجاست اور گندگی سمجھتے تھے سینٹ اتھاناسیوس بڑی عقیدت کے ساتھ این ھتنی کی یہ خوبی بیان کرتا ہے کہ اس نے مرتے دم تک کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے سینٹ ابراہام جب سے مسیحیت میں داخل ہوئے اس نے پورے پچاس سال تک ہاتھ منہ اور پاؤں تک نہ دھوئے ایک مشہور راہبہ کنواری سلویا نے عمر بھر اپنی انگلیوں کے سوا جسم کے کسی حصے کو پانی نہ لگنے دیا۔ ایک کانونیٹ نے ایک سو تیس راہبات کی تعریف میں لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے اور غسل کا تو نام سن کر ہی ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

اصول دین یہ بتایا گیا کہ جسم کو جتنی زیادہ تکلیف دے کر خدا کے مقرب

بن جاؤ سخت ریاضتوں اور نئے نئے طریقوں سے اپنے جسم کو اذیتیں دینا اس معاملہ میں ہر راہب دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ عیسائی بزرگوں پیروں اور فقیروں کے جو کمالات بیان کیے گئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں۔

اسکندریہ کا سینٹ مکاریوس ہر وقت اپنے جسم پر اسی پونڈ کا بوجھ اٹھائے رکھتا تھا چھ ماہ تک وہ ایک دلدل میں سوتا رہا اور زہریلی مکھیاں اس کے ننگے جسم کو کاٹتی رہیں۔ اس کے مرید سینٹ یوسی بیوس نے پیر سے بڑھ کر ریاضت کی وہ ایک سو پچاس پونڈ کا وزن اٹھائے پھرتا تھا۔ اور تین سال تک خشک کنوئیں میں پڑا رہا۔ سینٹ سابیوس صرف وہ مکئی کھاتا تھا جو مہینہ بھر پانی میں بھیگ کر بدبودار ہو جاتی تھی سینٹ بساریون چالیس دن تک خاردار اور کانٹوں والی جھاڑیوں میں پڑا رہا اور چالیس سال تک اس نے زمین پر پیٹھ نہیں لگائی یعنی پیٹھ کی سمت نہ سویا سینٹ پاخومیوس نے پندرہ سال اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال زمین کو پیٹھ لگائے بغیر گزار دیے ایک ولی سینٹ جان تین سال تک عبادت میں کھڑا رہا۔ اس پوری مدت میں وہ نہ کبھی بیٹھا نہ لیٹا۔ آرام کے لئے بس ایک چٹان کا سہارا لے لیتا تھا اور اس کی غذا صرف وہ تبرک تھا جو ہر اتوار کو اس کے لئے لایا جاتا تھا۔ سینٹ سی میون اسٹائی لائٹ جو عیسائیوں کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے۔ ہر ایسٹر سے پہلے پورے چالیس دن فاقہ کرتا تھا ایک دفعہ وہ پورے ایک سال تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہا۔ کبھی کبھی وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ایک کنوئیں میں جا رہتا تھا آخر کار اس نے شمالی شام کے قلعہ سمان کے قریب ساٹھ فٹ بلند ایک ستون بنوایا جس کا بالائی حصہ صرف تین فٹ کے گھیر میں تھا۔ اور اوپر کٹہرا بنا دیا گیا اس ستون پر اس نے پورے تیس سال گزار دیئے دھوپ بارش۔ سردی اور گرمی سب اس پر سے گزرتی رہتی تھی۔ وہ کبھی ستون سے نہ اترتا تھا۔ اس کے مرید سیڑھی لگا کر اس کو کھانا پہنچاتے تھے۔ اور اس کی گندگی صاف کرتے تھے۔ پھر اس نے ایک رسی لے کر اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا تھا۔ یہاں تک کہ رسی اس کے گوشت میں پیوست ہو گئی۔ گوشت سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا اس کے پھوڑے سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر پھر پھوڑے میں رکھ لیتا اور کہتا اسے کھاؤ جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے۔ عیسائی عوام دور دور سے اس کی زیارت

کے لئے آتے تھے جب وہ مرا تو مسیحی عوام کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ عیسائی ولی کی بہترین مثال ہے۔

نظامِ شرک کے بُرے نتائج

اس دور کے عیسائی اولیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کسی ولی کی تعریف یہ تھی کہ تیس سال تک وہ بالکل خاموش رہا اور کبھی اسے بولتے نہ دیکھا گیا کسی نے اپنے آپ کو ایک چٹان سے باندھ رکھا تھا کوئی جنگلوں میں مارا مارا پھرتا اور گھاس پھونس کھا کر گزارا کرتا۔ کوئی بھاری بوجھ ہر وقت اٹھائے پھرتا۔ کوئی زنجیر وطوق سے اپنے اعضا جکڑے رکھتا۔ کچھ حضرات جانوروں کے بھٹوں یا خشک کنوؤں یا پرانی قبروں میں رہتے تھے۔ اور کچھ دوسرے بزرگ ہر وقت ننگے رہتے اور اپنا ستر اپنے لمبے بالوں سے چھپاتے اور زمین پر رینگ کر چلتے تھے۔ ایسے ہی دلیوں اور پیروں کی کرامات کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی ہڈیاں درباروں اور خانقاہوں میں محفوظ رکھی جاتی تھیں۔ آج کل کوہ سینا کے نیچے کیتھرائن کی خانقاہ میں ایسی ہی ہڈیوں کی ایک پوری لائبریری ہے جس میں کہیں اولیاء کی کھوپڑیاں قرینہ سے رکھی ہوئی ہیں۔ کہیں پاؤں کی ہڈیاں اور کہیں ہاتھوں کی ہڈیاں اور ایک ولی کا تو پورا ڈھانچہ ہی شیشے کی ایک الماری میں رکھا ہوا تھا۔ رہبانیت نے ازدواجی زندگی کو عملاً بالکل حرام کر دیا اور نکاح کے رشتے کو کاٹ پھینکنے میں سخت بے دردی سے کام لیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کی تمام مذہبی تحریریں اس خیال سے بھری ہوئی ہیں کہ ترک و تجرد سب سے بڑی اخلاقی قدر ہے اور عفت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی جنسی تعلق سے قطعی احتراز کرے خواہ وہ خاوند اور بیوی کا تعلق ہی کیوں نہ ہو۔ پاکیزہ روحانی زندگی کا کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ آدمی اپنے نفس کو بالکل مار دے اور اس میں جسمانی لذت کی کوئی خواہش تک باقی نہ چھوڑے۔ ان لوگوں کے نزدیک خواہش کو مار دینا اس لئے ضروری تھا کہ اس کی حیوانیت کو تقویت ملتی ہے ان کے نزدیک لذت اور گناہ ہم معنی تھے حتیٰ کہ مسرت بھی ان کی نگاہ میں خدا فراموشی کی نشانی ہے۔ سینٹ باسل ہنسنے اور

مسکرانے تک کو ممنوع قرار دیتا تھا۔ انہی خیالات کی بنا پر عورت اور مرد کے درمیان شادی کا تعلق ان کے ہاں قطعی نجس اور پلید قرار پا گیا تھا۔ راہب کے لئے ضروری تھا کہ وہ شادی شدہ ہو تو بیوی کو چھوڑ کر نکل جائے مردوں کی طرح عورتوں کے دل میں بھی یہ بات بٹھائی گئی تھی کہ وہ اگر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا چاہتی ہیں تو ہمیشہ کنواری رہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم کنواری رہی تھیں۔ اور ایک روایت کے مطابق حضرت عیسےٰ بھی کنوارے رہے تھے۔ اور شادی شدہ ہوں تو اپنے شوہروں سے الگ ہو جائیں سینٹ جی روم جیسا ممتاز پادری اور عالم کہتا ہے۔ کہ جو عورت مسیح کی خاطر راہبہ بن کر ساری عمر کنواری رہے وہ حضرت عیسےٰ کی دلہن ہے اور اس عورت کی ماں کو خدا یعنی مسیح کی ساس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک اور مقام پر سینٹ جی روم کہتا ہے کہ عفت کی کلہاڑی سے ازدواجی تعلق کی لکڑی کو کاٹ پھینکنا سالک اور فقیر کا پہلا کام ہے ان تعلیمات کی وجہ سے مذہبی جذبہ طاری ہونے کے بعد ایک عیسائی مرد یا ایک عیسائی عورت پر اس کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی خوشگوار ازدواجی زندگی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی تھی۔ چونکہ عیسائیت میں طلاق اور تفریق کا راستہ بند تھا اس لئے نکاح کے رشتے میں رہتے ہوئے خاوند اور بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تھے سینٹ نائلس دو بچوں کا باپ تھا ان سے الگ ہوگیا۔ سینٹ امون نے شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو ازدواجی تعلق کی نجاست اور گندگی پر وعظ سنایا اور دونوں نے اتفاق سے طے کر لیا۔ کہ جیتے جی ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہیں گے۔ سینٹ ابراہام شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو چھوڑ کر فرار ہو گیا یہی حرکت سینٹ ایلی کس نے کی اس طرح کے واقعات سے عیسائی اولیاء کے تذکرے بھرے پڑے ہیں

کلیسا کا نظام تین صدیوں تک اپنی حدود میں ان انتہا پسندانہ تصورات کی کسی نہ کسی طرح مزاحمت کرتا رہا۔ اس زمانہ میں ایک پادری کے لئے غیر شادی شدہ ہونا لازم نہ تھا۔ اگر اس نے پادری کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے شادی کر رکھی ہو تو وہ بیوی کے ساتھ رہ سکتا تھا البتہ تقرر کے بعد شادی کرنا اس کے لئے ممنوع تھا۔ نیز کسی ایسے شخص کو پادری مقرر نہیں کیا جا سکتا تھا جس نے کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے شادی کی ہو یا جس کی دو بیویاں ہوں یا [illegible]

یں لونڈی ہو۔ رفتہ رفتہ چوتھی صدی میں یہ خیال پوری طرح زور پکڑ گیا کہ جو شخص کلیسا میں مذہبی خدمات انجام دیتا ہو۔ اس کے لئے شادی شدہ ہونا بڑی گھناؤنی بات ہے ۳۶۲ء کی گنگرا کونسل آخری مجلس تھی جس میں اس طرح کے خیالات کو خلاف مذہب ٹھہرایا گیا مگر اس کے تھوڑی دیر بعد ۳۸۴ء کی رومن سیناڈ نے تمام پادریوں کو مشورہ دیا کہ وہ ازدواجی تعلقات سے الگ ہو جائیں اور دوسرے سال پوپ سائری سارکیس نے حکم دے دیا کہ وہ پادری شادی کرے یا شادی شدہ ہونے کی صورت میں اپنی بیوی سے تعلق رکھے یا اس کو منصب سے معزول کر دیا جائے سینٹ جی روم سینٹ ایم بروز اور سینٹ آگس ٹائن جیسے اکابر علماء نے بڑے زور شور سے اس فیصلہ کی حمایت کی اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مغربی کلیسا میں یہ پوری شدت کے ساتھ نافذ ہو گیا اس دور میں متعدد کونسلیں ان شکایات پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئیں کہ جو لوگ پہلے سے شادی شدہ تھے۔ وہ مذہبی خدمات پر مقرر ہونے کے بعد بھی اپنی بیویوں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھتے ہیں۔ آخر کار ان کی اصلاح کے لئے یہ قواعد بنائے گئے کہ وہ کھلے مقامات پر سوئیں اپنی بیویوں سے کبھی تنہائی اور علیحدگی میں ملاقات نہ کریں اور ان کی ملاقات کے وقت کم از کم دو آدمی موجود ہوں۔ سینٹ گری گوری ایک پادری کی تعریف میں لکھتا ہے کہ چالیس سال تک وہ اپنی بیوی سے الگ رہا حتیٰ کہ مرتے وقت جب اس کی بیوی اس کے قریب گئی تو اس نے کہا۔ اے عورت دور ہٹ جا۔

سب سے زیادہ دردناک باب اس رہبانیت کا یہ ہے کہ اس نے ماں باپ بھائی بہنوں اور اولاد تک سے آدمی کا رشتہ کاٹ دیا۔ عیسائی ولیوں بزرگوں اور پیر ول فقیروں کی نگاہ میں بیٹے کے لئے ماں باپ کی محبت۔ بھائی کے لئے بھائی بہنوں کی محبت اور باپ کے لئے اولاد کی محبت بھی ایک گناہ تھی۔ ان کے نزدیک روحانی ترقی کے لئے یہ ناگزیر تھا کہ آدمی ان سارے تعلقات کو توڑ دے۔

مسیحی اولیاء اور پیروں کے تذکروں میں اس کے ایسے ایسے دلدوز واقعات ملتے ہیں جن کو پڑھ کر انسان کے لئے ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے ایک راہب ایواگریس کئی سال سے جنگلوں اور صحراؤں میں ریاضتیں کر رہا تھا۔ ایک روز یکایک اس کے پاس اس کی ماں اور اس کے باپ کے خطوط پہنچے جو برسوں سے اس کی جدائی میں تڑپ رہے

سمجھتے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں ان خطوں کو پڑھ کر اس کے دل میں انسانی محبت کے جذبات نہ جاگ اٹھیں۔ اس نے ان کو کھولے بغیر فوراً آگ میں جھونک دیا سینٹ تھیوڈورس کی ماں اور بہن بہت سے پادریوں کے سفارشی خطوط لے کر اس دربار میں گئیں جس میں وہ مقیم تھا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ صرف ایک نظر بیٹے اور بھائی کو دیکھ لیں مگر اس نے اس کے سامنے آنے تک سے انکار کر دیا۔ سینٹ مارکس کی ماں اس سے ملنے کے لئے اس کی خانقاہ میں گئی اور خانقاہ کے شیخ کی خوشامدیں کر کے اس کو راضی کیا کہ وہ بیٹے کو ماں کے سامنے آنے کا حکم دے مگر بیٹا کسی طرح ماں سے نہ ملنا چاہتا تھا آخر کار اس نے شیخ کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ بھیس بدل کر ماں کے سامنے گیا اور آنکھیں بند کر لیں اس طرح نہ ماں نے بیٹے کو پہچانا اور نہ بیٹے نے ماں کی شکل دیکھی ایک اور بزرگ سینٹ پوئے من اور اس کے چھ بھائی مصر کی ایک صحرائی خانقاہ میں رہتے تھے برسوں بعد ان کی بوڑھی ماں کا پتہ معلوم ہوا اور وہ ان سے ملنے کے لئے وہاں پہنچی بیٹے ماں کو دور سے دیکھتے ہی بھاگ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا ماں باہر بیٹھ کر رونے لگی اور اس نے چلا چلا کر کہا کہ میں اس بڑھاپے میں اتنی دور چل کر صرف تم کو دیکھنے آئی ہوں۔ تمہارا کیا نقصان ہوگا اگر میں آپ کی شکل دیکھ لوں کیا میں آپ کی ماں نہیں ہوں؟ مگر ان ولیوں اور پیروں نے دروازہ نہ کھولا اور ماں سے کہہ دیا کہ ہم تم سے خدا کے ہاں ملیں گے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک قصہ سینٹ سی لیون اسٹائی لائیٹس کا ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر ستائیس سال غائب رہا۔ باپ اس کے غم میں مر گیا ماں زندہ تھی بیٹے کی ولایت کے چرچے جب دور نزدیک پھیل گئے تو اس کو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے بے چاری اس سے ملنے کے لئے اس کی خانقاہ پر پہنچی مگر وہاں کسی عورت کو داخلہ کی اجازت نہ تھی اس نے لاکھ منت سماجت کی کہ اے بیٹے یا تو تم مجھ کو اندر بلا لو یا باہر نکل کر اپنی صورت دکھا دو۔ مگر بزرگ صاحب نے ملنے سے انکار کر دیا۔ تین رات اور تین دن وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہی اور آخر کار وہیں لیٹ کر اس نے جان دے دی تب پیر صاحب نکل کر باہر آئے ماں کی لاش پر آنسو بہائے اور اس کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

ایسی ہی بے دردی ان ولیوں نے بہنوں کے ساتھ اور اپنی اولاد کے ساتھ برتی ایک شخص میوٹیس کا قصہ ہے کہ وہ خوشحال اور امیر آدمی تھا۔ اچانک اس پر نام نہاد مذہبی جذبہ طاری ہوا اور وہ اپنے آٹھ سال کے اکلوتے بیٹے کو لے کر ایک دربار میں پہنچا وہاں اس کی روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیٹے کی محبت دل سے نکال دے اس لئے پہلے تو بیٹے کو اس سے جدا کر دیا گیا پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک مدت تک طرح طرح کی سختیاں اس معصوم بچے پر کی جاتی رہیں اور وہ سب کچھ دیکھتا رہا پھر دربار کے شیخ نے اسے حکم دیا کہ اسے لے جا کر اپنے ہاتھ سے دریا میں پھینک دے جب وہ اس حکم کی تعمیل کے لئے بھی تیار ہو گیا تو عین اس وقت راہبوں نے بچے کی جان بچائی جب وہ اسے دریا میں پھینکنے لگا تھا اس کے بعد تسلیم کر لیا گیا کہ وہ واقعی ولایت کو پہنچ گیا ہے

عیسائی رہبانیت کا نقطۂ نظر ان معاملات میں یہ تھا کہ جو شخص خدا کی محبت چاہتا ہو اسے انسانی محبت کی وہ ساری زنجیریں کاٹ دینا چاہئیں جو دنیا میں اس کو اپنے والدین، بھائی بہنوں اور بال بچوں اور رشتہ داروں کے ساتھ باندھ کر رکھتی ہیں۔ سینٹ جیروم کہتا ہے کہ اگر تیرا بھتیجا تیرے گلے میں بازو ڈال کر تجھ سے لپٹے اگر تیری ماں اپنے دودھ کا واسطہ دے کر تجھے روکے اگرچہ تیرا باپ تجھے روکنے کے لئے تیرے آگے لیٹ جائے پھر بھی تم سب کو چھوڑ کر اور باپ کے جسم کو روند

کر ایک آنسو بہائے بغیر صلیب کے جھنڈے کی طرف دوڑ جا۔ اس معاملہ میں بے رحمی
ہی اصل تقویٰ ہے سینٹ گریگوری اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک نوجوان راہب
ماں باپ کی محبت دل سے نہ نکال سکا اور ایک رات چپکے سے بھاگ کر ان سے
مل آیا۔ خدا نے اسے قبول نہ کیا۔ بار بار قبر میں ڈالا جاتا اور زمین اسے نکال کر باہر پھینک
دیتی آخر کار سینٹ بینی ڈکٹ نے اس کے سینے پر تبرک رکھا تب قبر نے اسے قبول کیا
ایک راہبہ کے بارے میں رائٹر نے لکھا ہے کہ وہ مرنے کے بعد تین دن عذاب میں
اس لئے مبتلا رہی کہ وہ اپنی ماں کی محبت دل سے نہ نکال سکی تھی ایک ولی کی تعریف
میں لکھا ہے کہ اس نے کبھی اپنے رشتہ داروں کے سوا کسی کے ساتھ بے دردی نہیں برتی

اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ بے رحمی، سنگدلی اور قساوت برتنے
کی جو مشق یہ لوگ کرتے تھے اس کی وجہ سے ان کے انسانی جذبات مر جاتے ہیں اور اسی کا
نتیجہ تھا کہ جن لوگوں سے ان کو مذہبی اختلاف ہوتا تھا ان کے مقابلہ میں یہ ظلم و ستم کی انتہا
کر دیتے تھے چوتھی صدی تک عیسائیت میں نوے فرقے پیدا ہو چکے تھے۔ سینٹ
آگسٹائن نے اپنے زمانہ میں اٹھاسی فرقوں کے نام گنائے ہیں یہ فرقے ایک
دوسرے کے خلاف سخت نفرت رکھتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس
نفرت کی آگ کو بھڑکانے والے راہب ہی تھے۔ اور اس آگ میں مخالف گروہوں کو
جلا کر خاک کر دینے کی کوششوں میں بھی راہب ہی پیش پیش ہوتے تھے۔ اسکندریہ
اس فرقہ وارانہ کشمکش اور مناظرہ بازی کا اڈہ تھا۔ وہاں پہلے ایرین فرقہ کے بشپ
نے اتھاناسیوس کی پارٹی پر حملہ کر دیا۔ اس کی خانقاہوں سے کنواری راہبات پکڑ پکڑ کر
نکالی گئیں ان کو ننگا کر کے کانٹے دار شاخوں سے پیٹا گیا اور ان کے جسم پر داغ لگائے گئے
تاکہ وہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں۔ پھر جب مصر میں کیتھولک گروہ کو غلبہ حاصل
ہوا تو اس نے ایرین فرقہ کے خلاف یہی سب کچھ کیا حتیٰ کہ غالب خیال یہ ہے کہ خود
ایری کو بھی زہر دے کر مار دیا گیا۔ اسی اسکندریہ میں ایک مرتبہ سینٹ سائرل کے
مرید راہبوں نے ہنگامہ عظیم برپا کیا۔ یہاں تک کہ مخالف فرقہ کی ایک راہبہ کو پکڑ کر اپنے
کلیسائی دربار میں لے گئے اور اسے قتل کرا دیا۔ اس کی لاش کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالی اور

Marfat.com

پھر اسے آگ میں پھینک دیا۔ روم کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا ۳۶۶ء میں پوپ لبر
کی وفات پر دوگروہوں نے پاپائی کے لئے اپنے اپنے امیدوار کھڑے کئے دونوں کے
درمیان سخت خونریزی ہوئی۔ حتیٰ کہ ایک دن میں صرف ایک چرچ سے ایک سو تینتیس
لاشیں لگائی گیئں۔

اسلامی مراکز بدمعاشی کے اڈے بن گئے

اس ترک و تجرد اور فقر و درویشی کے ساتھ دولت دنیا سمیٹنے میں بھی کمی نہ کی گئی پانچویں صدی کے آغاز میں حالت یہ ہو چکی تھی کہ روم کا بشپ بادشاہوں کی طرح اپنے محل میں رہتا تھا۔ اور اس کی سواری جب شہر میں نکلتی تھی تو اس کے ٹھاٹھ باٹھ قیصر بادشاہ کی سواری سے کم نہ ہوتے تھے۔ سینٹ جیروم اپنے زمانے میں شکایت کرتا ہے کہ بہت سے مذہبی لیڈروں کے کھانوں پر دعوتیں اپنی شان میں گورنروں کی دعوتوں کو شرماتی ہیں۔ خانقاہوں اور درباروں کی طرف دولت کا بہاؤ ساتویں صدی تک سیلاب کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ یہ بات عوام کے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ جس کسی سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو جائے اس کی بخشش اور مغفرت کسی نہ کسی ولی اور بزرگ کی درگاہ پر نذرانہ چڑھانے یا کسی خانقاہ یا چرچ کی بھینٹ دینے سے دور ہو سکتی ہے اس کے بعد وہی دنیا راہبوں کے قدموں میں آ رہی جس سے فرار کا راستہ اختیار کیا گیا تھا۔ خاص طور پر جو چیز اس تباہی کی موجب ہوئی وہ یہ تھی کہ راہبوں کی غیر معمولی ریاضتیں اور ان کی نفس کشی کے کمالات دیکھ کر جب عوام میں ان کے لئے بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی تو بہت سے دنیا پرست لوگ لباس درویشی پہن کر راہبوں اور راہبات کے گروہوں میں شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے ترک دنیا کے بھیس میں کسب دنیا کا وہ کاروبار چمکایا کہ بڑے بڑے نفس پرست اور طالبین دنیا ان سے مات کھا گئے۔

عفت کے معاملہ میں بھی فطرت سے لڑ کر رہبانیت نے بار بار شکست کھائی خانقاہوں، درباروں اور درگاہوں میں نفس کشی کی کچھ مشقیں ایسی بھی تھیں جن میں

راہب اور راہبات مل کر ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بسا اوقات [illegible] کے لئے ایک ہی بستر پر رات گزارتے تھے۔ مشہور راہب سینٹ ایواگریس بڑی تعریف کے ساتھ فلسطین کے ان راہبوں کے ضبطِ نفس کا ذکر کرتا ہے جو اپنے جذبات پر اس قدر قابو پا گئے تھے کہ عورتوں کے ساتھ ایک جگہ غسل کرتے تھے۔ ان کے [illegible] لمس سے حتیٰ کہ ان کے ساتھ ہم آغوشی سے بھی ان کے اوپر فطرت کبھی ان لوگوں سے [illegible]

انتقام لئے بغیر نہیں رہتی جو اس سے جنگ کریں۔ [illegible] کر دی گئی کہ وہ بہت بڑا بدکاری کا اڈہ بن گیا۔ رہبانیت [illegible] کے جس گڑھے میں پادری اس کی داستان آٹھویں صدی سے [illegible] تاریخ کا بدنما [illegible] داغ ہے۔ دسویں صدی کا ایک [illegible] بشپ [illegible] میں مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے خلاف بدچلنی [illegible] کا قانون عملاً جاری کر دیا جائے تو لڑکوں کے سوا [illegible] صرف بچوں کو بھی مذہبی خدمات سے [illegible] رہنے کا [illegible] تو شاید چرچ کے خادموں میں کوئی لڑکا بھی باقی نہ رہے [illegible] کی کتابیں ان شکایتوں سے بھری پڑی ہیں کہ رہبات کی [illegible] ہیں۔ ان کی چار دیواریوں میں بچے پیدا شدہ بچوں کا قتل [illegible] اور [illegible] مذہبی [illegible] میں [illegible] فطرت کے خلاف جرائم [illegible] پھیل گئے ہیں [illegible] کی رسم بدکاری کا ذریعہ بن کر رہ گئی۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ [illegible] کی بدعت ایجاد کرنے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرنے کا [illegible] کس بگاڑ کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس سے [illegible] اور ازدواجی زندگی کے تعلقات خراب [illegible] کا دین اسلام فطرت انسانی کے تقاضوں [illegible] کرنے اور انسانی فطرت سے مقامات اور [illegible]

کر لیا جس کو اسلام نے خود غیر اسلامی اور خود ساختہ دین کہا تھا۔ اس سے اندازہ
کر لینا چاہیئے۔ کہ حضور اور آپ کے صحابہ نے جس اسلام کی اشاعت کر کے ان
بدعات خرافات اور قیاسات کو دفن کیا تھا صافی اور خالص اسلام پیش
کیا تھا۔ آج پھر کچھ بادشاہ اور سردار کچھ پیر اور عالم اسی رہبانیت کو ایک جعلی
اسلام کے نام سے دنیا کو اس کی طرف بلا رہے ہیں اگر یہ چیزیں پہلے اسلام نہ
تھیں تو آج ان کو کیسے اسلام کہا جا سکتا ہے؟

معاشیات بھی دین ہے

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (۲۱۹/۲)

"اے رسول آپ سے آپ کے ساتھی سوال کرتے ہیں کہ ہم کہاں تک اپنا مال و دولت خرچ کریں؟ ان کو حکم دے دو کہ اپنی ضرورت سے زائد سب کا سب"

افسوس لوگوں نے فرقہ بندی کی وجہ سے اس حکم کو بھی بدل لیا۔ حالانکہ

قرآن کی مذکورہ آیت کی روشنی میں کارخانوں اور جاگیروں، مکانوں اور دکانوں میں یہ اصلاحات کی جانی چاہئیں۔ جمہوریہ ایران نے ان اصلاحات کو قبول کر کے عوام میں تقسیم دولت کے ایک وعدہ کو پورا کر دیا ہے۔

۱۔ کارخانوں میں نفع نقصان کے طور پر تین حصے مقرر کئے جائیں۔ ایک حصہ مالک کارخانہ، دوسرا حصہ مزدور عوام، تیسرا حصہ حکومت بطور ٹیکس۔

۲۔ پچیس ایکڑ سے زائد زمینوں کو ضبط کر کے چھوٹے کاشتکاروں اور بے مالک کاشت کاروں میں تقسیم کیا جائے۔

۳۔ جن سرمایہ داروں کے پاس دو سے زائد مکان ہوں یا دو سے زائد دکانیں ہوں تو ان سب کو ضبط کر کے غریب عوام میں تقسیم کیا جائے۔

۴۔ علاج اور تعلیم کے اخراجات حکومت خود برداشت کرے اس مقصد کے لئے جگہ جگہ ہسپتال کا قیام ضروری ہے۔

۵۔ ہر خاندان میں پیدا ہونے والے بچے کا بالغ ہونے تک وظیفہ اور الاؤنس مقرر کیا جائے۔ اس وظیفہ میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہ ہو۔

اگر اسلام کے طریقہ کو اپنایا جائے تو کمیون ازم اور کیپیٹل ازم اپنی موت خود مر سکتے ہیں۔ پھر کسی کا نعرہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

ہماری اصل حیثیت

قرآن کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ نے ہر قسم کے قصاصی وراثتی حرام و حلال نماز زکوٰۃ، حج اور روزہ کے تمام احکام تمام نبیوں کو یکساں قسم کے بھیجے تھے ان میں کوئی فرق نہ تھا سوائے ہنگامی قوانین کے ایک ہی دین اور نظام تھا جو سب رسولوں اور نبیوں کو دیا گیا تھا۔ ہر رسول نے اپنے پیش رو انبیاء کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ ان پر نازل شدہ دین کی بھی تصدیق کی اور کہا کہ میں تمہارے لئے کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا بلکہ ان ہی نبیوں کا دین ہے جن پر تم ایمان رکھتے ہو نئی دفعہ نبی آنے اور دین نازل کرنے کا صرف یہ مقصد ہے کہ تم نے اپنے پہلے نبیوں کے دین میں سے بہت سا حصہ ضائع کر دیا ہے یا تبدیل کر لیا ہے۔ اللہ کی کتاب میں ترامیم کر کے اس میں انسانی کلام کو شامل کر لیا ہے۔ لہٰذا اب یہ اللہ کا مکمل دین نہیں رہا اس لئے اللہ کو نیا رسول اور پہلے ہی دین کو نئے سرے سے نازل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

بعض لوگوں نے ایک مہمل اور غلط رائے کا گمان کیا ہے کہ اسلام چودہ سو سال سے آ رہا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ یا یہ کہ اسلامی حکومت تیرہ سو سال پہلے قائم تھی یہ بھی غلط ہے۔

اسلامی حکومت حضرت آدم سے اب تک بہت سے ادوار میں قائم رہی ہے اور آئندہ بھی قائم رہے گی۔ پس طاقت سے کسی وقت شرک اور مشرکین غالب آجاتے ہیں اور کبھی اسلام اور مسلمین غلبہ پا لیتے ہیں اور اس طرح نظام شرک کو بیخ دین سے اکھاڑ

دیا جاتا ہے یہ کشمکش اور جنگ ابتدا سے ہے اور انتہا تک قائم رہے گی اسی میں لوگوں کی آزمائش ہے۔ اسی سے کھرے اور کھوٹے افراد معلوم کئے جاتے ہیں یہ ایک کسوٹی ہے جس سے کھرے اور کھوٹے سونے چاندی کا پتہ چلتا ہے۔

قرآن ایک آخری کسوٹی ہے جس پر پچھلے تمام مسائل اور ادیان کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا دین پہلی کتابوں میں محفوظ رہ گیا ہے اور کتنا دین لوگوں نے تبدیل کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شروع سے ایمان لانے والے لوگوں کا نام مسلمان یا مسلم رکھا ہے۔ اور دین کا نام اسلام رکھا ہے اور ایمان والی امت کا نام مسلمان امت یا مسلم قوم رکھا ہے۔ لیکن شروع سے کچھ لوگوں نے فرقہ بندی کو پسند کیا اور اپنے دیگر مختلف نام رکھ لئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین کے مختلف حصے الگ لوگوں کا دین بن گئے۔ قرآن کی درج ذیل آیات اس سلسلہ میں ہماری مدد کرتی ہیں جن میں خالص دعوت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ان آیات سے تمام شبہات دور ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ (قرآن ۳/۱۹)

یہ بات قطعی ہے کہ اللہ کے نزدیک دین اور نظام صرف اسلام ہی رہا ہے اس سے ہٹ کر جن لوگوں نے جو مختلف طریقے اختیار کئے اور کتاب کو انداز کیا ان کی کارروائی اس کے سوا اور کوئی نہ تھی کہ وہ علم کی موجودگی میں خود ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کا پروگرام رکھتے تھے۔

Marfat.com

۲- هُوَ سَمّٰاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا - (الحج - ۷۸)

اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان اور مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی یہی ہے۔

۳- سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرَاهِيْمَ ٥

(قرآن ۳۷/۷۹-۸۳)

تمام دنیا والوں میں حضرت نوح پر سلامتی ہے ابراہیم بھی ان کے طریقہ پر چلنے والا تھا۔

۴- شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ - (شوریٰ - ۱۳ - ۱۴)

اللہ نے تمہارے لئے اسی دین (اسلام) کی وصیت کی ہے جس کا حکم نوح کو دیا گیا تھا۔ اور اب جس کو (اے رسولؐ) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیج رہے ہیں۔ جس کا حکم ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ مسیح کو دے چکے ہیں۔ حکم تو یہی تھا کہ اسی کو لوگوں پر نافذ کیا جائے اور اس میں فرقے نہ بنائے جائیں۔ اس بات سے مشرکین کو بہت تکلیف ہوئی ہے جو وحی کے ذریعہ آپ کو بھیجی جارہی ہے۔ لوگو! تم فرقہ بندی اور فرقہ پرستی میں نہ پڑو جبکہ علم تمہارے پاس موجود ہو یہ فرقہ بندی تم نے اس لئے اختیار کی ہے کہ تم ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

۵- قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ

عِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ (بقرہ ۲/۱۳۶-۱۳۷)

(اے رسولؐ) اعلان کرو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس دین پر بھی جو ہماری طرف نازل ہوا ہے یہی دین (اسلام) ابراہیم، اسماعیل، اسحاق یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوا تھا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ مسیح پر اور تمام نبیوں پر اپنے رب کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ ہم کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کر سکتے۔ ہم تو صرف اللہ کی طرف سے مسلمان یا مسلم ہیں (اور کچھ نہیں)

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ (قرآن ۹۸/۴-۵)

(اے رسول تجھ سے پہلے) جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں آپس میں فرقہ پرستی نہیں تھی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (سیدھا راستہ) واضح طور پر موجود تھا انہوں نے فرقہ بندی کی حالانکہ انہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ یہی حکم تھا کہ تم صرف اللہ کی غلامی کرو (یعنی فرقہ بندی نہ کرو) اپنے دین کو یکسو ہو کر اس کے لئے خالص رکھو (یعنی دین میں فرقے بنا کر ملاوٹ نہ کرو)

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ - (قرآن ۶/۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین و نظام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر وہ لوگ فرقوں میں تقسیم ہو گئے (اے رسول) ان کے ساتھ آپ کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے جو کچھ آج کر رہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس پر سزا دے گا

فرقہ پرستی کی مذمت

۱۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

(الفرقان۔ ۳۰)

(قیامت کے دن) رسول یہ بات کہے گا کہ اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو تضحیک اور مذاق بنا لیا تھا۔

۲۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (القصص۔ ۴)

واقعہ یہ ہے کہ شاہ فرعون نے زمین (یعنی ملک مصر) میں بغاوت اور شرک اختیار کیا۔ اس کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک فرقہ کو وہ ذلیل کرتا تھا۔ اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ حقیقت میں وہ مفسد اور مشرک تھا۔

۳۔ اُتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۝

(اعراف۔ ۱۷۶)

اے رسولؐ! ان لوگوں کے سامنے اس شخص کا حال بیان کر جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ اس علم کی پابندی سے نکل بھاگا۔ شیطان اس کے پیچھے پڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ گمراہ اور مشرک ہونے والوں میں شامل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے اس علم کے

ذریعہ بلند مقام عطا فرما دیتے مگر وہ تو زمین یعنی (شرک) کی طرف مائل
ہی رہا۔ آخر کار اس کی حالت کتے کی سی کردی گئی اگر تم اس پر حملہ
کرو تب بھی وہ زبان لٹکائے رکھتا ہے اور اگر اسے چھوڑے رکھو تب
بھی یہی حالت رہتی ہے۔ یہی مثال ان لوگوں (یعنی علماء اور لیڈران)
کی ہے جو ہمارے علم اور احکام کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔

۴۔ وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي
قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ط وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا
مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ (الحدید۔ ۲۷)

ان سب کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا۔ اس کو انجیل دی جن لوگوں
نے اس کے احکام کی اطاعت کی ان کے دلوں میں ہم نے خوف اور رحم دلی
ڈال دی۔ رہبانیت (خودساختہ غیر اسلامی قوانین) کو انہوں نے خود ایجاد
کر لیا۔ حالانکہ ہم نے ان کو ان پر فرض نہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے خود ہی (اپنی
خواہش نفس سے) خدا کی رضا اور خوشی کی وجہ سے یہ بدعت اور شرکیہ
حرکت نکال لی۔ (حقیقت میں اکثر لوگ فاسق اور ظالم تھے)

۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ..... مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ○ (التوبہ۔ ۳۴۔ ۳۵)

اے مسلمان لوگو یاد رکھو! ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور پیروں
کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کے مال و دولت کو باطل اور ناجائز طریقوں
سے کھاتے ہیں اور وہ ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتے
ہیں۔ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جو سونے اور چاندی

(یعنی مال و دولت) کو محض جمع کر کے رکھتے ہیں اور وہ خدا کی راہ میں (یعنی مستحق لوگوں میں) خرچ نہیں کرتے۔ ایک وقت آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ تپائی جائے گی پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغدار کیا جائے گا (اور کہا جائے گا) کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے محض اپنے لیے جمع کیا تھا اب تم اپنے سمیٹے ہوئے خزانہ کا مزا چکھو۔

۶۔ اے نبیؐ! ان لوگوں سے اس بستی کا حال پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی۔ ان کو یاد کراؤ وہ واقعہ جب وہاں کے لوگ سبت (ہفتہ) کے دن خدا کے احکام اور فرامین کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ یہ کہ مچھلیاں سبت کے دن اُبھر اُبھر کر سطح پر ان کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ ان کی نافرمانیوں اور بغاوتوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہا تھا۔ ان میں سے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا اور سزا دینے والا ہے۔ داعی حضرات کی جماعت نے جواب دیا تھا کہ ہم یہ سب کچھ تمھارے رب کے حضور اپنی محبت اور معذرت اور صفائی کے لیے پیش کر رہے ہیں اور اس امید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ آخر کار جب ظالم لوگوں نے اس کی ہدایات اور احکام کو فراموش کر دیا کہ جن کی پابندی کا مطالبہ کیا گیا تھا ہم نے باقی اسی جماعت کو بچا لیا جو لوگوں کو ظلم اور بُرائی سے روکتی تھی باقی سب ظالم اور نافرمان لوگوں کو سخت عذاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان کو بہتیرا روکا گیا مگر وہ اپنی سرکشی اور بغاوت میں بڑھتے ہی چلے گئے اس پر ہم نے ان کے ذلیل و خوار بندر بن جانے کا حکم دے دیا۔ (اعراف۔ ۱۶۳ تا ۱۶۶)

۷۔ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے مظالم اور جرائم پر عام لوگوں کو سزا نہیں دیتا جب تک ایسے حالات نہ ہوں کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے فحش اور بے شرمی کے کام کو نہ دیکھ

لیس اور پھر ان کاموں کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی نفرت نہ کریں۔ پس جب لوگوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خاص و عام کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے (حدیث) معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اس واقعہ کے لوگوں کو دو قسطوں میں عذاب دیا اور کھلی کھلی نافرمانی کرنے والوں کو ہلاک کرنے اور پھر اس سے کم کی نافرمانی پر بندر بنانے کی سزا دی۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ اللہ نے حجرہ نشین لوگوں اور بدکاروں کی بدکاریوں پر خاموشی اختیار کرنے والوں کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیا صرف ان لوگوں کو بچایا گیا جو بدکاریوں اور برائیوں پر لوگوں کو روکتے رہے۔

۸۔ جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا انھوں نے اس کے احکام پر عمل نہ کیا۔ ان لوگوں کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں (مگر اس نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا ہو) ان لوگوں کی تو اس سے بھی بری مثال یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اے نبی ان سے کہہ دو کہ یہودی بن جانے پر تم کو یہ فخر، تکبر اور گھمنڈ ہے کہ باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے لیے مقدس چہیتے اور پیارے ہو (جن پر جنت حلال ہے) اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو) تو موت کی تمنا کرو لیکن تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہرگز تمنا نہ کرو گے۔

۹۔ اے نبیؐ! ان سے کہہ دو کہ موت سے تم بھاگنا چاہتے ہو مگر وہ آکر رہے گی اور پھر اللہ کے حضور پیش کیے جاؤ گے۔ اللہ تمھاری کمائی تم کو بتا دے گا (جمعہ ۵ تا ۸)

۱۰۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ ۳)

آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت ختم کر دی تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا

اللہ تعالیٰ نے بار بار انبیاء کے دور میں اسلامی نظام کی تکمیل کی ہے۔ جب بھی اسلام کے اکثر احکام کو گم کر دیا گیا۔ الہامی کتابوں میں رد و بدل کیا گیا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی نہ کسی رسول کے ذریعے نئے سرے سے تکمیل کر دی۔ حضورؐ کو جب رسالت دی گئی تو

تو اس وقت حضرت ابراہیم پر نازل شدہ الہامی کلام تبدیل کر دیا گیا تھا۔

۱۱- وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ (آل عمران - ۸۵)

اے یہودیو اور عیسائیو! جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین اور نظام کو اختیار کرے گا اس کا وہ نظام قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام اور خاسر ہوگا۔

۱۲- وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ٥ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ٥

اے رسولؐ - اعلان کر دو کہ میں تو لوگوں کو ڈرانے والا ہوں۔ یہ اسی طرح کی ہدایت ہے جیسی ہم نے ان فرقہ پرستوں کی طرف پہلے بھیجی تھی جنہوں نے اپنے قرآن (یعنی اپنی الہامی کتابوں کی تعلیم) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

۱۳- وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ۔

(القصص - ۹۱ تا ۹۲)

اے رسولؐ تم بتا دو کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان بن کر رہوں اور یہ قرآن پڑھ کر سناتا رہوں۔

۱۴- وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ ۔۔۔

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

(یونسؑ - ۷۱-۷۲)

اے رسولؐ! ان کو نوحؑ کا قصہ سناؤ - ایک وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا۔۔۔

(تبلیغی کام پر) میری اُجرت اور مزدوری صرف اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود مسلمان بن کر رہوں

۱۵۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (البقرہ ۔ ۱۲۸)

یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر (یعنی خانہ کعبہ مکہ) کی دیواریں بنا رہے تھے وہ دُعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مسلمان بنائے رکھ۔ ہماری نسل سے ایک ایسی قوم بنائے رکھ جو صرف مسلمان فرقہ ہو۔

۱۶۔ وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝ (یونس ۔ ۸۴)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ لوگو! اگر تم واقعی اللہ پر ایمان لے آئے ہو اور مسلمان ہو تو پھر اسی پر بھروسہ کرو

۱۷۔ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ۔ ۱۳۶)

اے یہودیو اور عیسائیو۔ تم یہی بات کہو کہ ہم اس کے لیے صرف مسلمان ہیں (نہ کہ یہودی اور عیسائی)

۱۸۔ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْہَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝ (المائدہ ۔ ۱۱۱)

جب ہم نے عیسیٰؑ کے دور میں حواریوں کو اشارہ کیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ۔ تب انھوں نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں تم گواہ رہو۔ اب ہم صرف مسلمان ہیں۔

۱۹۔ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (الانعام ۔ ۱۴)

اے رسولؐ! اعلان کر دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلم اور مسلمان ہوں۔

۲۰۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۔ ۱۰۳)

سب مسلمان مل کر اللہ کی رسی (یعنی اسلام) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ بندی اختیار نہ کرو

۲۱۔ یَاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط (النساء ۔ ۱۷۱)

اے یہودیو اور عیسائیو! اپنے دین (اسلام) میں غلو اور کمی بیشی نہ کرو۔ اللہ کی طرف حق اور صحیح کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔

۲۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ (انعام ۔ ۱۵۹)

بے شک لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ (اے رسول) آپ کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔

جملہ انبیاء ایک ہی دین اسلام لاتے

۲۳۔ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ (انبیاء ۔ ۹۳)

مگر (یہ لوگوں کی کارستانی ہے) کہ انہوں نے آپس میں اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سب کو ہماری طرف ہی لوٹ آنا ہے (پھر انھیں مزا چکھایا جائے گا)

۲۴۔ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ۔ (البقرہ ۔ ۲۱۳)

اور ان لوگوں نے اختلاف نہیں کیا مگر وہ لوگ جن کو کھلی کھلی ہدایت آ چکی تھی اس کے باوجود حق اور ہدایت کو چھوڑ کر اس لیے اختلاف کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا اور زیادتی کرنا چاہتے تھے۔

۲۵۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ (انفال ۔ ۴۶)

اے لوگو! تم آپس میں فرقہ بندی نہ کرو۔ ورنہ (فرقہ بندی) سے تم کمزور

ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اور رعب و داب ختم ہو جائے گا۔"

۲۶۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ

مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَٰتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران ۱۰۵)

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف بن گئے۔ حالانکہ ان کے پاس صاف صاف حکم پہنچ چکا تھا ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

۲۷۔ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

فَرِحُونَ ۝ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ

لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ۝

یہودیوں اور عیسائیوں نے ابعد ازیں اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اپنے دین کے ایک ایک حصہ پر عمل کیا دوسرے حصوں کو چھوڑ دیا۔ ہر فرقے کے پاس جو دین کا حصہ ہے وہ اسی میں مگن اور مست ہے (یعنی اسی کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے) (اے رسول اگر یہ نہیں مانتے) تو ان کو ایک خاص وقت تک غفلت میں چھوڑ دو۔ کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو مال و دولت اور اولاد ان کو دی جا رہی ہے۔ وہ بھلائیاں اور نیکیاں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اصل زندگی کا شعور اور ادراک نہیں رکھتے

۲۸۔ قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم

مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا ۔۔۔۔ (یونس ۔ ۵۹)

اے رسولؐ! ان سے پوچھئے کہ تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہارے لیے اُتارا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال مقرر کر لیا۔ کیا اللہ نے تم کو اجازت دے دی یا تم اللہ پر افترا اور بہتان باندھ

رہے ہو؟

۲۹. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ
لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰی (المائدہ ۔ ۱)

اے مسلمان لوگو! اللہ کے حکم پر سچائی اور انصاف کی گواہی دینے والے بن کر رہو۔ کسی قوم فرقہ گروہ یا کسی شخص کی (ذاتی) دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف اور عدل چھوڑ دو بالکل عدل اور انصاف کرو (اگرچہ تمہارے ہی فرقہ یا آدمی کے خلاف مقدمہ ہو)

فرقے پیدا کرنے کی ضرورت

۳۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ
وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ
بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (البقرہ ۔ ۲ ۔ ۱۱)

جو لوگ (علما اور حکمران طبقہ) ان احکام اور قوانین کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں۔ وہ تھوڑے سے دنیاوی فائدوں اور لذتوں کی خاطر انہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں دراصل وہ اپنے پیٹوں میں آگ اور نار بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے بات تک نہ کرے گا۔ نہ ان کو (آگ کے عذاب سے) پاکیزہ رکھے گا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

۱۱- وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ
وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ٥ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ
بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ٥ (السجدہ - ۲۳ - ۲۴)

اس سے پہلے ہم موسیٰ کو کتاب دے چکے ہیں۔ لہٰذا اس چیز کے ملنے پر تم کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ اس کتاب کو آلِ اسرائیل کے لیے ہدایت اور اسلام بنایا تھا جب تک وہ صبر کرتے رہے۔ ہمارے احکام پر عمل کرتے رہے اس وقت تک ہم ان کو حکمران اور بادشاہ، خلیفہ اور امام بناتے رہے جو ہمارے احکام اور ہدایات کے مطابق حکم کرتے تھے بے شک تمہارا رب قیامت کے روز ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جس میں باہم اختلاف اور فرقہ بندی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

فرقہ پرستی کا انجام

فرقہ پرستی کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب حکمران اور
علماء اپنے اپنے فرائض کو پوری ذمہ داری سے پورا کریں علماء اعتدال اور
میانہ روی سے کام لیں اور حکمران خود دین و دنیا کی دوئی ختم کر کے خانہ
گھروں کو نہ صرف آباد کریں بلکہ قیادت خطابت اور امامت کے فرائض
سر انجام بھی دیں حکومت کا صدر اس کے مرکزی وزراء صوبائی، ضلعی تحصیلی
اور شہری حکام اور سربراہ منتخب مساجد میں خطاب بھی دیں اور امامت
بھی کرائیں کم از کم اگر خطبات کا کام سنبھال لیں تو فرقہ بندی میں بہت
تک فرق پڑ سکتا ہے۔

اسلام نے مسلم حکمرانوں کو ہی اس کام پر مقرر کیا ہے یہ ایک الگ
مسئلہ ہے کہ حکمران اس مسئلہ کو اپنے لئے فرض نہیں سمجھتے۔

بعض علماء نے بھی یہ مشہور کر رکھا ہے۔ کہ جب افسر اور حاکم کی داڑھی
نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

افسوس معروف اور غیر معروف احکام میں فرق نہیں کیا جاتا
اور اسلام سے واقفیت حاصل نہیں کی جاتی۔ اکثر مسلمان اپنے فرقہ

نظریہ میں اپنی نجات سمجھتے ہیں اور اسی نظریہ میں بگٹٹ چلے جا رہے ہیں۔

وہ یہ بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں کہ حضورؐ کے دور میں کونسا فرقہ تھا؟ کونسا امام تھا۔ صحابہ کرام کے دور میں کون سے فرقے تھے؟ کیا اس وقت کوئی شیعہ یا زیدیہ تھا؟ کیا کوئی حنفی یا شافعی کہلاتا تھا۔ کیا کوئی مالکی اور حنبلی تھا؟ کیا کوئی اہل قرآن یا اہل حدیث تھا۔ کیا بریلوی اور دیوبندی کا چکر تھا؟

کیا احمدی اور محمدی نام کے گروہ تھے؟ آخر وہ کونسا فرقہ تھا۔ جس پر مسلمان دعویٰ کرتے تھے۔ اگر آپ سے سوال کیا جائے تو آپ خود کہیں گے کہ وہ دور پاکیزہ دور تھا۔ اس وقت صرف مسلمان کہلانا قابل فخر تھا۔

تمام مسلمان مسلم فرقہ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ آج اب پوری مسلم قوم فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ فرض اور مؤکدہ احکام کو نفل قرار دیا گیا ہے اور نفل احکام کو فرض قرار دیا جا رہا ہے۔ نور و بشر غیب حاضر ناظر اور فروعی مسائل میں قوم کو منتشر کر دیا ہے۔ جو قوم خدا کے باغیوں اور مشرکوں سے لڑنے کے لئے تیار کی گئی تھی وہ خود ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہی ہے ایک دوسرے کو کافر اور مشرک بنا رہی ہے۔ گویا مشرکوں کو بہترین موقع فراہم کر دیا گیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں کو دیکھ کر اپنی کامیابی کے گن گا رہے ہیں۔

(ہمارا فرض ہے کہ مسلم قوم کو وہی سبق دیں جو حضورؐ اور صحابہؓ نے دیا تھا مشرک کے مقابلہ پر ڈٹ جائیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں تاکہ اسلام کی گاڑی ٹھیک ٹھاک راستہ پر رواں دواں ہو جائے ہم سے جب کوئی پوچھے کہ تم کون ہو کونسا فرقہ اور امام ہے؟ تو کھلے دل

سے جواب دیں کہ میں صرف مسلمان ہوں فرقہ مسلمان ہے۔ میں تمام اماموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ سب سے استفادہ کرتا ہوں۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی، جو ہوتے مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں، کہیں ذاتیں ہیں
کیا دنیا میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
افسوس قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

نہیں ہے جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق شوق
امتی کہلا کے تو پیغمبر کو رسوا نہ کر
ہے فقط قرآن و سنت، امن و راحت کا طریق
فتنہ جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر
لا الٰہ سے پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ
بت شکن بن، دل میں آذر کے صنم پیدا نہ کر
تو خود اگر بت گر ہے غیروں پر یہ طنز و طعن کیوں؟
کر علاج شرک و بدعت، کفر کا شکوہ نہ کر

اسلام ایک عالمگیر نظام اور دین ہے جس نے عام اور ہنگامی حالات میں انسانی مسائل کا الگ الگ حل پیش کیا ہے۔ انسان کی آخرت کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے پر زور دیا ہے۔ لیکن کثیر انسانوں کی بدقسمتی اور بدبختی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر جہالت کو پسند کیا۔ سزا اور معیار کو نظرانداز کیا۔ حقیقت کو چھوڑ کر افسانہ کی پیروی کی وہم اور گمان کو یقینوں کا درجہ دیا۔ نفس پرستی اور دولت پرستی کو اپنا معیار بنا لیا۔ انسانی خدمت اور فلاح و بہبود کو چھوڑ کر صرف خود غرضی میں گرفتار ہوا۔

اسلام نے انسانی فلاح و بہبود بھلائی اور ترقی کو پیش نظر رکھ کر ایک ایک عمل کے لئے کئی کئی راستے اور احکام پیش کئے ہیں۔ جن میں سے ایک وقت میں صرف ایک عمل پر عمل کرنا فرض ہے۔

مثلاً نماز میں آمین کے بارے میں دو عمل ہیں آہستہ آمین اور ذرا بلند آواز سے آمین لیکن دونوں درست ہیں۔ نماز میں رفع یدین چار پانچ دفعہ ہے لیکن پہلی دفعہ لازمی ہے باقی قابل ثواب ہے اگر نہ کرے تو کوئی اعتراض نہیں۔ خود صحابہ میں ایک ایک یا دو دو یا تین تین دفعہ کرنے والے موجود تھے۔

نماز میں ہاتھ کے بارے میں تین اعمال ہیں۔ سینہ پر ہاتھ سینہ اور ناف کے درمیان ہاتھ اور ناف سے نیچے ہاتھ رکھنا یہ عمل درست ہے اگر کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے۔ پھر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اسی طرح نماز تراویح ہے۔ اس میں بہت سے اعمال ہیں ان سب کی حیثیت حضورؐ نے یہ کہہ کر واضح کر دی کہ اگر میری زندگی میں تراویح با جماعت پڑھی گئی تو فرض ہونے کا خطرہ ہے لہذا سب اکیلے اکیلے پڑھو

حدیث کی کتابوں میں یہ عمل حضورؐ اور صحابہ سے کافی دفعہ آیا ہے مثلاً آٹھ تراویح، دس تراویح، بیس تراویح۔ چھتیس تراویح، چالیس، اڑتالیس ساٹھ اور ستر تک کی روایات صحابہ سے ثابت ہیں۔ نفلی کام میں کمی بیشی کوئی جرم نہیں اگر نفلی کام کو کوئی نہیں کرتا تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں خواہ مخواہ اس معاملہ میں کسی پر فتویٰ لگانا درست نہیں۔ جنگ میں ایک رکعت نماز بھی پڑھی گئی اور دو رکعت بھی۔ ان میں سے کوئی عمل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ایک آدمی حضورؐ کے علم کو غیب سے منسوب کرتا ہے دوسرا اسی علم کو وحی الٰہی پکارتا ہے دونوں علم خاص پر ایمان رکھتے ہیں۔ الفاظ پر اختلاف ہے۔ اگر کوئی جھوٹی قسم کھالے توبہ کے لئے تین احکام ہیں۔ اگر کوئی اپنی بیوی کو ماں بہن کہہ دے تو اس سے کفارہ کے لئے تین احکام ہیں لیکن ایک وقت میں صرف ایک حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنے کا بھی عمل ہے اور بلند آواز سے پڑھنے کا بھی عمل ملتا ہے۔ دونوں درست ہیں۔ نماز ننگے سر اور کپڑا اوڑھ کر دونوں صورتوں میں جائز ہے داڑھی منڈانے پر بھی نماز ہو جاتی ہے۔ فرش اور ٹاٹ نہ ہونے کی صورت میں غلیظ جوتیوں کو مٹی سے رگڑ کر پاک کر کے جوتیوں سمیت اور جوتیاں اتار کر دونوں حالتوں میں حضورؐ اور صحابہ کے اعمال ملتے ہیں خود حجامت کے بارے میں حضورؐ کے اپنے چار اعمال ہیں۔ اسی طرح دوسرے بہت سے شعبوں میں کئی کئی اعمال ہیں لیکن ان کی وجہ سے فرقہ بندیاں قائم کر لی گئی ہیں۔ مسجدیں الگ جنازے الگ۔ بیاہ شادیاں الگ، کھانا پینا الگ اذانیں الگ اور بہت سے کام الگ الگ ہیں ایک دوسرے کو کاٹ کھا رہے ہیں جس کا نتیجہ

یہ نکلا ہے کہ غیر قوموں نے استحاد کا ثبوت دیا۔ اور ہماری ہوا اکھڑ گئی ہم پر نظام شرک مسلط کر دیا گیا۔

امام جعفر صادقؒ، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سب نے قرآن و حدیث سے مسائل کو اخذ کیا ہے لیکن قابل مذمت ہیں وہ اعمال جو ہم نے خود بنائے ہیں اور پھر ان کو یا تو قرآن و حدیث کے کھاتے میں ڈال دیا یا ان اماموں میں سے کسی نہ کسی کا حکم قرار دے دیا۔

(عقل مند آدمی کبھی فروعی مسائل کو ہوا دے کر فرقہ بندیاں پیدا نہیں کرتا۔ وہ تو جوڑنے کا کام کرتا ہے اور توڑنے سے امت کو بچاتا ہے ایک فکر اور نظریہ پر لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ ہمارے علما کی اکثریت مسلمانوں کو توڑنے کا کام کر رہی ہے۔ ہمارے نیک دل اور صالح حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ کی خاطر ان کے ظالمانہ اقدامات سے امت کو بچانے کی کوشش کریں) ورنہ کمیونزم اور کیپٹل ازم کا طوفان سب مسلمانوں کو تہس نہس کر دے گا۔ اور ہم ایک قصہ پارینہ بن کر رہ جائیں گے تاریخ میں یہ بات ثبت ہو جائے گی کہ مسلمان کتنے جاہل تھے جنہوں نے خود ظالموں کو دعوت دی اور اقتدار سے محروم ہو گئے

پہلے بھی اکثر فتنہ پرور علما کی وجہ سے مسلمان قوم میں تفرقہ بازی رہی اور دنیا میں اسلامی نظام قائم نہ ہو سکا۔ آج بھی یہی لوگ سب سے زیادہ رکاوٹ ہیں۔ ان لوگوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ کہ ان کی انا اور چودھراہٹ میں کوئی فرق نہ آئے ہر مسلم ملک

عموماً اور پاکستان خصوصاً اس وبا کا شکار ہے ایک ایک بستی اور ایک
ایک شہر انتشار کی مہلک مرض میں مبتلا ہے یہ سب کچھ ان کی ظالمانہ
کارروائیوں کا نتیجہ ہے گو حق پرست اور اعتدال پسند علما بھی ہیں لیکن
ان کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ان کے خلاف اس قدر فضا مکدر کر دی جاتی
ہے کہ مسلمانوں کے کثیر لوگوں کا ساتھ دینا ناممکن بنا دیا گیا اگر حکمران
اس طرف توجہ نہیں دیتے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس ظلم میں
برابر کے شریک ہیں۔

Marfat.com

مسلم اُمّت کا زوال

آیت اللہ مودودیؒ نے اپنی تصنیف تجدید و احیائے دین میں مسلمانوں کے زوال کے عمل کی نشاندہی کی ہے۔ انہوں نے مسلم سوسائٹی کے بگاڑ کی وجہ یہ بتائی کہ مسلمانوں نے اسلام کو جو ایک اجتماعی دین تھا انفرادی مذہب بنا یا اور ملوکیت کے آگے سر جھکا دیا جو غیر اسلامی چیز تھی مولانا کہتے ہیں کہ امّت مسلمہ کا مقصد شہادت حق دینا اور ان کے دین یا نظام حیات کو دنیا پر غالب کرنا تھا لیکن اُسے بھول کر مسلمان ایک قوم بن گئے حالانکہ وہ درحقیقت ایک بین الاقوامی تحریک تھے ان کی یہ حیثیت ختم ہو گئی اور پھر غلط فہمی سے تاریخ مسلمین کو تاریخ اسلام سمجھا گیا۔ مولانا تجدید و احیائے دین میں بگاڑ کی شروعات کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مملکت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اس لئے جاہلیت کو اسلام کے نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنا چاہا مگر وہ نہ رکا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے نکالنے کی کوشش

کی نگران کی جان کی قربانی بھی انقلاب معکوس کو نہ روک سکی اور آخر کار خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور ختم ہوگیا ملوکیت نے اس کی جگہ لی اور اس طرح حکومت کی اساس اسلام کی بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہوگئی اور سب سے بڑی مشکل بات یہ تھی کہ جاہلیت بے نقاب ہو کر سامنے نہ آئی تھی بلکہ مسلمان بن کر آئی تھی۔ اس انقلاب معکوس کا سب سے خطرناک پہلو یہ تھا کہ تین قسم کی جاہلیتوں، جاہلیت خالصہ یعنی الحادیا خدا فراموش جاہلیت مشرکانہ اور جاہلیت راہبانہ نے اپنی جڑیں پھیلانا شروع کر دیں اور ان کے اثرات روز بروز زیادہ ہوتے گئے۔ اس کے ساتھ ہی جاہلیت کے علوم و فنون بھی پھیلنے لگے جس نے اخلاق اور معاشرت کو غارت کر دیا اور غیر اسلامی فلسفوں اور رسوم و آداب نے مسلم سوسائٹی میں راہ پائی جو اسلام کی طرف منسوب تھے اور اس لٹریچر کے اثر سے مسلمانوں میں کلامیات کی بحثیں شروع ہو گئیں اعتزال کا مسلک نکلا زندقہ اور الحاد پر پرزے نکالنے لگا عقائد کی موشگافیوں نے نئے نئے مذہب پیدا کئے۔" مولانا نے اس دورِ زوال کے تصوّف کو جاہلیت راہبانہ کا نام دیا اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں۔

جاہلیت راہبانہ یا غیر اسلامی تصوّف نے سوسائٹی کے اچھے عناصر کو مارفیا کا انجکشن دے کر سن کر دیا۔ بادشاہی کے جاہلی نظام کو مضبوط کیا اسلامی معاشرہ میں تنگ نظری پیدا کی اور ساری دینداری کو چند خاص مذہبی اعمالوں میں محدود کر کے رکھ دیا۔ اس غلط تصوّف کے ذریعے مسلمانوں کو افیون کا چسکا لگایا گیا ہے اور اس کے قریب جانے سے ہی ان مزمن مرلضیوں اور چنیا بیگم یاد آجاتی ہے جو صدیوں ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی اشراقیت رواقیت، مانویت اور ویدانت کی آمیزش سے ایک عجیب تصوّف پیدا

ہو گیا تھا جسے اسلام کے نظام اعتقادی و اخلاقی میں ٹھونس دیا گیا اور جس کا اسلام کے عملی اعتقادی نظام سے کوئی ربط نہیں تھا اس کا رواج جتنا بڑھتا گیا زندگی بگڑتی چلی گئی۔ عقیدہ بھی کمزور ہوا اخلاق بھی ڈھیلے ہوئے اور حرارتِ عمل سرد ہو گئے۔"

دنیا کا کوئی غلط نظریہ ہو یا درست دونوں صورتوں میں اس کی نمائندگی اس کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں سے ہوتی ہے ہم عرصہ دراز سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف مسلم علما اور مفکرین مختلف گروہوں اور فرقوں سے چمٹ کر اپنی صلاحیتوں کو گم کیے بیٹھے ہیں اور پھر اس پر مستزاد ہے کہ اٹھانوے فی صد علما کے پاس کلی نظریہ کی دعوت و تبلیغ نہیں بلکہ اسلام کے خلاف ایک ایک حصہ کو لے کر کل سمجھا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بہت سے دائروں سے سلام کے اجتماعی اعمال خارج ہو چکے ہیں انہیں اب کبھی خیال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ وہ اتنا وقت ہی قربان کر سکتے ہیں کہ داؤد و سلیمان کی اجتماعی زندگیوں کا مطالعہ کر لیں یا پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے خلیفوں کی عملی زندگیوں کا جائزہ لے کر اپنے آپ کو اس قابل بنا لیں کہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چل کر خارداز زندگی میں وہ مقام حاصل کرنا چاہیے جس کو اس کا آقا پسندیدہ اور مطلوب سمجھتا ہے۔ جس کا اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے۔ جس قسم کی انسانی اصلاح اور درستی کا وہ مطالبہ کرتا ہے جس معاشرہ کو وہ پسند کرتا ہے جس قانون کا نفاذ وہ دیکھنا چاہتا ہے جس قسم کی تقسیم انسانوں کے درمیان وہ چاہتا ہے جس قسم کے قوانین کی حکمرانی کا وہ حکم دے کر امن و امان دیکھنا چاہتا ہے۔

ہمارے اکثر و بیشتر علما اور لیڈر ایسی زندگیوں سے نا مانوس ہیں دوسری طرف ہمارے حکمران اپنی انتظامیہ کے ذریعہ ایسے قانون پاس کرتے ہیں جیسے سیکولر ممالک کے حکمران اور ان کے قانون ساز ادارے کرتے ہیں جس قسم کی ان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تعلیم ہے اسی طرح کی تعلیم ہمارے مسلم نسل کو دی جا رہی ہے۔ ہماری عدالتوں کا نظم و نسق بھی سیکولر نظام کی عدالتوں سے کم نہیں۔

وہی ظالمانہ حیلے اور بے انصافیاں ہیں جو مادہ پرستوں کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ہم نہ صرف اپنے اصل آقا اور اصل عالمی حکمران سے دور ہیں بلکہ دنیا والوں کی اس ترقی اور اس انتظام اعلیٰ سے بھی دور ہیں جو ہمارے مخالفین کے ہاں پایا جاتا ہے۔ ہم اصلاح و ترقی اور فلاح و بہبود عامہ سے بھی عاری ہیں۔ ہمارے گرد و نواح اور دنیا کے عام ممالک میں انسانیت پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان کی امداد سے کوئی سروکار نہیں ہماری صنعتی اور زرعی پالیسیاں ایسی ناکام ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک صدی تک ترقی کی منازل میں ہم آگے نہیں بڑھ سکتے کم از کم ترقیاتی معیار جو جاپان، جرمنی فرانس اور چین میں پایا جاتا ہے اس معیار کو بھی اختیار کرنے سے کتراتے ہیں۔

ہمارے لیڈروں کو صرف ہر وقت یہ دھن سوار ہے کہ اقتدار اور حکمرانی کسی طرح محفوظ رہ سکے۔ باقی شعبوں میں اگر کمزوریاں پیدا بھی ہو جائیں یا پہلے کی طرح جمود کا شکار ہوں تو ان کو چھیڑنے کی چنداں ضرورت نہیں جدھر دیکھو سپر پاوروں کی غلامی کا پٹہ ہماری گردنوں میں لٹک رہا ہے فضول امور میں سر سے پاؤں تک جکڑے پڑے ہیں۔ قرضوں نے ہماری تجارت

دنیا کو برف کی طرح سرد بنا دیا ہے۔ سوچنے سمجھنے والے ادارے یوں ہاتھ
پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں جیسے ان کو کوئی ذمہ داریاں ہی نہیں سونپی گئیں
گر یہی حال باقی رہا اور ہم گروہوں اور پارٹیوں کی سوچ سے بلند ہو کر
پنی عملی زندگی اسلام کے مطابق نہیں بنائیں گے۔ تو پھر ہماری تباہی
یادہ دور نہیں۔ ظالم حکمران ہم پر اس طرح چڑھ دوڑیں گے جس
رح ٹڈی دل ہر سبزہ زار پر چڑھ دوڑتا ہے اور کوئی اس کا مقابلہ
رنے کے لیے تیار نہیں۔ ایٹم بم اور اسلحے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں

Marfat.com

اسلام آسان طریقہ کی رہنمائی کرتا ہے

خدا تمہارے لئے آسانی پیدا کرتا ہے نہ کہ دشواری۔ (قرآن)

حضورؐ نے معاذ اور ابو موسیٰؓ سے کہا کہ تم لوگوں کے عمل میں آسانیاں پیدا کرو دشواریاں کر کے لوگوں کو عمل سے متنفر نہ کرو۔ لوگوں کو انتشار اور اختلاف کے بجائے اتحاد اور اتفاق میں رکھو (حدیث)

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے کہ اسلام کی طرف سے جو بھی کسی کو عمل میں آسانی ہو سکتی ہے وہ لوگوں کو دی جائے لوگوں کو آسان عمل کے بجائے بھاری عمل کی دعوت نہ دی جائے۔ جن احکام میں اللہ نے اور اس کے رسول نے پسندیدہ عمل اختیار کرنے کی اجازت دی ہے ان کے بارے میں امت کا کون آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو اس اجازت کو ختم کر دے بعض علماء اور پیر حضرات عموماً بہت سے آسان اعمال لوگوں کو بتاتے نہیں اور اگر کوئی آدمی بتا دے تو وہ لوگوں کو اس سے پھیرتے ہیں۔ مسائل کو ان کے مقام سے مختلف غلط تاویلوں سے ہٹ کر غلط مطلب بتانے کی کوشش کی جاتی ہے

نماز کے اوقات

۱۔ نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گزر جانے پر (فجر۔ مغرب اور عشاء۔ (ھود۔ ۱۱۴)

۲۔ اپنے رب کی تسبیح بیان کرو طلوع آفتاب سے پہلے، غروب آفتاب سے پہلے۔ رات کے وقت تسبیح کرو اور دن کے سب سروں پر۔ فجر۔ عصر۔ عشاء۔

۳۔ اللہ کی تسبیح بیان کرو جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو اور اس کی تسبیح کرو دن کے آخری حصہ میں اور جب تم دوپہر کرتے ہو۔

حضورؐ نے فرمایا کہ جبرائیل نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا۔ سایہ ایک جوتی کے تسمہ سے زیادہ نہ تھا۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا۔ پھر مغرب کی نماز پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز مغرب کی شفق غائب ہوتے ہی پڑھادی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دوسرے دن جبرائیل نے پھر ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا۔ عصر کی نماز ہر چیز کے دوگنا قد کے برابر پڑھائی۔ مغرب کی نماز پہلی نماز کے مطابق پڑھائی اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر پھر جبرائیل نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ یہی اوقات انبیاء کی نماز پڑھنے کے ہیں۔ نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔

(ابو داؤد اور ترمذی)

قرآن میں کل پانچ نمازیں فرض ہیں

نمازوں کے اوقات کے سلسلہ میں ہر مسلم گروہ کے لوگ اپنی اپنی جگہ تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں۔ ان اوقات کے درمیان تبدیلی خود اسلام نے واضح کر دی ہے کسی کا پہلے وقت پڑھنا اور کسی کا آخری وقت پر پڑھنا قابل اعتراض نہیں اور نہ کسی امام پر فتویٰ لگانے کی گنجائش ہے اگر کوئی آدمی یا کوئی عالم اور پیر اعتراض کرتا ہے تو گویا اس کا اعتراض مسلمانوں کے اماموں اور لیڈروں پر نہیں بلکہ حضورؐ کے بتائے طریقہ پر ہے۔ وہ لوگوں کی مذمت نہیں کرتا بلکہ حضورؐ کے حکم اور عمل کی مذمت کرتا ہے۔ حضورؐ کی حدیثوں کے بارے میں احترام ضروری ہے۔

نماز اور سورہ فاتحہ

۱۔ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ شاید کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو جائے۔ (اعراف ۲۰۴)

۲۔ ابو موسٰے اشعری سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ نماز پڑھنے سے قبل صفیں درست کرو۔ پھر تم میں سے ایک آدمی کو امام بنایا جائے جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ قرآت شروع کر دے تم خاموش رہو۔ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ (مسلم)

۳۔ حضورؐ نے فرمایا۔ امام کی قرأت مقتدی کی قرآت ہے۔ (موطا امام محمد)

۴۔ جناب عبادہ بن صامتؓ سے روائت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی۔ اس کی نماز نہ ہوئی (بخاری)

۵۔ عبداللہ بن عمر سے روائت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ یہودیوں کے امام نماز میں قرآت کیا کرتے تھے تو مقتدی بھی ساتھ ساتھ قرآت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے میری اُمت کے لئے اس کو پسند نہیں فرمایا جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہا کرو۔ (درّ منثور)

۶۔ ابو موسےٰ اشعریؓ۔ عبداللہ مغفلؓ۔ امام احمدؒ۔ موسےٰ بن عقبہؒ نے قرأت سے مراد سورۂ فاتحہ سے سورہ والناس تک قرآن پڑھنا لیا ہے (حدیث)

۷۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روائت ہے کہ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو ایک دفعہ نماز پڑھائی تو لوگوں کو قرأت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے کہا کہ جب قرآن پڑھا جایا کرے تو تم سنا کرو اور خاموش رہو۔ (در منثور)

۸۔ جس شخص نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی (بیہقی)

مذکورہ حدیثوں سے کچھ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ نماز میں جب امام کی طرف سے قرآن پڑھا جارہا ہو تو مقتدیوں کو ادب سے خاموش ہوجانا چاہیئے اور صرف سننا چاہیئے۔ لیکن اس مسئلہ میں ماہرین اسلام کے درمیان حدیث کی مختلف روائتوں کی وجہ سے اختلاف رائے واقع ہوگیا ہے ایک ماہر اسلام کا کہنا ہے کہ فلاں فلاں حدیث کی رو سے مقتدی تمام رکعات میں امام کے پیچھے خاموش رہے اور امام کی جہری یا سری رکعت میں کچھ نہ پڑھے۔ ایک دوسرے ماہر اسلام نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جہری رکعات یعنی جن میں قرآن آواز سے پڑھا جائے ان میں مقتدی خاموش رہے اور جن میں امام خاموشی سے قرأت کرے تو ساتھ ساتھ مقتدی بھی پڑھتا جائے۔ لیکن یہ قید نہیں کہ وہ ضرور ساری سورۂ فاتحہ پڑھ کر ہی امام کے ساتھ رکوع میں جائے مقتدی پابند ہے کہ حرکات و سکنات میں امام کی پیروی کرے چاہے سورہ فاتحہ ختم ہو یا نہ ہو جن ماہرین اسلام نے یہ رائے دی ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر رکعت نہیں ہوتی۔ تو گویا سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس طرح تو نماز باجماعت میں شامل ہو کر بھی بہت سے لوگوں کی نماز نہ ہوگی۔ ایک طرف مقتدی امام کی حرکات و سکنات کا پابند بنایا گیا ہے۔

اور دوسری طرف مقتدی کو اس بات کی پابندی پر لگایا گیا ہے کہ وہ لازماً ساری سورۃ فاتحہ پڑھے ورنہ نماز نہ ہو گی یہ دو پابندیاں ہر مقتدی کے لئے ممکن نہیں جبکہ دو پہلی رکعت کے بعد تیسری یا چوتھی رکعت میں امام نے بھی خصص سورۃ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں جانا ہے اور پھر یہ بھی کوئی امام پڑھائی میں تیز زبان ہے اور کوئی سست اور پھر مقتدیوں میں کوئی جوان ہے کوئی بوڑھا ہے۔ کوئی بچہ ہے کوئی تیز زبان ہے کوئی بالکل سست زبان ہے۔ ہر نوع کے لوگ مقتدی ہیں اس صورت حال میں ہر مقتدی دو پابندیوں کے درمیان خصوصاً آخری ایک یا دو رکعت میں سورۃ فاتحہ عملاً ختم نہیں کر سکتا باقی یہی ایک بات رہ جاتی ہے کہ پہلی دو رکعت نماز جہری میں مقتدی قرآن سنے۔ دوسری رکعتوں میں یا تو پہلے کی طرح خاموش رہے یا آہستہ آہستہ حسب توفیق پڑھتا جائے حدیث کی مجموعی حیثیت سے یہ بات زیادہ وزنی ہے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔ لیکن چونکہ ہر گروہ کے پاس حدیث ہی ایک ماخذ ہے۔ دونوں قوی اور مستند حدیثوں کے حامل ہیں لہٰذا اپنے اپنے عمل کے لحاظ سے دونوں دین ہی کے راستہ پر گامزن ہیں جس کام کے لئے ایک دوسرے کے پاس مضبوط دلائل ہوں ان کو ایک دوسرے کی مخالفت میں حصہ نہیں لینا چاہیئے اگر ایک دوسرے کی مخالفت کی جائے گی تو حضورؐ کی ایک حدیث کو جھٹلا کر یا اس کی مذمت کر کے گویا حضورؐ کی زبان کے الفاظ کی تردید کریں گے جو توہین سے کم نہیں یہ حدیث کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہ اکیلے آدمی کی نماز پر زیادہ منطبق ہوتی ہے یہ ایک رائے ہے ضروری نہیں کہ ہر مسلمان اس کو قبول کرے لیکن افسوس کہ اس مسئلہ پر علماء اور لیڈروں نے مسلمانوں کو الگ نمازوں اور الگ مسجدوں کا وارث بنا دیا اور ایک دوسرے کو اتحاد کی بجائے انتشار میں مبتلا کر دیا۔

Marfat.com

کتنا اچھا ہوتا کہ حدیثوں کے مجموعی عمل سے ایک ہی امام کے پیچھے جو آدمی جس حدیث پر عمل کرنا چاہتا ہے وہ عمل کرے کوئی اس کے لئے رکاوٹ نہ بنے۔ تعصب سے کام نہ لے۔ ایک دوسرے کو غلط کار تو اسی صورت میں کہا جا سکتا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کر ڈالتا لیکن جہاں ہمارے رسول ؐ کے نام سے صحابہ نے دو رائیں اور دو فعل پیش کر دیئے تو اس میں مسلمانوں اور عالموں کا کونسا گناہ ہے لیکن علمائے کرام کو جان بوجھ کر مناظرہ بازی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ ایک دوسرے کو گنجائش کے معاملات میں برا بھلا نہیں کہنا چاہیئے لیکن ایک بات کا ان کو حق حاصل ہے کہ وہ حسن اخلاق سے ایسے معاملات میں ترجیحی کلام کر سکتے ہیں۔ جن کاموں میں کئی کئی فعل اور روائتیں ہیں اور ان میں ترجیح کی گنجائش ہے تو وہ ترجیح بیان کرنا جرم نہیں لیکن ترجیح کی بنیاد پر لڑائی کرنا اور نفرت کرنا درست نہیں اس مسئلہ میں جناب امام مالک ؒ نے ایک درمیانہ راستہ نکالا ہے کہ جن رکعات میں امام آواز سے قرأت کرے تو خاموشی سے سنو اور جن رکعات میں امام خاموشی سے سورۃ فاتحہ پڑھے تو تم بھی خاموشی سے سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو لیکن مسلم کی حدیث جو ابو موسےٰ اشعری سے روائت ہے اس میں کہا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ خود قرأت ہے اس میں کہا گیا ہے کہ جب امام قرأت شروع کرے تو تم خاموشی سے سنو اور جب والضالین کہے تو تم آمین کہو اس سے تو ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ سب کی سب قرأت ہے اور یہاں خاموش رہنے کا حکم ہے اور قرآن مجید کی پڑھی جانے والی آیات چونکہ سب کو یاد نہیں لہٰذا ان کو پڑھنا تو ویسے ہی ناممکن ہے۔

اگر اس کے باوجود بھی ایک آدمی کی رائے ہے کہ مجھے ضرور سورۃ

فاتحہ پڑھنی چاہیئے تو وہ پڑھ لے لیکن اپنی حد سے بڑھ کر نادیل کی موجودگی میں دوسروں پر فتویٰ نہ لگائے۔

مذکورہ احادیث میں دو حدیثیں ایسی ہیں جن میں سورۃ فاتحہ کو قرائت قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

تیمّم اور اس کا طریقہ

اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے اپنی عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔
(المائدہ - ۶)

تیمّم کے بارے میں دو حکم ہیں ایک یہ کہ ایک دفعہ مٹی یا گرد آلود خشک چیز پر ایک دفعہ دونوں ہاتھ مار کر منہ پر اور کلائیوں سے کہنیوں تک پھیرا جائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیرا جائے۔ دوسری دفعہ پھر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کو باری باری کلائیوں سے کہنیوں تک پھیرا جائے۔

یہ مسئلہ بھی مسلمانوں کی تنگیوں میں آسانیاں پیدا کرنا والا ہے۔ ایک مسلمان کو ایسے مواقع پر اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے یہ مسائل عمل کیلئے ہیں نہ کہ صرف تلاوت کرنے کے لئے لوگوں میں تنگی پیدا کرنا قرآن اور حدیث کی خدمت نہیں بلکہ اسے لوگوں پر بھاری بوجھل بنانے کے مترادف ہے ان دونوں صورتوں میں سے جس پر بھی عمل کر لیا جائے ٹھیک ہے۔ حکم اور عمل کی موجودگی میں کسی کو طعن کرنا تنگ نظری ہے خود اپنا نقصان ہے اور حضورؐ کی حدیث سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ نفرت اور حقارت سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

پست اور جہری آمین

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے سنا کہ آپ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا اس کے بعد آپ نے آمین کہی۔ اور اپنی آواز کو بالکل چھپالیا۔ (دارقطنی - حاکم)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نماز میں جب حضورؐ نے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کہا تو میں نے خود سنا۔ (مستدرک حاکم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو قریب ہوتا سن لیتا۔ (ابوداؤد)

آمین ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ آدمی محض خاموشی سے منہ میں کہہ لے۔ اگر کسی آدمی کے پاس ایسا کوئی ثبوت ہو تو براہ کرم مطلع فرماوے۔ صبح، شام اور عشا کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعت میں چونکہ امام اپنی قرأت بلند آواز سے پڑھتا ہے لہٰذا انہی نمازوں میں آمین تھوڑی سی بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ اتنی بلند کہ پہلی صف کے لوگ اسے سن سکیں لیکن بعض مساجد میں امام کے پیچھے تجربہ کیا گیا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اس گروہ کے جہاں چھوٹے بچے نمازی ہوں وہاں تو اور زیادہ زور سے آمین پڑھتے ہیں

بہتر یہی ہے کہ پہلی صف تک آمین کے سنے جانے تک آمین کہی جائے لیکن ان لوگوں سے گذارش ہے کہ وہ آہستہ آمین پڑھنے والوں کے بارے میں فتویٰ بازی نہ کریں۔ خواہ مخواہ مذمت نہ کریں یہ مسائل اتنے سنگین نہیں کہ مناظرہ کے بغیر کام نہ چلایا جائے۔

قرآن میں مذکورہ نبیوں نے اپنی پوری پوری عمروں میں سب سے زیادہ زور نبوت اور قیامت کے بعد دین، شرک کی مذمت، حرام اور حلال نماز اور زکوٰۃ پر دیا ہے۔

رکوع میں رکعت کی حیثیت

ابو بکرہ نامی ایک شخص ایک دوڑ کر نماز میں رکوع کی حالت میں صف میں مل گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری اس حرص کو اور زیادہ کرے اب تم اس رکعت کو دوبارہ نہ پڑھیں۔ (بخاری)

بعض عالم حضرات استثنائی صورتوں کو نظر انداز کر کے ایک عام حکم کی موجودگی میں کہتے ہیں کہ رکوع میں مل جانے والے آدمی کی رکعت نہیں ہوتی اور وہ اس حدیث کو کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر رکعت نہیں ہوتی" کے مطابق رکوع والی رکعت کو شمار نہیں کرتے رسول کے ایک حکم کا احترام اور دوسرے حکم سے انکار اچھا رویہ نہیں۔ ایک مسلمان اپنی تاویل کو دخل نہیں دیتا جب تک اس کے سامنے حضورؐ کی طرف سے کوئی استثنا تک نہ مل جائے ایک سلیم الفطرت عالم حضورؐ کے کسی بھی حکم پر اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا اور کسی بھی حالت میں استثنا کی مخالفت نہیں کرتا۔ اسلام زندگی کا ایک نظام ہے۔ زندگی میں ہنگامی حالتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور ایک راہنما ایسی حالتوں میں مسئلہ کا متبادل حل بتاتا رہتا ہے اسلام میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں حضورؐ نے مسئلہ کا متبادل حل نہ بتایا ہو۔ اپنے راہنما اور لیڈر کی ہدایات کو اسی حالت میں قبول کر جس حالت میں اس

نے ہدایات دی ہیں۔ حضورؐ کے عام احکام اور ہنگامی احکام الگ الگ ہیں۔ بڑے سے بڑے مسلمان کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ حضور کے کسی بھی استثنائی حکم سے نفرت کرے۔ یا اس کو جائز تصور نہ کرے۔ جس کام میں اتحاد اور اتفاق کی صورت نکل سکتی ہے وہاں اختلاف اور انتشار ڈالنا درست نہیں اس میں بھی ایک درست تاویل کی جا سکتی ہے کہ ایسی حالت میں سورہ فاتحہ کے بغیر رکعت ہو جاتی ہے۔ ہر جگہ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانا اچھا کام نہیں۔

Marfat.com

نماز میں ہاتھ باندھنا

جنابِ علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے نماز میں حضورؐ کو دیکھا کہ حضورؐ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے نیچے سینے پر باندھے ہوتے تھے۔

(مسند احمد)

ابی مجلسؓ اور ابن وائلؓ نے حضور کو دیکھا کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

(ابی شیبہ)

جنابِ ترمذیؒ سے روایت ہے کہ بعض اصحابِ رسول اللہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک تعداد کا عمل ہے کہ وہ نماز میں ہاتھوں کو ناف کے اوپر یعنی سینے کے نیچے اور ناف کے نیچے بھی رکھتے تھے۔

(جامع ترمذی)

جرابوں پر مسح

جناب ثوبانؓ نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے ایک دفعہ ایک جماعت کو مہم پر بھیجا۔ سردی کا موسم تھا۔ حضورؐ نے ان کو حکم دیا کہ تم (نماز کے وقت) اپنی پٹیوں اور منفقین (یعنی موٹے کپڑے اور اون کی دونوں جرابوں) پر مسح کر لیا کرو۔

(داریہ)

حسن بصریؒ اور سعید ابن المسیب نے کہا ہے کہ آدمی کو نماز کے وقت تساخین (یعنی اون اور کپڑے کی دونوں موٹی جرابوں) پر مسح کر لینا چاہیئے۔

(ابن ابی شیبہ)

جناب مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے خفین (چمڑے کے دونوں موزوں) پر مسح کیا۔ (ابو داؤد)

جناب مغیرہؓ سے ایک دوسری روائت بھی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے جرابوں اور جوتیوں دونوں پر مسح کیا۔

زندگی کے معاملات میں ایک نبی پر بہت سے وقت آتے ہیں۔ ممکن ہے ایک دفعہ حضورؐ نے جناب مغیرہؓ کے سامنے چمڑے کے موزوں پر مسح کیا ہو اور دوسری دفعہ حضورؐ نے چمڑے کے موزوں کے علاوہ جوتیاں اور جرابیں پہن رکھی ہوں اور مغیرہ نے حضورؐ کے اس فعل پر بیان کر دی ہو صحابہ

کرام نے حضورؐ کی پوری زندگی میں جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا یا کسی دوسرے آدمی کے کسی فعل پر کوئی تبصرہ کیا وہ حضور کی زندگی اور وفات کے بعد دوسرے لوگوں پر واضح کر دیا۔ آپ سے آپ بطور تبلیغ بتا دیا اور بعد میں حضورؐ کی حدیثوں کو جمع کرنے والے لوگوں کو مطلع کر دیا۔ نبوت کی تئیس سالہ زندگی میں جو کچھ بھی لوگوں کے سامنے آیا وہ اصل صورت میں بتا دیا۔ حضورؐ سے حدیث بیان کرنے میں کسی بھی ایک صحابی نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا اور یہی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اگر انہوں نے غلطی سے یا جان بوجھ کر کوئی غلط کام کیا تو کسی صحابی نے حضورؐ کا نام لے کر یا حضورؐ کے حوالہ سے اس کو درست کہنے کی جسارت اور دلیری نہیں کی۔ کسی صحابی سے اگر غلطی ہو گئی اور محسوس کر لیا تو اس نے خدا کے ہاں توبہ کی، اپنی ندامت کا اظہار کیا اور وہ پاک ہو گیا۔

Marfat.com

ننگے سر اور داڑھی منڈوا کر نماز کا بیان

حضرت جابرؓ نے ایک دفعہ دیکھا کہ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہے کہ ننگے سر نماز نہیں ہوتی تو انہوں نے سر کا کپڑا اتار کر نماز پڑھی نیز مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے کپڑا نیچے اس لئے رکھا کہ تیرے جیسا احمق دیکھ لے کہ ننگے سر بھی نماز جائز ہے۔ (حدیث)

حضورؐ نے فتح مکہ کے دن ایک ہی چادر میں نماز پڑھی۔ (بلوغ المرام)

حضورؐ نے ایک کرتہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کی ہدایت دی ہے۔

(ابو داؤد)

۱۔ عمرو بن ابی سلمہ سے روائت ہے کہ میں نے حضورؐ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھتے ہوئے ام سلمہؓ کے گھر دیکھا آپ کپڑے کے دونوں کناروں کو کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے (یعنی سر ننگا) (دو کپڑوں سے مراد، تہ بند اور قمیص ہے) (بخاری۔ مسلم)

ابی بن کعب سے روائت ہے کہ نماز ایک ہی کپڑے میں سنت ہے ہم نے حضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا تھا اور کوئی ہم پر عیب نہ لگاتا تھا۔ اسی کے بعد نماز کو دو کپڑوں میں شروع کر دیا تھا۔

(امام محمد)

عموماً حضورؐ اور صحابہ کا عمل ہے کہ وہ ہمیشہ ننگے سر نہ رہتے تھے نماز ہو یا نہ ہو۔ لیکن کئی صحابہ کا عمل ایسا ہے جس میں انہوں نے ننگے سر نماز پڑھی ہے گو افضل سر کو ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے لیکن ننگے سر نماز پڑھنے والے پر فتویٰ داغنا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی ہے وہ ناجائز ہے ننگے سر نماز نہ ہونے کے لئے قرآن اور حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بہت سے لوگ ننگی ٹھوڑی نماز پڑھتے ہیں یعنی ان کی ڈاڑھی منڈی ہوئی یا کترائی ہوئی ہوتی ہے۔

ایک دفعہ مسجد میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ ایک نمازی نے دوسرے نمازی کو کہا کہ ننگے سر تمہاری نماز نہیں ہوئی دوسرے نے کہا کہ داڑھی منڈوانے سے بھی نماز نہیں ہوتی۔ اتفاق سے اس نے داڑھی صاف منڈوائی ہوئی تھی اس مسئلہ نے طول پکڑ لیا۔ آخر ایک تیسرے آدمی نے دونوں کو سمجھایا کہ دونوں صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے۔ داڑھی اور ننگے سر کا نماز سے کوئی تعلق نہیں یہ کوئی وضو نہیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

Marfat.com

رفع یدین کی حیثیت

عبداللہ بن مسعودؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ کیا میں تم کو حضورؐ کی نماز نہ پڑھاؤں اس کے بعد انہوں نے پڑھائی۔ نہ رفع یدین کیا نماز میں مگر ایک مرتبہ۔

(حدیث)

جناب علیؓ نے کہا ہے کہ حضورؐ نے پہلی مرتبہ کے سوا نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

(طحاوی)

وائل ابن حجر نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے حضورؐ کو نماز میں دیکھا تھا کہ وہ نماز میں کئی دفعہ رفع یدین کرتے تھے۔ پھر میں آیا تو دیکھا کہ حضورؐ نے ایک ہی مرتبہ رفع یدین کیا۔

(مشکوٰۃ)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضورؐ جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے۔ جب رکوع جاتے تو تکبیر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔

(موطا امام مالک)

مسلمانوں کو ان معاملات میں رواداری سے کام لینا چاہیئے ایک دفعہ رفع یدین فرض ہے باقی نفل ہے۔ اگر نفل رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جوتوں سمیت نماز جائز ہے

١۔ اے موسٰے میں آپ کا رب ہوں۔ اپنی جوتیاں اتار دے۔ اب تم وادی مقدس طویٰ میں ہو۔ (طٰہٰ ۔ ١٢)

٢۔ صحابہؓ کرام نے حضورؐ سے پوچھا کہ جناب موسٰے کو اللہ تعالٰے نے جوتیاں اتارنے کا کیوں حکم دیا ؟
حضورؐ نے فرمایا کہ موسٰے علیہ اسلام کی جوتیاں مردار گدھے کے چمڑے سے بنی ہوئی تھیں۔ (مسلم)

٣۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے میرے صحابہ تم یہودیوں کے اس فعل کی مخالفت کرو وہ ہمیشہ جوتیاں اور موزے پہن کر نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں (مشکواۃ)

٤۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے لوگو جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو جوتا دائیں بائیں جانب نہ رکھو یا پھر جوتا پہن کر نماز پڑھو (مشکواۃ)

٥۔ حضورؐ نے ایک دفعہ جوتوں سمیت نماز پڑھائی نماز کے دوران بحکم خدا آپ نے جوتیاں اتار دیں۔ صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی پیروی میں جوتیاں اتار دیں۔ نماز کے بعد حضورؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

آپ نے جوتیاں کیوں اتاری ہیں ؟ صحابہؓ نے کہا کہ آپ کی پیروی میں اتاری ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ میرے جوتوں میں گندگی لگی ہوئی ہے۔ اس لئے میں نے جوتیاں اتار دیں۔ (حدیث)

۶ - عمرو بن عاص نے کہا کہ حضورؐ کو دونوں طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

(ابو داؤد)

۷ - حضورؐ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مسجد کو آئے تو جوتوں کو پلٹ کر دیکھ لے اگر کوئی گندگی لگی ہوئی ہو تو زمین سے رگڑ کر صاف کر لے وہ جوتوں اور ربوٹوں) کو پہن کر نماز پڑھ لے۔

(مسند احمد۔ ابو داؤد)

۸ - ابوہریرہؓ سے روائت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کسی نے اپنے جوتے سے گندگی کو پامال کیا ہو تو مٹی اس کو پاک کر دینے کے لئے کافی ہے

(ابو داؤد۔ مسند احمد)

۹ - ام سلمیٰ سے روائت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک جگہ گندگی لگی ہو گی تو دوسری جگہ جاتے جاتے خود زمین ہی اس کو پاک کر دے گی۔

(حدیث)

۱۰ - عبداللہؓ بن مسعودؓ نے انس بن مالک سے پوچھا کہ کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم جوتیوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے؟ انس نے جواب دیا کہ ہاں آپؐ جوتیوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضورؐ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں کوئی فرش نہ تھا۔ نہ کوئی دری اور چٹائی تھی۔ عرب میں عموماً علاقہ ریتلا اور پتھریلا ہے۔ مسجد نبوی سے باہر عموماً لوگ جوتوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے اگر کہیں جوتیوں میں

گندگی لگی ہوئی ہو تو مٹی سے خود جوتا کو رگڑ لیا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی سہولت ہے جو حضورؐ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو عنایت فرمائی ہے پہلے بھی یہ سہولت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ لیکن موسےٰ علیہ اسلام کے جوتے نکال کروادی طویٰ کی روائت کو پیش نظر رکھ کر یہودیوں نے بعد میں تاویل کر لی۔ حتیٰ کہ جوتیوں سمیت نماز پڑھنے والے لوگوں پر انہوں نے فتوے لگانے شروع کر دیئے حالانکہ تورات نے جوتوں سمیت نماز پڑھنے سے منع نہ کیا تھا۔ غلط فکر نے غلط مسئلے گھڑ گھڑ کر ایک نئی شریعت بناڈالی۔ جیسے آجکل بہت سے عالموں لیڈروں اور پیروں نے عام مسلمانوں کی جوتوں سمیت نمازوں کو ناجائز قرار دے دیا۔

اب ہزار بار حضورؐ کی حدیثوں کا حوالہ دیا جائے مگر وہ ماننے کیلئے تیار نہیں البتہ اتنی بات ضرور قابل غور ہے کہ آج مسجدوں میں فرش ہیں دریاں اور چٹائیاں ہیں کپڑے اور مصلّے ہیں۔ لہذا مسجد کی ایسی حالت میں جوتوں سمیت نماز پڑھنا درست نہیں بہتر ہے کھلے میدانوں میں جوتوں اور بوٹوں سمیت نماز پڑھی جائے۔

Marfat.com

صف بندی اور ٹخنہ

حضورؐ نے فرمایا (نماز میں صف سیدھی کرنے کے لئے) گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملاؤ۔ (مسند احمد)

اس حکم کی عملی صورتوں پر کچھ لوگوں نے توجہ اور تمیز ہی چھوڑ دی کہ خدا کے رسولؐ نے صف سیدھی کرنے کے بارے میں کوئی حکم بھی دیا ہے یا نہیں اپنی مرضی سے درمیان میں فاصلہ جتنا چاہتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں دوسری طرف اس حکم کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ کسی نہ کسی جگہ پاؤں سے پاؤں کو مس کر لو۔ کندھے سے کندھے کو، ٹخنے سے ٹخنے کو، گھٹنے سے گھٹنے کو مس کر کے رکھو اس طرح مس کرو کہ درمیان میں کوئی خلا نہ ہو گویا ایک چیز دوسری سے چمٹی اور ملی ہوئی ہو۔ اہل دانش اور اہل غور و فکر جانتے ہیں کہ نماز میں ایک ہی وقت میں سب بڑے چھوٹے لوگ ٹخنوں، گھٹنوں اور کندھوں کو آپس میں مس کر کے نہیں رکھ سکتے۔

نماز با جماعت میں نہ تو ہر آدمی کا قد ایک جیسا ہے نہ ہر آدمی کے پاؤں برابر برابر ہیں، نہ ہر آدمی کے گھٹنے لمبائی چوڑائی میں برابر ہیں نماز میں بوڑھے جوان اور بچے بھی ہوتے ہیں اگر سب لوگ نوجوان بھی ہوں تب بھی ان کے قد چھوٹے بڑے ہیں ان کے پاؤں چھوٹے بڑے ہیں

ان کے گھٹنوں تک پنڈلیاں چھوٹی بڑی ہیں لہٰذا نہ حضورؐ کے دور میں ایسا تھا اور نہ اب ہو سکتا ہے اور نہ کبھی آئندہ ایسی توقع کی جاسکتی ہے کچھ لوگوں نے نماز باجماعت میں پاؤں کے اگلے حصوں کو مس کر کے اس حدیث پر پورا اترنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ قطاروں اور صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے جتنا غلط یہ طریقہ ہے اتنا اور کوئی نہیں۔ کسی آدمی کا پاؤں ایک فٹ لمبا ہے کسی کا پونا فٹ، کسی کا آدھا فٹ اور کسی کا پاؤ فٹ سے بھی کم ہے۔ پاؤں کے اگلے حصوں کو ملانے سے لامحالہ صفیں بہت زیادہ ٹیڑھی ہوں گی۔ چھوٹے پاؤں والے لوگ صف میں آگے کی طرف معلوم ہوں گے اور بڑے پاؤں والے پیچھے کو ہٹے ہوئے ہوں گے لیکن کچھ لوگ سنت سمجھ کر کئے چلے جارہے ہیں یہ اگر اندھی تقلید نہیں تو اور کیا ہے کسی مسئلہ کو خود بنانا اور پھر اس کو حضورؐ کی طرف منسوب کرنا سخت زیادتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی عملی صورت یہی ہے کہ کسی آدمی کے جتنے چوڑے کندھے ہوں اتنی ہی چوڑی جگہ ایک مقتدی کو پاؤں کے درمیان حاصل کرنی چاہئیے تاکہ وہ آسانی سے قعدہ میں بیٹھ سکے زیادہ سے زیادہ اس مسئلہ میں ایک مقتدی دوسرے مقتدی کے ٹخنوں کے قریب اپنے ٹخنے کر سکتا ہے لیکن وہ کسی بھی صورت میں مس نہیں کر سکتا۔ بوقت نماز یہ ٹخنے ملائے رکھنا انسانی عقل سے بعید ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مقتدی بس ٹخنوں گھٹنوں یا کندھوں کو ایک قریب ترین سیدھ میں کرنے کی کوشش کرے۔

سفر اور قصر نماز

۱۔ جناب انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضورؐ کے ہمراہ سفر کیا۔ حضورؐ نے ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز قصر پڑھی جو صرف دو رکعت تھی۔ (بخاری)

ذوالحلیفہ مدینہ سے پاکستانی میلوں کے حساب سے تقریباً چھ میل دور ہے۔

۲ جناب علیؓ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بستی سے سفر کی نیت سے نکلے تو قصر نماز شروع کر دے۔ جب تک بستی میں داخل نہ ہو جائے قصر نماز کو جاری رکھے۔ (بخاری)

قصر نماز چار فرض نماز کا نصف ہے اور قصر والے آدمی پر نفل اور مؤکدہ سنتیں سب معاف ہیں۔

اگر سفر کی نیت ایک مقام کے لئے پندرہ دن سے زائد عرصہ تک رہنے کے لئے ہے تو پھر متعلقہ مقام پر پہنچ کر پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ اگر سفر ایک مقام سے دوسرے مقام تک بار بار لینے کا پروگرام ہے تو پھر قصر نماز ہی پڑھے۔

نماز قصر کے بارے میں حضرت علیؓ نے جو اصول بنایا ہے۔ وہ عین حدیث

کے مجموعی مفہوم کے مطابق ہے کہ جب سفر کرو تو اپنی بستی سے قصر نماز شروع کر دو۔ اور جب تک بستی میں داخل نہ ہو جاؤ۔ قصر نماز جاری رکھو گو بعض مقامات ایسے ہیں جہاں حضور کو چھتیس یا اڑتالیس میل یا نو میل کے فاصلہ پر نماز کا وقت ہوا تو آپ نے قصر نماز پڑھ لی لیکن اصول وہی ہے جو حضرت علیؓ نے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ جن سہولتوں اور آسانیوں کا ذکر کیا ہے۔ مسلمانوں کو ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اللہ مسلمانوں پر دشواری نہیں بلکہ آسانی چاہتا ہے مسافر کے لئے قصر نماز اس سفر پر ہے جو پندرہ دن یا انیس دن سے کم ہو۔ اگر کہیں ایک ہی مقام پر پندرہ دن یا انیس دن سے زیادہ عرصہ ٹھہرنا ہو تو پھر پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔

وتر اور تراویح کا بیان

حدیث کی مختلف کتابوں میں وتروں کی تعداد ایک تین۔ پانچ، سات نو اور گیارہ ہے اس تعداد میں سے ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ کسی ایک عمل پر عمل کرے۔ لیکن عمومی سطح پر حضور نے اپنی زندگی میں تین وتروں پر زیادہ عمل کیا ہے۔ اس لئے اسی ایک عمل کو زیادہ ترجیح حاصل ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان دوسرے اعمال کو اختیار کرتا ہے تو یہ خواہش نفس نہیں ہے۔ بلکہ حضورؐ کے اعمال میں سے خواہش پسندیدگی ہے۔ خواہش انتخاب ہے۔ حضورؐ کے احکام اور اعمال پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے اسی طرح حضورؐ نے ایک روائت کے مطابق تین دن جماعت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح پڑھائی ہیں دوسری روائت کے مطابق بیس رکعت پڑھائی ہیں۔ اکثر اہل علم نے آٹھ رکعت والی حدیث کو زیادہ ترجیح دی ہے لیکن تین دن کے بعد حضورؐ نے یہ کہہ کر جماعت کے ساتھ تراویح کا پڑھنا بند کر دیا کہ شاید اللہ تعالےٰ میری امت پر تراویح کا پڑھنا فرض نہ کر دے" بہر حال چاہے بیس تراویح ہوں اور چاہے آٹھ تراویح لیکن ایک بات ضرور ہے کہ یہ رکعت فرض نہیں بلکہ نفل ہیں اور یہ ایسے نفل ہیں جن پر تقریباً تمام صحابہ نے عمل کیا ہے کوئی ایسی روائت نہیں ملتی جس سے ظاہر

ہو کہ فلاں صحابی فلاں تعبیر کی وجہ سے نہیں پڑھتا تھا۔ حضورؐ کے دور میں اور پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اور پھر کچھ عرصہ تک حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں عورتیں اور مرد انفرادی سطح پر نفلوں کو پڑھتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے یہ رائے دی ہے کہ ان نفلوں کا تعلق واجب یا سنت مؤکدہ سے نہیں ہے۔

مسلمانوں کے ایک گروہ جس کو پاکستان میں اہل حدیث کے نام سے پکارا جاتا ہے گو دوسرے ممالک میں اس گروہ کے نام مختلف ہیں۔ اس گروہ کے علماء کی رائے یہ ہے کہ تراویح کی نماز تہجد کی نماز کا دوسرا نام ہے۔ لہذا یہ نماز تہجد ہے۔ اور نماز تہجد کی صرف آٹھ رکعتیں ہیں اگر ان کی اس تعبیر اور تاویل کو قبول کر لیا جائے تو پھر نماز تہجد حضورؐ پر فرض تھی لیکن امت کے لئے فرض نہیں۔ حضورؐ نے اس معاملہ میں صاف صاف کہہ دیا ہے کہ امت کے لئے یہ نماز نفل ہے اگر کوئی پڑھے گا تو بہت زیادہ قیمت پائے گا اور اگر کوئی نہ پڑھے گا تو اس سے خدا کے ہاں کوئی باز پرس نہیں گویا یہ نماز محض نفل ہے۔ نفلوں کے لئے لوگوں کو ترغیب تو دی جا سکتی ہے لیکن اس کی پابندی پر نہ تو فتویٰ لگایا جا سکتا ہے نہ چھوڑنے والے کو برا بھلا کہا جا سکتا ہے گو ان کے گروہ میں نہ پڑھنے والے کے لئے کوئی قید نہیں مگر علمائے اہل حدیث کی طرف سے بار بار ملک میں اس مسئلہ پر مناظرے کئے جاتے ہیں، مباہلوں کے اعلان ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے جاتے ہیں لوگوں میں ہینڈبل تقسیم کئے جاتے ہیں۔ پورے ماہ رمضان میں اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اس سے بڑا اسلام میں کوئی مسئلہ نہیں اور اس سے بڑی دنیا میں کوئی جنگ نہیں ان کے

ہاں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع یدین کی بہت بڑی اہمیت ہے ان میں بعض غیر سنجیدہ لوگ یہاں تک بھی کہہ دیتے ہیں کہ رفع یدین کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ نماز کے قیام کے لیئے جو بھی مسلمان عورت اور مرد نماز پڑھتے ہیں وہ پہلی دفعہ کی رفع یدین ضرور کرتے ہیں اور وہی رفع یدین ایک ایسی رفع یدین ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن یہ سادہ لوح لوگ دوسری اور تیسری رفع یدین کو پہلی رفع یدین کی حیثیت سے نماز کے قیام کا خاتمہ کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس گروہ کے لوگ پہلی رفع یدین کو یا تو رفع یدین ہی نہیں سمجھتے یا پھر ان کو سخت غلط فہمی ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ بعض مسلمانوں کی نمازوں کو غلط قرار دیئے بغیر صبر نہیں کر سکتے۔

دوسرے فریق کے لوگ وتروں میں بھی ایک دفعہ رفع یدین کرتے ہیں رفع یدین کے باقی تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی آدمی پورا اترتا ہے۔ اور کوئی نہیں اترتا۔

حدیث کی کتابوں میں کل پانچ دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے جن میں سے دو رفع یدین یعنی نماز میں پہلی دفعہ اور دوسرے وتر کی نماز میں آخری دفعہ اہل حدیث حضرات بھی اکثر تمام رفع یدین پر پورے نہیں اترتے وہ بھی بس پہلی دفعہ نماز شروع کرتے ہوئے یا دوسری اور تیسری دفعہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے کرتے ہیں۔ ایک اور مقام بھی ہے کہ اگر نماز کی تین رکعت یا چار رکعت ہوں تو پھر دوسری رکعت سے اٹھ کر تیسری رکعت کو شروع کرنے سے پہلے رفع یدین ہے۔ یہ رفع یدین صرف ایک فی صدی اہل حدیث کرتے ہیں کئی اہل حدیث

صرف پہلی رفع یدین اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع یدین کرتے ہیں۔ باقی دوسری اور چوتھی رفع یدین چھوڑ دیتے ہیں۔ دراصل پہلی رفع یدین اور وتر کی رفع یدین انتہائی ضروری ہیں جو تقریباً تمام لوگ کرتے ہیں دوسری۔ تیسری اور چوتھی رفع یدین ایک نفلی عمل ہے۔ اگر کوئی کرے گا تو خدا کے ہاں اجر اور ثواب پائے گا۔ مگر یار لوگوں نے دوسری تیسری اور چوتھی رفع یدین کو فرض قرار دے دیا ہے۔ جبکہ اسلام نے کہیں فرض نہیں کہا ہے۔ نفلی کاموں کو خواہ مخواہ فرض بنانا یہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ مذاق ہے۔ فرائض کو نفل اور نفل کو فرض بنانا بدعت نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنے مقام سے کسی مسئلہ کو ہٹا دینا اچھے لوگوں کا کام نہیں۔ لیکن تراویح کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں واضح طور پر آیا ہے کہ حضورؐ نے تراویح باجماعت کو چھوڑا تھا تو اس کے بعد تمام صحابہ نے نفل سمجھ کر کم و بیش تعداد میں پڑھا ہے۔ صحابہ کرامؓ سے حدیث میں جو اعمال ملتے ہیں۔ آٹھ رکعت۔ دس رکعت۔ بارہ رکعت اکیس رکعت۔ چھتیس رکعت، چالیس رکعت، اڑتالیس رکعت اور ستر رکعت صحابہ کے اس عمل نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ تراویح قطعی نفلی نماز ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اس نماز کی اہمیت کے پیش نظر متعدد صحابہ سے مشورہ کیا اور پھر تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم صادر فرما دیا کسی نے اس حکم پر اعتراض نہ کیا

تمام عالی مقام حضرت علیؓ کی شہادت تک خلیفہ کی طرف سے انعام ہوتا رہا۔ کسی اختلاف کی بنا پر کسی اونچے آدمی کے کسی اچھے کام

کا انکار حق پرست اور حق شناس فرد نہیں کر سکتا. لیکن دکھ کا مقام ہے کہ ہم مسلمان تراویح کے مختلف اعمال کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے ہیں. لڑنے لگتے ہیں. کبھی یہ نہیں سوچا کہ اگر میں بیس تراویح کی مخالفت کروں گا تو گویا یہ بیس پڑھنے والے صحابہ کی بھی مخالفت ہو گی. دوسرا فریق بھی اس بات پر غور نہیں کرتا کہ اگر میں آٹھ تراویح یا دس تراویح یا چھتیس تراویح کی مخالفت کروں گا تو گویا یہ مخالفت آٹھ دس یا چھتیس تراویح پڑھنے والے صحابہ کی مخالفت ہو گی.

Marfat.com

داڑھی مون کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے

مسلم معاشرہ میں ایک چیز اتنی تیزی سے پھیلائی گئی ہے۔ اس کے خلاف اتنا پروپیگنڈا کیا گیا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی دین شرک سے تائب ہو گیا ہے۔ اتنا پروپیگنڈا تو شرک کے خلاف نہیں کیا جاتا۔ بعض اہل علم تو شرک کے خلاف پروپیگنڈا میں بالکل خاموش ہیں۔ اگر وہ اس کے خلاف پوری تفصیل سے آواز بلند کرتے ہیں تو خود ان کے اپنے گروہ اور اپنی ہی جماعت کے لوگ ان کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ ان کے برعکس کچھ دوسرے لوگ ہیں جو مسلک اور عوام میں پھیلے ہوئے شرک اور بدعت کے خلاف تو آواز بلند کرتے ہیں مگر اس نظام شرک اور بدعت کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے جو بادشاہوں اور صدروں، حاکموں قاضیوں پارلیمنٹ اور مجلس کے ممبروں سے سرزد ہوتا ہے۔ جو آئے دن نظام اسلام کے قوانین کی موجودگی میں نئی مشرکانہ قانون سازی کرتے ہیں یہ وہ نظام شرک ہے جو پوری دنیا میں ڈنکے کی چوٹ اعلانیہ کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں تمام نبیوں کی تشریف آوری عملاً نظام شرک کو ختم کرنے اور اس کی جگہ نظام اسلام لانے کے لئے ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ بہت سے انبیاء اسلام کو عملاً حکمران بنانے میں کامیاب ہوئے اور

کچھ انبیاء نے اس انقلابی راستہ میں کام کر کے اپنی جان تک کھپا دی خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے اس کام میں اپنی جانوں اور مالوں کے نذرانے تک پیش کر دیئے۔ حضورؐ نے جب اسلامی انقلاب کو عرب میں برپا کیا وہ اخلاقی انقلاب کے ساتھ ساتھ ایک فوجی انقلاب بھی تھا پورے انقلاب کے تقریباً دو سو چھ مسلم فوجیوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ تمام جنگوں میں حضورؐ خود چیف آف سٹاف تھے۔ بہت سی جنگوں میں آپ نے خود فوجی کمان کی قیادت کی آپ نہ صرف بہت بڑے مصلح تھے بلکہ آپ اعلیٰ درجہ کے منتظم مدبر، سیاستدان اور فوجی جرنیل تھے۔

آپؐ نے مدنی زندگی کے آخری دنوں میں مسلم فوجیوں اور دیگر عام مسلمانوں کو حکم دیا کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ یہودیوں کی مخالفت کرو یہ لوگ داڑھی منڈاتے اور بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں۔

اس سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔ باجماعت کا خصوصی نظام تھا جہاں بھی کم سے کم دو مسلمان رہتے تھے ان میں سے ایک کو امام بنا کر نماز پڑھی جاتی تھی۔ جنگ کے خطرناک اوقات میں بھی انتہائی کوشش کی جاتی تھی کہ نماز کو جماعت سے پڑھا جائے۔ لیکن آج یہ صورت حال ہے کہ کسی ایک کی داڑھی نہ ہونے سے نماز جیسے فرض کو بغیر امام کے ادا کیا جاتا ہے۔ گو داڑھی بھی حضور کی ایک سنت ہے۔ اگر دوسری صفات کے ساتھ یہ بھی موجود ہو تو بے شک ایسے ہی آدمی کو امام بنا کر نماز باجماعت پڑھی جائے لیکن اگر ایسا آدمی نہیں تو کمتر آدمی امام بنایا جائے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ اگر لوگوں میں کوئی داڑھی والا اہل علم آدمی نہیں تو پھر نماز اکیلے اکیلے پڑھی جائے۔ حضورؐ نے جماعت کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے

حضورؐ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان جماعت اور امیر کے بغیر نہ ہو۔ کوئی ایسی حدیث آج تک نہیں ملی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ داڑھی مونڈوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی نہ صحابہ کرام سے ہی ایسا کوئی قول ملتا ہے لیکن بعد کے بعض لوگوں نے اس مسئلہ کو اتنا پیچیدہ اور مشکل بنا دیا کہ اب اس کو نماز اور زکوٰۃ جیسا تقدس حاصل ہو گیا جس مسئلہ کو نبیؐ نے نماز باجماعت کے ساتھ منسلک نہیں کیا تو بعض لوگ کیوں منسلک کرتے ہیں۔ اسلام کے اعلیٰ درجے کے مفسرین اور ماہرین نے کہا ہے کہ داڑھی مونڈ کو بوقت ضرورت امام بنا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر عالم دین موجود ہو تو بہتر ہے اسے امام بنایا جائے۔ لیکن افسوس کا اظہار کئے بغیر چارہ نہیں کہ نماز پڑھانے کیلئے تو امام کی ہر قسم کی چیزوں کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے لیکن جب قبائل کی سرداری گاؤں اور علاقہ کی چیئرمینی بلدیاتی اداروں میں سربراہی ملک کے صدر اور مجلس کے ممبروں کا انتخاب۔ عدلیہ کے ججوں اور ماتحت انتظامیہ کے گورنروں اور سیکرٹریوں کے تقرر کا کوئی مسئلہ ہو تو پھر ایسے عالموں اور پیروں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں اسلام کے مطابق وہ بھی تو خلیفہ اور امام ہیں جن کا کام یہ ہے ملک میں نظام نماز اور نظام زکوٰۃ کو قائم کریں فوجداری جرائم پر اسلام کے مطابق فیصلے کریں دیوانی مقدمات میں میراث اور اس کے متعلقہ مسائل کو حل کریں ملک سے دین شرک کے نظام کی جڑ کو اکھاڑیں جن پر پورے دین اسلام کی ذمہ داری ہے ان کے لئے بالکل سطحی سوچ اور معمولی ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ نماز کی امامت کے بارے میں کتنی سوچ ہے لیکن دکھ کا مقام ہے کہ خود ساختہ فتوے لگائے جاتے ہیں کہ کسی بھی

حالت میں داڑھی مونڈ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی. شاید ایسے لوگوں کے سامنے دین اسلام محض نماز اور داڑھی کا نام ہے باقی دین شرک کی خدمت، زکوٰۃ کی ادائیگی اسلام کے مطابق سزائیں اور اسلام کے مطابق میراث کی تقسیم بلکہ یہاں نظام عدل محض اضافی کام ہیں. قرآن نے تو کہا ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے. زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے وہ مشرک اور کافر ہیں.

حضورؐ نے فرمایا ہے جو لوگ دین شرک کے اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کا نفاذ کرتے ہیں. ان کی نماز، ان کا روزہ، ان کا حج اور ان کا صدقہ تک خدا قبول نہیں کرتا. اسلام ان سب کاموں کا نام ہے جن کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے. بے شک داڑھی وہی سنت ہے جس کو بالفعل حضورؐ نے رکھ کر دکھا دیا ہے.

خطبہ جمعہ میں عام تقریر کی پوزیشن

(نوٹ) حدیث میں کئی مقامات پر آیا ہے کہ حضورؐ کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔ اور ان کا عام معمول یہی تھا۔

ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی مستری میرے لئے لکڑی کا ایک ممبر بنائے تاکہ میں اس پر بیٹھ کر خطبہ دوں۔ (بخاری، باب جمعہ)

(جمعہ کے وقت) حضورؐ ایک دن ممبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہم آس پاس تھے۔ (بخاری باب جمعہ)

(نوٹ) اہل حدیث اور اہل سنت اور اہل شیعہ سب جمعہ کا عربی خطبہ کھڑے ہو کر دیتے ہیں۔ پوری دنیا میں ایسا ہے۔ مگر اپنی زبان میں جو تقریر کی جاتی ہے جس کا تعلق عام وعظ و نصیحت سے ہے وہ چاہے کوئی کھڑے ہو کر دے یا بیٹھ کر اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے لیکن ایک بات ضرور قابل غور ہے کہ ممبر کا بنوانا کھڑے ہونے کے لئے نہیں بلکہ بیٹھ کر تقریر کرنے سے متعلق ہے۔

اگر خطبہ اور تقریر دونوں صورتوں میں کھڑے ہونا ضروری ہے تو پھر ممبر بنانے کا کیا فائدہ ہے کہ گھنٹہ یا دو گھنٹہ کے دوران دو دفعہ

صرف ایک ایک یا دو دو منٹ ہی ممبر پر بیٹھنا ہے تو پھر ممبر کے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں کہ خطیب حضرات عربی خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تقریر ممبر پر بیٹھ کر کیوں کرتے ہیں ؟

معمولی باتوں پر جھگڑے کھڑے کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہم کو سب سے زیادہ جس بات کی فکر کرنی چاہیئے وہ مسئلہ نظام شرک ہے جس کی موجودگی میں کسی مسلمان کے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے ۔

نماز کے وقت ٹخنہ کے نیچے کپڑے کا بیان

حدیث کی کتابوں میں ایک حدیث روایت کی جاتی ہے کہ کوئی شخص
نماز پڑھنے کے وقت اپنے تہمد یا اپنی شلوار اور پینٹ کو پاؤں
ے ٹخنہ کے نیچے رکھتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی نماز کے ہونے
ے لئے کپڑے کا ٹخنے سے اوپر ہونا ضروری ہے۔ ایک دوسری
ایت میں ہے کہ عورت کو نماز کے وقت اپنے ٹخنہ کے نیچے تک
ار رکھنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹخنے کے نیچے کپڑے ہونے
نہ ہونے سے نماز کے ہونے کا کوئی تعلق نہیں۔ روایت بیان کرنے
لے سے کسی لفظ کی شنید یا روایت کے الفاظ میں غلط فہمی معلوم
تی ہے۔ حضور کا عام حکم ہے کہ ایسا کپڑا نہیں ہونا چاہیئے جو ٹخنے
ے نیچے گندگی لگنے یا زمین سے مٹی لگنے کا باعث ہو۔ نماز ہو یا نہ ہو
رد ہو یا عورت دونوں کو اپنا کپڑا زمین پر لگنے اور گندگی سے بچانے
ے لئے ذرا اوپر رکھنا چاہیئے یا زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیئے کہ
پڑے کو ٹخنہ سے نیچے کرنے سے پرہیز کرو۔ لیکن نماز کے ہونے سے
س کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر نماز نہ ہونے کا کوئی سوال پیدا

ہوتا تو حضورؐ عورت کو کیوں حکم دیتے کہ تم ٹخنے سے نیچے کپڑا رکھ
پڑھو. اس طرح تو عورت کی نماز نہ ہوتی. اس معاملہ سے تو ثابت ہوتا
پاؤں اور ٹخنوں کا ننگا رہنا کوئی ضروری نہیں ۔ جرابیں بھی تو آخر کپ
کی بنی ہوئی ہیں ان کے پہننے سے نہ صرف نماز میں کوئی فرق آتا ۔
بلکہ ضرورت کے وقت پہننا چاہیئے. میرا خیال ہے کہ حکم عام ہے
روایت میں غلطی سے نماز کا نام آگیا ہے ۔

نماز عیدین

حضورؐ نے نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں۔
پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں بھی قرأت
پہلے پانچ تکبیریں پڑھی گئیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)
عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضورؐ نے نماز عیدین میں پہلی
...نت میں قرأت سے پہلے چار تکبیریں مع تکبیر تحریمہ (یا پانچ تکبیر) پڑھیں
...ری رکعت میں چار تکبیریں پڑھیں اور پھر رکوع میں چلے گئے۔

(جامع کبیر)

سعیدؓ نے ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ سے سوال کیا کہ حضورؐ نماز عیدین
...پڑھاتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ حضورؐ پہلی رکعت میں
...تکبیریں کہتے تھے۔ سعید نے کہا ہاں آپ نے سچ کہا۔

(جامع کبیر)

حدیث کی کتابوں میں بارہ اور آٹھ تکبیروں کا ذکر آتا ہے لہذا
...گی اس بات پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ اعتراض کا نتیجہ یہ
...ے گا کہ لوگ حضورؐ اور صحابہ کی زبان اور کلام کی تردید کر کے توہین کے
...ب ہوں گے۔

اسلامی پردہ

۱۔ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ (۲۴/۳۱)

(ہنگامی حالات میں) وہ اپنی اوڑھنیوں اور چادروں کو اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔

۲۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔ (۳۳/۵۹)

اے نبیؐ، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ اپنے سر کی چادروں اور اوڑھنیوں سے اپنی زینتوں (یعنی چہرہ اور سینہ) کو ڈھانپ لیا کریں تاکہ وہ نہ پہچانی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔

۳۔ اے رسولؐ مومن مردوں کو حکم دے دو کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ (۲۴/۳۰)

۴۔ اے رسولؐ، مومن عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ اپنی نظر بچا کر رکھیں

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (۲۴/۳۱)

۵- جو عورتیں جوانی سے گزر چکی ہیں اور وہ نکاح کی اب امیدوار نہیں ہیں وہ اگر اپنے سر کی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ ۲۴/۶۰

۶- محمد بن سیرینؒ نے عبیدہ سلمانی سے پوچھا کہ پردہ کی آیات کا دیکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے کہا کہ سر کی چادر سے چہرہ اور سینہ کو ڈھانپ لیا جائے اور بائیں آنکھ کو کھلا رکھا جائے۔

مذکورہ آیات اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ پردہ میں آنکھوں سے متعلق کوئی حکم نہیں بلکہ آنکھیں کھلی رکھنا ضروری ہے۔ آنکھوں کے کھلا رکھنے سے کسی عورت کی پہچان بھی نہیں ہو سکتی۔ موجودہ برقع کو بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برقع میں آنکھوں کے سامنے خالی جگہ رکھی جاتی ہے جس میں سے عورتیں دوسرے تمام مردوں کو دیکھ سکتی ہیں۔ اگر ایسا ہی معاملہ ہے تو پھر آنکھوں پر برقع لینے کی کیا ضرورت ہے ویسے بھی موجودہ برقعہ اسلام کے حکم میں شامل نہیں نہ حضورؐ اور صحابہ کے دور میں ایسے پردہ کا رواج تھا۔ بلکہ صرف یہ طریقہ رائج تھا کہ بس غیر محرم مرد کے سامنے آنے پر سر کی اوڑھنی یا چادر کے ایک پلو یا کنارہ سے صرف چہرہ اور سینہ کو ڈھانپ لیا جاتا تھا۔ آنکھیں بالکل کھلی رکھی جاتی تھیں۔

آج کے دور میں ایک یہ بھی غلط طریقہ نکال لیا ہے کہ بعض عورتیں پردہ کے حکم میں اپنے سسر، اپنے بھتیجوں اور بھانجوں اپنے نوکروں اور بوڑھے مردوں کو بھی سمجھتی ہیں حالانکہ قرآن نے ایسے لوگوں سے پردہ

Marfat.com

نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اکثر عورتوں نے برقع محض اپنے ذاتی ذوق اور زینت کی وجہ سے بنوایا ہوا ہے۔ ان کے پیش نظر اسلام کا پردہ مقصود نہیں ایسی عورتوں کو اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اصل رشتہ داروں یا خصوصاً اپنے خاوند سے پردہ کرتی ہیں۔ جب خصوصی رشتہ دار یا خاوند ساتھ ہو تو برقع پہن لیا اور جب ساتھ نہ ہوں تو برقع کندھوں پر ڈال لیا۔

بعض عورتیں سردیوں میں تو برقعہ کا استعمال خوب کرتی ہیں لیکن گرمیوں میں صرف اس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ جب ان کا اپنا ذوق ہو۔ لیکن پردہ پسند عورتوں کو موجودہ برقع سے گرمیوں میں سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پسینہ کی شدت سارے جسم میں حبس اور گھٹن پیدا کر دیتی ہے جس سے صحت پر بڑا اثر پڑتا ہے بہتر ہے اگر اسلامی پردہ اختیار کر لیا جائے تاکہ حبس اور گھٹن نہ ہو۔ اسلام کی رو سے پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں عورتوں کے لئے پردہ کا کوئی حکم نہیں اور یہ پانچوں ہنگامی حالات ہیں۔

۱۔ جب کوئی عورت بیمار ہو جائے اور علاج کرایا جا رہا ہو۔

۲۔ جب عورتوں کو دشمن کے ساتھ جنگ کا سامنا ہو۔

۳۔ جب کوئی کنواری جوان عورت ہو اور کوئی نوجوان شادی کے لئے دیکھنا چاہتا ہو۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اچھے خاصے اسلام پابند لوگ بھی شادی کی غرض سے اپنی نوجوان بیٹیوں کو دکھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یہاں بھی پردہ کا بندوبست کرتے ہیں حالانکہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ گویا خود سنت کی توہین کرتے ہیں

نکاح سے پہلے عورت کا دیدار

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے نکاح سے پہلے تجھ کو (یعنی عائشہؓ کو) خواب میں دیکھ لیا تھا اور ایک فرشتہ ریشمی کپڑا میں لپیٹ کر تجھ کو میرے پاس لایا اور کہنے لگا یہ تمہاری بیوی ہوگی۔ میں نے آپ کے منہ سے کپڑا اٹھایا۔ (حدیث)

حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے ایک صحابی سے کہا کہ تم نکاح چاہتے ہو تو فلاں انصاری کے پاس چلے جاؤ۔ لیکن آپ عورت کو دیکھ لیں کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔ (حدیث)

اس حکم سے آپ یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ عورت مرد کو بھی دیکھ لیتی ہے اور پھر اس کے لئے بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

حضور کا حکم اور عمل دونوں موجود ہیں۔ عام مسلمانوں کے علاوہ اکثر اہل علم اور عالم فاضل لوگ اب تک متعلقہ معاملہ میں نہ صرف غافل ہیں بلکہ جان بوجھ کر ان حدیثوں پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں اور یہ معاملہ ہر فرقہ کے اکثر علماء، حضرات لیڈران عظام اور پیران کرام کے بارے میں یکساں ہے۔

بعض لوگ تو پردہ کے بہانے سے لڑکی کو دکھانے سے انکار کرتے

ہیں۔ جب ان کو یہاں تک یاد کرایا جاتا ہے کہ اسلام میں چار مقامات ایسے ہیں جہاں چہرہ کے لئے پردہ کا دخل نہیں۔ بلکہ آنکھوں کا تو پردہ بھی نہیں نیز جنگ اور مرض، نکاح اور حج اور عدالت میں گواہی یہ پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں چہرہ کو کھلا رکھنا چاہیئے گویا یہ استثنائی احکام ہیں۔ وقت گزر جانے کے بعد پھر پردہ ضروری ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ لوگ ہنگامی اور استثنائی حالات اور احکام کو عام حالات پر منطبق کر کے اسلام کی خدمت نہیں بلکہ توہین کرتے ہیں۔ جائز باتوں پر فرقہ بندی کہاں کا انصاف ہے۔

جھاڑ پھونک اور دم کی حیثیت

۱۔ عبداللہؓ بن عباسؓ سے ایک روایت ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت کے وہ لوگ جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے جو نہ داغنے کا علاج کراتے ہیں نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں نہ فال لیتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (مسلم)

۲۔ مغیرہؓ بن شعبہ نے روایت کیا۔ حضور نے فرمایا جس نے داغ سے علاج کرایا (شرکیہ کلام سے) جھاڑ پھونک کرائی وہ اللہ پر توکل سے بے تعلق ہو گیا۔ (ترمذی)

۳۔ عبداللہؓ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے دس چیزیں پسند نہیں جن میں سے ایک جھاڑ پھونک بھی ہے سوائے معوذتین۔

(ابوداؤد۔ نسائی۔ احمد۔ حاکم)

ایک حدیث میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں شرک نہ ہو۔ اللہ کے پاک ناموں اور پاک کلام سے پھونکا جائے۔ کلام سمجھ میں آئے اور یہ معلوم کیا جا سکے کہ اس میں گناہ کی کوئی بات نہیں لیکن اس کچھ کے باوجود اللہ پر ہی بھروسہ کیا جائے۔ (الحدیث)

جھاڑ پھونک ذریعہ کاروبار نہیں

۴- حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کو ایک دفعہ نماز کی حالت میں بچھو نے کاٹ لیا جب فارغ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچھو پر خدا کی لعنت ہو۔ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے نہ کسی اور کو۔ پھر پانی اور نمک منگوایا جہاں بچھو نے کاٹا تھا وہاں آپ نمکین پانی ملتے جاتے تھے اور چار آخری قل پڑھتے جاتے تھے۔

(طبرانی)

۵- عثمان بن ابی عاص نے حضورؐ سے شکایت کی کہ میں مسلمان ہونے کے وقت سے اب تک مجھے ایک درد ہو رہا ہے۔ جو میرے لئے بہت سخت ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ اپنا سیدھا ہاتھ اس جگہ پر رکھو جہاں درد ہوتا ہے پھر تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ دعا پڑھتے ہوئے ہاتھ پھیرو۔ عثمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد درد نہیں ہوا۔

(ابن ماجہ)

۶- طلق بن علی سے روایت ہے کہ مجھے حضور کی موجودگی میں ایک بچھو نے کاٹا۔ حضورؐ نے مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور اس جگہ پر ہاتھ پھیرا

(مسند احمد۔ طحاوی)

۷- حضورؐ کی بیماری پر جبرائیل نے خود کچھ پڑھ کر جھاڑا اور پھونک ماری آپ کی بیوی حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ میرے گھر ایک خاتون شفا نامی بیٹھی تھی جو غلہ کو جھاڑا کرتی تھی۔

حضورؐ نے اس عورت سے کہا کہ حفصہ کو بھی یہ عمل سکھا دو۔

مسلم بن عوف نے کہا کہ ہم جاہلیت کے دور میں جھاڑ پھونک کیا
کرتے تھے۔ ہم نے حضورؐ سے بات کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی
حرج نہیں پھونک مارنے میں لیکن جب تک شرک نہ ہو۔

(حدیث)

١١۔ حضورؐ نے ایک دفعہ چند اصحاب کو جن میں ابو سعید خدری بھی
تھے۔ خدری بتاتے ہیں کہ ہم کو ایک بستی میں بھیجا۔ وہاں بھوک لگنے
پر گاؤں والوں نے کھانے پینے کی کوئی چیز دینے سے انکار کر دیا
اسی دوران بستی کے سردار کو ایک بچھو نے کاٹ لیا اس پر ہم
سے پوچھا کہ کوئی عمل ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم علاج نہ کریں گے جب
تک ہمیں کچھ دے نہ دو۔ انہوں نے بکریوں کے ریوڑ کا وعدہ کر لیا ابو سعید
خدری نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ درد ختم ہو گیا۔ انہوں نے تیس بکریاں
دے دیں۔ وہ مدینہ آئے تو بکریاں حضورؐ کے پیش کر دیں۔ حضورؐ نے
سارا ماجرا سن کر کہا کہ ان بکریوں میں میرا بھی حصہ رکھ لو۔ یہ اس لئے
کہ اصحاب کے دل میں جو شک تھا وہ مٹ جائے۔ شک یہ تھا
کہ کیا ایسی حالت میں معاوضہ لینا جائز بھی ہے۔ حضورؐ نے اس کے
بعد فرمایا بہتر تھا کہ بچھو کا علاج کسی دوسرے طریقہ سے کیا جاتا
لیکن اس واقعہ کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا۔

یہ ایک استثنائی واقعہ ہے۔ کیونکہ اصحاب کو پیاس اور بھوک کی
شدت تھی۔ اور مجبوری سے جھاڑ پھونک کا معاوضہ لیا۔ اور پھر ساتھ
ساتھ بتا بھی دیا کہ بہتر تھا کہ معاوضہ کے لئے علاج کا کوئی طریقہ
سوچتے۔

(بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

ہندوستان اور پاکستان میں خدا کی کتاب اور حضورؐ کی حدیث کو فتویٰ بازی جھاڑ پھونک اور دم درود کے لئے بہت سے عالموں اور پیروں اور درویشوں اور فقیروں گدی نشینوں اور مجاوروں نے جگہ جگہ فروخت کے لئے دکانیں بنا رکھی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تھوڑی قیمت پر فروخت کرنے کو اس لئے کہا ہے۔ کہ آخرت کے مقابلہ میں یہاں جھاڑ پھونک اور دم درود سے جو کچھ وصول کیا جاتا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ اس لئے تم آخرت کے بہت زیادہ کو چھوڑ کر اس دنیا کا سارا مال بھی حاصل کر لو وہ سب تھوڑی قیمت ہے۔ خدا کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں پر کوئی قیمت کوئی پیسہ۔ کوئی غلہ اور کپڑا ہرگز وصول نہ کرو۔ یہودیوں نے اس کام کو دکانداری اور کاروبار بنا رکھا تھا۔ ذریعہ روزگار کے طور پر دم شم اور جھاڑ پھونک کیا جاتا تھا۔ خدا نے ان کی اس غلط حرکت پر اور خصوصاً مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ یہ کاروبار فی سبیل اللہ کرو۔ خدا سے ڈر کر کرو۔ اس کے بدلہ میں آخرت کے اجر اور ثواب کی توقع رکھو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے تمام دور میں ابوسعید خدری کا ایک واقعہ ہے جس میں تیس بکریاں لی گئی ہیں اور ان پر سارے راستہ میں وہ پریشان رہے ہیں اور اسی پریشانی کے عالم میں حضور سے پوچھا چونکہ سخت بھوک اور گاؤں والے لوگوں کے غلط رویہ کی وجہ سے حضورؐ نے تسکین دینے کے لئے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

انگریزی حجامت جائز ہے

ایک دفعہ حضورؐ نے دیکھا کہ کچھ بچے جنہوں نے سر کے بال کچھ کٹوا رکھے تھے۔ اور کچھ بالکل چھوڑ رکھے تھے۔ آپؐ نے انہیں کہا کہ یا تو سب بال رکھو یا سب بال منڈھوا دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور کے سر کے بالوں کے بارے میں کہا ہے کہ حضورؐ کے سر کے بال گردن سے ذرا اوپر سے کٹے ہوئے تھے۔

دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ کبھی حضور کے بال گردن سے ذرا نیچے تک ہوتے تھے (جمہ) اور کبھی کندھوں سے تھوڑا سا نیچے تک (لمہ)، اور حج کے دوران سارے بال کٹا دیتے تھے۔

آج کل کے سر کے انگریزی بالوں پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی کیونکہ کوئی آدمی کوئی بچہ ایسی حجامت نہیں کراتا جس میں کچھ بال بالکل چھوڑ دیئے جاتے ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ سر پر سے کسی جگہ سے تھوڑے بال کاٹے جاتے ہیں۔ اور کسی جگہ سے زیادہ عموماً اطراف سے بالوں کو زیادہ سے زیادہ چھوٹا کیا جاتا ہے اور پیشانی کے قریب بڑے بال رکھے جاتے

ہیں۔ لیکن بالوں کو ہر جگہ سے تھوڑا یا بہت ضرور کاٹا یا کترایا جاتا ہے اس طرح سارے سر میں ہمیشہ چھوٹے بڑے بال رہتے ہیں۔ لیکن انگریزی حجا[مت] میں کہیں بھی یہ صورت نہیں کہ کوئی آدمی یا بچہ سر کے کسی حصہ کے بالوں کو بالکل قینچی نہیں لگواتا یہ بات بھی غلط ہے کہ اگر سارے بال رکھ لئے جائیں تو وہ حضورؐ کی سنت ہے۔ عمر بھر میں ایسی کوئی مثال نہیں کہ حضورؐ نے سر کے سارے بالوں کو رکھا ہو جس طرح کہ بعض صوفیوں نے عورتوں کی طرح بودیاں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بودیاں حضور کے عمل کے بالکل خلاف ہیں۔ حضورؐ کے عمل کے لئے ضروری ہے کہ نیچے سے تھوڑے یا بہت بال ضرور کٹوائے جائیں یا پھر سر کے تمام بالوں کو کترا دیا جائے جیسا کہ حضور حج کے دوران کرتے تھے۔

جب جھوٹ قابلِ ثواب ہے

حضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹا شخص وہ نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔ جتنے کام جتنے بات تک پہنچے۔ (جھوٹ نا جائز ہے مگر تین موقعوں پر۔ ایک جنگ۔ دوسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ تیسرے آدمی کا اپنی بیوی سے بیوی کا اپنے شوہر سے دلجوئی کے لئے باتیں کرنا

(بخاری و مسلم)

اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے ڈر کر کسی کے پاس چھپ گیا ہے جو اس کے قتل یا اس کا جائز مال چھیننے کے درپے ہے تو ایسی حالت میں مظلوم کو چھپانا اور جھوٹ بول کر پتہ نہ بتانا ثواب ہے۔ ایسے ہی کسی کے پاس امانت ہو۔ ظالم اس کو چھین لینا چاہتا ہے تو اس امانت کو بچانے کی خاطر جھوٹ بولنا واجب اور ثواب ہے۔

(کتاب الاذکار صحاح ستہ)

چونکہ اسلام زندگی کے تمام مسائل سے بحث کرتا ہے اور تمام مسائل کو حل کرنے کا داعیہ رکھتا ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں جھوٹ کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اور قرآن اور حدیث میں جھوٹوں پر لعنت

کا ارشاد فرمایا گیا ہے جھوٹے آدمی اور جھوٹی عورت کی کوئی گواہی قابل اعتبار نہیں۔ جھوٹا آدمی دھوکا باز کے برابر ہے۔

جھوٹا آدمی حق بات اور صداقت کی مخالفت کرتا ہے۔ جھوٹا آدمی جھوٹ سے لوگوں کے مالوں کو غصب کرنا چاہتا ہے۔ مگر کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنا نہ صرف واجب اور جائز ہے بلکہ عین ثواب ہے۔ اگر یہاں جھوٹ نہ بولو گے تو اپنی جان پر سخت ظلم کرو گے۔ یہاں بھی آپ سچ کا اظہار کرو گے تو تم حق کے ساتھ ظلم کرو گے۔ میاں بیوی اور دوسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے سلسلہ میں جو ایک بہتر کام ہے جس کے نتائج اسلام کے حق میں ہیں۔ جھوٹ بولنا برا نہیں مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان اگر جنگ ہو تو مسلم فوج کے آدمی کا جھوٹ بول کر جان بچانا نیکی ہے۔ نیز جھوٹ سے دشمن کی جاسوسی کرنا بھی قابل ثواب ہے۔

بالوں کی صفائی

حضورؐ نے ایک دفعہ ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ اور پھیلے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ شیطانی فعل ہے
(مشکوٰۃ)

ابو قتادہؓ کو ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا ابو قتادہ تم نے اپنے بالوں کو خوب سنوار رکھا ہے۔ آپ نے اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کا صحیح احترام کیا ہے۔ حضورؐ کی پسندیدگی پر بعد میں کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ میں ایک دن میں دو دو دفعہ بالوں میں تیل لگاتا اور پھر کنگھی کیا کرتا۔
(مشکوٰۃ)

آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو داڑھی اور سر کے بالوں کو سنوار کر نہیں رکھتے۔ تیل اور کنگھا تو زمانہ کا شوق تصور کر کے بالوں کے قریب نہیں لے جاتے خود میرے ایک دوست نے کئی دفعہ ایسے مواقع پر لوگوں سے گذارش کی ہے کہ تم اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو تیل لگا کر اور کنگھی کر کے رکھا کرو۔

ایک جرم پر مختلف سزائیں

جو لوگ اپنی بیویوں سے (ماں یا بہن کہہ کر) ظہار کرتے ہیں ان کی اس حرکت سے مائیں بہنیں بن جاتیں۔ بس آزاد کرنا ایک غلام کا۔ یا پے درپے دو دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے

(مجادلہ ۔ ۲-۳-۴)

ہر اس آدمی کے لئے اللہ کی گرفت ہے جو جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ جھوٹی قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑے پہنائے۔ یا غلام آزاد کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ ۔ ۸۹)

(حج کے موقع پر) احرام کے وقت شکار نہ کرو۔ اگر کوئی اس حالت میں شکار مار ڈالے تو پھر اللہ کی راہ میں ایک قربانی کرنا یا مسکینوں کو کھانا کھلانا یا روزے رکھنا کفارہ ہے۔ (المائدہ ۔ ۹۵)

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر دشواریاں نہیں بلکہ آسانیاں چاہتا ہے اس نے آدمی کی غلطیوں کی معافی کے لئے آسان ترین کئی طریقے بنا دیئے ہیں تاکہ آدمی اپنی پسند کے مطابق عمل کر سکے۔ بعض لوگوں کا اعتراض ہے۔ کہ ایک جرم کے لئے ایک ہی سزا ہو اور ایک نیکی کے کام کے لئے

ایک ہی طریقہ ہو۔ حالانکہ آدمی کا یہ طریقہ اور مطالبہ خود آدمی کے لئے نقصان
دہ ہے۔ اللہ تعالے نے نیکیوں کے لئے کئی کئی طریقے بتائے ہیں اور یہ
آدمی کے لئے بہتر ہیں۔ اسی طرح مختلف جرائم پر بھی کئی کئی سزائیں بنائی
ہیں جن میں سے ایک وقت میں صرف ایک پر ہی عمل کرنے سے جرم ساقط
ہو جاتا ہے اگر کوئی دوسرا آدمی دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے تو وہ بھی جائز ہے
اس پر مسلمانوں اور عام لوگوں کو اسلام کا احسان مند ہونا چاہئے۔ اپنی
منشا سے کسی ایک حکم پر عمل کرنا فرقہ بندی نہیں بلکہ اسلام کی پابندی ہے

حرام و حلال کی پابندی

اسلام میں حلال و حرام کی جو قیود ہیں وہ صرف اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ ایک دفعہ حضورؐ نے شہد کو اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے حرام قرار دے دیا تھا۔ فوراً اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت آگئی کہ آپ کو اختیار نہیں کہ آپ ایک حلال چیز کو حرام کر دیں۔ اب دوسرے کس شخص کو اختیار ہو سکتا ہے کہ وہ کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال قرار دے دے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر حرام چیزوں کے نام اور نشان بتا دیئے ہیں ان کے علاوہ دنیا کی ہر چیز حلال ہے اگرچہ اس کا نام اسلام نے لیا ہو یا نہ لیا ہو۔ کوئی انسان پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ کسی کی طبیعت چاہتی ہو یا نہ چاہتی ہو کوئی کراہت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ قانون کی نظر میں وہ چیز حلال ہے کسی بڑے سے بڑے شخص کے کہنے سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہو سکتی اسی طرح کسی فرض کا ہونا یا نہ ہونا واضح ہدایات کے مطابق ہے ایک آدمی یونہی کہہ دیتا ہے کہ چونکہ تم نے ننگے سر نماز پڑھی ہے لہٰذا وہ نہیں ہوئی دوسرا کہتا ہے کہ تم نے داڑھی منڈوایا کترا کر نماز پڑھی ہے لہٰذا تمہاری نماز بھی نہیں ہوئی۔ ماہ رمضان میں کئی آدمی کہہ دیتے ہیں کہ

کہ تم نے چونکہ تراویح نہیں پڑھی لہذا تمہارا روزہ بھی نہیں ہوا۔ حالانکہ کہیں بھی حضورؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ ہم خود ہی ایک قانون بنا کر لاگو کر دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ خود حرام وحلال ہونے یا نہ ہونے کا قانون بنانا جرم اور گناہ ہے۔

نماز تراویح فرض نہیں

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دور میں دو قسم کے عمل کئے ہیں ان میں سے ایک کو دینی حیثیت سے فرضی سنت کہا گیا ہے اور دوسرے کو سنت غیر مؤکدہ کہا گیا ہے۔ جن کا تعلق حضورؐ کی اپنی ذاتی پسند یا ناپسند پر ہے۔ لیکن حضورؐ نے اپنے غیر مؤکدہ یا نفلی کاموں کو امت پر فرض نہیں کیا ہے۔ اور نہ خدا کے ہاں ایسے کاموں کی باز پرس ہے حضورؐ نے اپنی ذاتی پسند کے مطابق تین دن تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا اس کے بعد سب صحابہ کو حکم دے دیا کہ اپنے اپنے گھروں میں اکیلے اکیلے پڑھیں ممکن ہے کہ اگر اس نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا گیا تو اللہ تعالےٰ اسے فرض قرار دے دے۔ جو امت پر بوجھ ہوگا۔ چونکہ نماز تراویح فرض نہیں ہے لہذا صحابہ کی کثیر تعداد نے نفل سمجھ کر کسی نے آٹھ، کسی نے دس کسی نے بیس، کسی نے چھتیس، اور کسی نے چالیس اور ستر تک پڑھی ہیں۔ اگر کچھ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ حضورؐ کی نمازِ تہجد کا نام نمازِ تراویح ہے تو اس سے بھی اس مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امت کے لئے تو یہ نماز نفل ہے لیکن افسوس کہ ایسے نفلی کام کو ترک کرنے والے مسلمانوں پر مشرک اور بدعتی کا فتوی لگایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ نماز تراویح نہ پڑھنے سے روزے منظور نہیں کئے جاتے یہ بات غلط ہے۔ اس بات کا تعلق تراویح کی نماز سے نہیں بلکہ صدقہ فطرانہ سے ہے۔

آیت اللہ مودودی

کیا بالغ عورت خود اپنا نکاح کر لینے کی مجاز ہے؟

سوال:- علماء احناف اور علماء اہل حدیث کے درمیان نکاح بالغہ بلا ولی کے مسئلہ میں عام طور پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف اس کے قائل ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح اولیاء کے اذن کے بغیر یا ان کی خواہش کے علی الرغم کرنا چاہے کر سکتی ہے اور اس نکاح پر اولیاء کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے ان کے برعکس اہل حدیث حضرات ایسے نکاح کو باطل اور کالعدم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکاح بلا ولی کی صورت میں بلاتامل دوبارہ نکاح کیا جانا چاہیے استدعا ہے کہ آپ اس بارے میں اپنی تحقیق واضح فرمائیں۔

جواب: اس سوال کے متعلق ہم اپنے پوری تفصیل کے ساتھ فریقین کے دلائل بیان کر دیتے ہیں لہذا پہلے ہم ان دلائل کو یہاں نقل کر دیتے ہیں

۱۔ حنفیہ کا استدلال حسب ذیل آیات اور احادیث سے ہے

تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں، پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو پھر جو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے کریں اس کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں (البقرہ ۲۳۴)

پھر اگر (تیسری) بار شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے (البقرہ ۲۳۰)

Marfat.com

پھر تم ان عورتوں کو اس سے مت روکو کہ وہ اپنے زیرِ تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ بھلے طریقے سے باہم رضامند ہو جائیں۔ (البقرہ - ۳۰)

نافع ابن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورت اپنے ولی سے زیادہ خود اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی حقدار ہے اور کنواری کا مشورہ لیا جانا چاہیئے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ شوہر دیدہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نکاح کے معاملے میں حقدار ہے۔

(نصب الرایہ جلد ۳ ص ۱۸۲)

ابی سلمہ ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میرے باپ نے میرا نکاح ایک مرد سے کر دیا ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔ آپ نے باپ سے فرمایا کہ نکاح کا اختیار تمہیں نہیں ہے اور لڑکی سے فرمایا جاؤ جس سے تمہارا جی چاہے نکاح کر لو۔ (نصب الرایہ جلد ۳)

مالک نے عبدالرحمٰن سے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا منذر ابن زبیر سے نکاح کر دیا اس وقت عبدالرحمٰن شام میں تھے۔ جب وہ واپس آئے تو کہنے لگے کہ کیا میری رائے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ تب حضرت عائشہؓ نے منذر ابن زبیر سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں ہے اس پر عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ جس معاملے کو آپ نے طے کر دیا ہے۔ میں اس کی تردید نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ حفصہ منذر کے پاس ہی رہیں اور یہ طلاق نہ تھی۔ (نصب الرایہ - جلد ۳)

ابو داؤد اور نسائی نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر دیدہ عورت پر ولی کو کچھ اختیار حاصل نہیں ہے (ابوداؤد و نسائی) نسائی اور احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک لڑکی نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میرا بیاہ صرف اس لئے کر دیا ہے کہ میرے ذریعے سے اسے ذلت سے نکالے آپ نے نکاح کی تنسیخ و استقرار کا حق لڑکی کو دے دیا۔ لڑکی نے کہا میرے والد نے جو کچھ کیا ہے میں اسے جائز قرار دیتی ہوں۔ میری خواہش صرف یہ تھی کہ عورتیں جان لیں کہ باپوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ (نسائی اور احمد)

۲۔ اہل حدیث حضرات اپنی تائید میں مندرجہ ذیل احادیث پیش کرتے ہیں

ابو موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت دوسری عورت کی ولی بن کر نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے۔ (دارقطنی اور ابن ماجہ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا جس عورت کا نکاح ولی یا حکام نہ کریں [illegible] نکاح باطل ہے (دارقطنی)

حضرت علیؓ نے فرمایا جس عورت نے بھی اپنے ولی کے اذن کے بغیر [illegible] اس کا نکاح باطل ہے۔ بلا اجازت ولی کوئی نکاح نہیں (دارقطنی)

امام شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ [illegible] فرمایا کہ ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔ (دارقطنی)

ان دلائل پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہی یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ دونوں [illegible] کافی وزن ہے اور یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ دونوں میں سے کسی [illegible] غلط ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شارع نے فی الواقع دو متضاد حکم دیئے ہیں یا ایک حکم کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا ہے؟ یا دونوں حکموں کا [illegible]

Marfat.com

طور پر متحقق ہو سکتا ہے ؟ پہلی شق تو صریحاً باطل ہے۔ کیونکہ شریعت کا پورا نظام شارع کی حکمت کاملہ پر دلالت کر رہا ہے اور حکیم سے متضاد احکام کا صدور ممکن نہیں ہے دوسری شق بھی باطل ہے کیونکہ نسخ کا کوئی ثبوت یا قرینہ موجود نہیں ہے۔ اب صرف تیسری ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور ہمیں اسی کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ میں دونوں ان کے دلائل کو جمع کر کے شارع کا جو منشاء سمجھ سکا ہوں۔ وہ یہ ہے۔

۱۔ نکاح کے معاملے میں اصل فریقین مرد اور عورت ہیں نہ کہ مرد اور اولیائے عورت اسی بنا پر ایجاب و قبول ناکح اور منکوحہ کے درمیان ہوتا ہے۔

۲۔ بالغہ عورت (باکرہ ہو یا ثیبہ) کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف منعقد نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ نکاح کرنے والا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ جس نکاح میں عورت کی طرف سے رضا نہ ہو اس میں سرے سے ایجاب ہی موجود نہیں ہوتا کہ ایسا نکاح منعقد ہو سکے۔

۳۔ مگر شارع اس کو بھی جائز نہیں رکھتا کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں بالکل ہی خود مختار ہو جائیں اور جس قسم کے مرد کو چاہیں اپنے اولیا کی مرضی کے خلاف اپنے خاندان میں داماد کی حیثیت سے گھسا لائیں اس لیے جہاں تک عورت کا تعلق ہے شارع نے اس کے نکاح کے لئے اس لئے اس کی اپنی مرضی کے ساتھ اس کے ولی کی مرضی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ نہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے اپنا نکاح خود کر لے اور نہ ولی کے لئے جائز ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح جہاں چاہے کر دے۔

۴۔ اگر کوئی ولی کسی عورت کا نکاح بطور خود کر دے۔ تو وہ عورت کی مرضی پر معلق ہو گا۔ وہ منظور کر لے تو نکاح قائم رہے گا۔ نامنظور کرے تو معاملہ عدالت

میں جانا چاہیے۔ عدالت تحقیق کرے گی کہ یہ نکاح عورت کو منظور ہے یا نہیں۔

آیت اللہ مودودی نے مندرجہ بالا معاملات پر جو روشنی ڈالی ہے وہ ایسے ممالک میں تو کافی حد تک قابل عمل ہے جہاں اسلامی قانون رائج ہے اور مسلمان حکمران ہیں۔ چونکہ وہاں عدالتی نظام قائم ہے جس کو مسلمان جج اور قاضی چلاتے ہیں۔ اور پھر ایسے ممالک میں مسلمانوں کے اجتماعی ادارے اور ان کی مختلف سیاسی یا غیر سیاسی تنظیمیں بھی ہیں۔ جہاں کسی حد تک مرد اور عورت یا ان کے وارث ان عدالت تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اکثر ممالک میں نہ تو اسلامی قانون ہے نہ مسلمانوں کی حکومتیں ہیں۔ نہ مسلمان جج اور قاضی ہیں۔ نہ ان کے ہاں کوئی سیاسی اور غیر سیاسی کوئی ادارہ اور تنظیم ہے۔ نہ کوئی دارالقضاء ہی ہے۔ لہٰذا ایسے ممالک میں بالغ مسلم عورتوں کو خود اپنا نکاح کر لینے کی آزادی ہونی چاہیے۔ مرد کو بیوی یا عورت کو اپنا خاوند تلاش کرنے کی کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ لیکن نکاح کے وقت چند صالح افراد کا مجلس میں ہونا ضروری ہے تاکہ معاشرے میں یہ بات واضح ہو کہ یہ مرد اور عورت نکاح کے بندھن میں زندگی گزار رہے ہیں نہ کہ بغیر نکاح جنسی معاملات میں ملوث ہیں۔ نکاح کی شہرت لازمی ہے تاکہ مرد و عورت زنا کے الزام سے بری ہوں۔

یہ بھی بات کافی حد تک درست ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نسلی مسلمان ہے۔ لڑکے لڑکیاں بالغ ہونے کے کئی کئی سال بعد تک بغیر نکاح کے رہتے ہیں کوئی ان کا کفو اور جوڑ تلاش نہیں کرتا۔ مجبوراً بالغ لڑکیاں اپنا کفو اور جوڑ تلاش کر کے نکاح میں منسلک ہو جاتی ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین رشتہ دار دولت کے لالچ میں کفو اور جوڑ کو نظر انداز کر کے شادی کرنا چاہتے ہیں جس میں لڑکی کی رضامندی شامل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ خود اپنا

کفو تلاش کر لیں۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے یہ احتیاط لازمی ہے کہ مرد و عورت میں ناجائز جنسی تعلقات نہ پیدا ہوں۔ لیکن جہاں ایسے حالات نہ ہوں وہاں شریفانہ طریقہ یہی ہے کہ بالغ لڑکیوں کے والدین ہی ان کا کفو اور جوڑ تلاش کر کے نکاح کا بندوبست کریں۔ اس حالت میں خاندانی زندگی مربوط اور خوشگوار ہوتی ہے علاوہ ازیں اسلام نے عورتوں پر سے ایسا بوجھ اتار دیا ہے جس میں نابالغ ہونے کی صورت میں نکاح کر دیا جاتا ہے۔ اسلام اس سلسلہ میں عورت کے بالغ ہونے پر اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ چاہے تو اپنے دلی کے نکاح پر رضامندی کا اظہار کر کے اپنے خاوند کے گھر چلی جائے اور چاہے تو نکاح کو فسخ اور باطل کرنے کا اعلان کرے اور پھر دوسری جگہ اپنے نکاح کا بندوبست کرلے۔ اسلام صرف مسلم ملک کے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے نہیں آیا۔ بلکہ پوری دنیا کے ممالک میں رہنے والے سب مسلمانوں کے تمام ہنگامی مسائل حل کرنے بھی آیا ہے لہٰذا اسلام نے ہر قسم کی گنجائشیں رکھی ہیں یہ الگ مسئلہ ہے کہ ہم کوتاہ عقل کی وجہ سے مسائل کو اپروچ نہ کر سکیں۔

قطبین میں نماز اور روزہ کی حیثیت

ایک سوال کہ کبھی دن بڑے ہوتے ہیں، کبھی بہت چھوٹے۔ بعض حالات میں طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب میں بیس گھنٹے کا فرق ہوتا ہے جیسا کہ قطبین میں ایسی صورت میں روزہ اور نماز کی پوزیشن کیا ہو گی۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن ممالک میں چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع وغروب ہوتا ہے۔ ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے، نمازوں اور روزوں کے اوقات انہی قاعدوں پر مقرر کئے جائیں گے جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ یعنی فجر کی نماز طلوعِ آفتاب سے پہلے، ظہر کی نماز زوالِ آفتاب کے بعد، عصر کی نماز غروبِ آفتاب سے قبل، مغرب کی نماز غروبِ آفتاب کے بعد اور عشاء کی نماز کچھ رات گزر جانے پر۔ اسی طرح روزہ بہ حال صبح صادق کے ظہور پر شروع ہو گا اور غروبِ آفتاب کے معاً بعد افطار کیا جائے گا۔ جہاں ظہر و عصر، یا مغرب و عشاء میں فرق ممکن نہ ہو وہاں ظہر و عصر، یا شام و عشاء کی نمازیں جمع کر لی جائیں۔

روزے رکھنے والے وہاں کے دن کی بڑائی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ابن بطوطہ نے روس کے شہر بلغار کے متعلق لکھا ہے۔ کہ گرمی کے زمانے میں جب وہ وہاں پہنچا ہے، تو رمضان کا مہینہ تھا اور افطار کے وقت سے لے کر صبح صادق کے ظہور تک صرف دو گھنٹے کا وقت ملتا تھا اسی مختصر مدت میں وہاں کے مسلمان افطار بھی کرتے، کھانا بھی کھاتے اور عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے تھے نماز عشاء سے فارغ ہو کر کچھ دیر نہ گزرتی تھی کہ صبح صادق ظاہر ہو جاتی اور پھر فجر کی نماز پڑھ لی جاتی (از رسائل و مسائل سید مودودی)

آج کے دور میں ایک اور بھی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ایک آدمی صبح روزہ رکھ کر فجر کی نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور پھر ہوائی جہاز کے ذریعہ ایک ایسے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ جس میں دو یا تین گھنٹوں میں کسی ایسے ملک میں پہنچ جاتا ہے جہاں سورج غروب ہو چکا ہے۔ اور عشاء کی نماز کا وقت ہے۔ ایسی صورت میں لامحالہ روزہ تو افطار کرنا ہی ہوگا۔ لیکن ظہر اور عصر کی نمازیں قضا پڑھنی ہوں گی اور شام اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لی جائیں۔

بشریت انبیاء

انبیائے کے مشاہدات

انبیاء کرام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منصب کی مناسبت سے زمین اور آسمانوں کی ملکوت کا مشاہدہ کرایا ہے۔ مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر مامور کئے گئے تھے تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ بھی دیکھتا ہے۔ اسے قیاس اور گمان سے کہتا ہے۔ وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا مگر انبیاء جو کچھ کہتے ہیں وہ براہِ راست علم اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں۔ وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو خود جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔ آیت اللہ مودودی

فہرست مضامین

۱۔ ہر رسول کی انقلابی دعوت ———— ۹

۲۔ انسانی مخلوق کا مرتبہ ———— ۱۴

۳۔ بشر اور رسول دونوں حیثیتوں کا ماننا اسلام ہے ———— ۱۶

۴۔ بشر اور رسول میں سے ایک حیثیت ماننا جرم عظیم ہے ———— ۳۱

۵۔ بھول کی لغزش بشریت کی نشانی ———— ۳۹

۶۔ رسولوں کو نوری بنانے کی ترغیب اور تردید ———— ۴۸

۷۔ اللہ کے نور سے کوئی چیز پیدا نہیں ———— ۵۰

۸۔ اسلام اور ہدایت کا دوسرا نام نور ہے ———— ۵۸

۹۔ حضورؐ کے سایہ کی حقیقت ———— ۶۴

۱۰۔ ایک حدیث کی صحیح تشریح ———— ۱۲

۱۱۔ بھول جانا کلی غیب دان کا کام نہیں ———— ۱۳۰

۱۲۔ غیوب انبیاء کی اصل حیثیت ———— ۱۸

۱۳۔ انبیاء کے مشاہدات ———— ۹۶

دیباچہ

دنیا میں آج تک جتنے بھی داعیٔ اسلام تشریف لائے ہیں۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور مقصد صرف یہی تھا کہ اسلام کے تمام احکام اور ہدایات کو خدا کی زمین پر اور اس کے بندوں پر نافذ کیا جائے۔ لوگوں کو اپنے مشرک بادشاہوں اور صدروں۔ اپنے گورنروں اور سرداروں اپنے غلط اور غیر اسلامی حکم دینے والے عالموں اور پیروں کا اندھا عابد اور غلام نہ بنایا جائے۔ انسانوں کی پہلی صورت یہ ہو کہ وہ خدا کے احکام میں صرف خدا کے غلام ہوں اور ان کے مقابلہ پر دنیا کے بڑے سے بڑے حکمران اور سردار کا حکم مسترد کر دیں۔ دوسرے اپنے سرداروں اور حاکموں، اپنے بادشاہوں اور صدروں کے ان احکام اور ہدایات کی ضرور اطاعت اور فرمانبرداری کریں جو خدا کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ لیکن یہ بات انتہائی افسوس کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ جس داعی نے اسلام خالص کی تعلیم دی، اس کے کچھ پیروکاروں نے جاہلانہ عقیدت کی بنیاد پر یا تو اپنے داعی اور لیڈر کو خدا بنا ڈالا، جیسے حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بنایا گیا اور پھر اس کے ساتھ مشرکانہ محبت کی پیروی کو معیار بنا لیا گیا، یا پھر اپنے رسولوں اور لیڈروں کو خدائی اختیارات میں خدا کا شریک اور حصہ دار بنا ڈالا۔ ان لوگوں کو بھی ان بتوں اور پختہ قبروں میں شامل کر دیا جن کو توڑنے اور گرانے کے لیے رسولوں اور صالح لیڈروں نے اپنی پوری عمر صرف کر دی۔ اس کام میں ان کو پھانسیوں کے تختہ تک جانا پڑا۔ وہ قتل و غارت گری کے مقامات تک پہنچائے گئے۔ ان کو ہجرت اور جلاوطنی پر مجبور کیا گیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹا گیا، جیل خانوں میں ڈالا گیا۔

جس خالص اسلام کو اسلام کے داعیوں نے پیش کیا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے کچھ پیروکاروں نے اس میں ملاوٹیں اور آمیزشیں کریں۔ آج قرآن کے علاوہ کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں جس کا اصل نسخہ موجود ہو جس میں زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیلی نہ کی گئی ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کے اکثر حنفی پیروکاروں نے بت پرستی کو اصل تعلیم بنا ڈالا۔ حالانکہ جناب ابراہیمؑ

نے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا تھا۔ آل اسرائیل کے یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ کی بشریت کا انکار کرکے کتاب میں کمی بیشی کردی۔ اپنے انبیا کو رب اور معبود بنالیا۔ اپنے جاہل بادشاہوں کے ان احکام کی دل و جان سے پیروی شروع کردی جو رسولوں کی تعلیم اور حضرت موسیٰؑ کی تورات کے عین خلاف تھے۔ گویا اپنے بادشاہوں اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے حکمرانوں کو اپنا رب اور الٰہ بنا ڈالا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی عبادت اور بندگی شروع کردی حالانکہ انہوں نے ہمیشہ اس کام سے لوگوں کو روکا تھا۔ گوتم بدھ کے اکثر پیروکاروں نے اس تعلیم کا حلیہ ہی بگاڑ دیا جو نقائص سے پاک تھی۔ رام چندر کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ ہندوؤں کی اکثریت نے ان کی بشریت کا انکار کرکے الٰہ اور رب بنالیا۔ گوتم بدھ، رام چندر، سری کرشن، حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی بشریت اور الٰہ ہونے میں ابھی تک کئی جھگڑے ایسے ہیں جن کو حل نہیں کیا جاسکا۔ حضرت عیسیٰ مسیحؑ، حضرت عزیرؑ، جناب گوتم بدھ، جناب رام چندر اور سری کرشن کے بارے میں تو یہ یقین کرلیا گیا کہ اصل خدا ان میں حلول کر گیا ہے۔ چند صدیاں گزر جانے کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ نے بھی خالص اسلام کو نظر انداز کردیا۔ ایک گروہ کی جہالت تو اس حد تک پہنچ گئی کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر رسول ہونا ہی قابل اعتراض ٹھہر گیا۔ کچھ مسلمانوں نے یہاں تک اعلان کردیا کہ خدا خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں مدینہ میں اتر آیا۔ ایک گروہ نے یہ اعلان کردیا کہ خدا نے اپنے تمام اختیارات حضورؐ کو سونپ دیئے اور پھر تمام چھوٹے بڑے بزرگوں کو بھی تقسیم کردیئے۔ یہ ظلم یہاں تک کہ وہ بھول گئے کہ:

خدا کے دامن میں وحدت کے سوا کیا ہے

جو لینا ہے وہ لے لیں گے محمد سے

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ رسولوں کی بشریت کو اسلام کے پہلو سے واضح کیا جائے۔ ان کے بارے میں جو غلط تصورات پیدا کئے گئے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔

دنیا میں ہمیشہ جب بھی کسی رسول اور نبی، کسی ولی اور بزرگ، کسی پیر اور راہنما، کسی مصلح اور معلم کی بشریت کا انکار کیا گیا، اس کو کائنات کا عالم الغیب بنا لیا گیا، اس کی موت کو زندگی سے زیادہ اعلیٰ سمجھ لیا۔ ان نظریات کا نتیجہ برآمد ہوا کہ پیروکاروں نے ان کو اپنی مشکلات اور حاجات میں [illegible] لیا۔ پس یہ کیا تھا کہ نفع اور نقصان کی بنیاد پر ان [illegible]

نذریں دی جانے لگیں۔ ان کے نام کے پھل اور غلے پیش ہونے لگے۔ ان کے نام کی چادریں چڑھنے لگیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے ان کے مزارات نافع ہونے کی بنیاد پر سجدے شروع کر دیئے۔ لیکن یہ عمل ہمیشہ سب سے کم رہا ہے۔ دوسرے اعمال کی زیادہ سے زیادہ بھرمار ہوتی رہی ہے اور ہو رہی ہے۔ ان ظالموں نے یہاں تک ظلم کیا کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان کا نام لینے لگے۔

نظریہ حلول کی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ایک حیثیت واضح کی ہے کہ وہ انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ دوسری جگہ کہا گیا ہے کہ اگر کہیں تین افراد باتیں کر رہے ہوں تو چوتھا وہ قریب ہی سن رہا ہوتا ہے اگر چار افراد ہوں تو پانچواں اللہ تعالیٰ ہے اور اگر پانچ افراد ہوں تو چھٹا اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک اور مقام پر بتایا گیا ہے کہ جب کوئی انسان مرنے ہوتا ہے تو قریب ہی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن تم لوگ اللہ کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان تمام صورتوں سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی دوری نہیں۔ اس کی کرسی اور جائے اقتدار سے نہ کوئی آسمان دور ہے اور نہ زمین دور ہے۔ نہ ان دونوں کے درمیان فضا کی کوئی چیز دور ہے۔ اس کی نظر اور آنکھ کے لیے کوئی پردہ اور کوئی اوٹ نہیں۔ اس کی نظر زمین اور آسمانوں کے ایک ایک ذرہ کو دیکھتی ہے۔ دنیا میں کوئی درخت اور کوئی مکان۔ کوئی دیوار اور کوئی پہاڑ۔ کوئی ٹیلہ اور کوئی ریگستان۔ کوئی جنگل اور کوئی سمندر اس کے لیے رکاوٹ نہیں۔ انسان جو کچھ چھپ کر یا رات کے اندھیروں میں کرتا ہے وہ اسے بھی قریب سے دیکھ رہا ہے۔ یہ تمام کائنات اس کے لیے ایسی ہے جیسے ہاتھ میں کوئی چیز۔ کائنات کے اس نظام کے لیے نہ اسے کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ وہ ہر وقت جاگتا ہے۔ وہ تھکتا نہیں۔ پریشان نہیں ہوتا۔ گو اس نے روحوں کو قبض کرنے، بارش برسانے رسولوں کو ایک حد تک وحی اور پیغام پہنچانے کے لیے فرشتوں کی ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں، لیکن یہ فرشتے بھی وہی کام کرتے ہیں جن کا حکم اور اختیار ان کو دیا جاتا ہے۔ اپنے آپ کوئی فرشتہ کام نہیں کرتا۔ ہمیشہ ہر نئے کام اور نئے حکم کا انتظار کیا جاتا ہے۔ اگر فرشتوں کی ڈیوٹیاں نہ بھی ہوں تو پھر بھی خدا کے لیے مشکل نہیں ہے کہ وہ ان کاموں کو کنٹرول کرکے تھک جائے گا۔ بلکہ یہ صرف ایک نظام کائنات کی ایک مثال ہے۔ ورنہ تو وہ یہ کام بھی اپنے ایک حکم سے کرتے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ رسولوں کو وہی حکم اور وحی نہیں آتی جو حضرت جبرائیل لاتا ہے، بلکہ

Lecturer.
Govt: Degree College
Haroonabad.

اس کے علاوہ بھی قرآن نے بتایا ہے کہ خدا اور رسول کے درمیان پردے پیچھے بھی پیغام رسانی ہوتی ہے اور کبھی وہ اپنا حکم اپنے رسول کے دل پر بھی اتار دیتا ہے۔ کبھی وہ نیند کی حالت میں خواب کو واسطہ بنا کر اپنا پیغام رسول کے دل میں اتار دیتا ہے۔ اس علم کا رسول کو پتہ ہوتا ہے مگر جبرائیل کو نہیں۔ جب تک یہ علم یا اس کا کچھ حصہ حضرت جبرائیل کو دوبارہ بتا نہ دیا جائے۔ بہرحال میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آغاز کائنات سے نہ کسی انسان اور بشر کی شکل میں آسمان پر آیا اور نہ زمین پر اترا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے خدا کے حکم سے زمین پر اترتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ انسانی شکل میں انسانوں کے پاس تو آتے ہیں۔ مگر وہ انسانوں میں حلول نہیں ہوتے۔ لیکن پورا قرآن اور حضورؐ کے تمام احکام اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی انسانی شکل میں خود یا کسی انسان کی شکل میں حلول ہو کر نہیں آیا، اور نہ ہی خدا کی کتاب اور حضورؐ کی سنت میں ایسا کوئی عمل ہے کہ کوئی رسول اور بزرگ پتھر یا لکڑی۔ بت یا درخت میں جذب اور حلول کر گیا ہو۔ یا اس کو ایسے اختیارات حاصل ہوں۔ یہ سب کچھ جعلی اور باطل ہے۔ خود ساختہ اور فریب ہے۔ دھوکا اور ملمع سازی ہے۔ اتفاق سے یہ کام ایسے لوگوں نے سرانجام دیا ہے جو مذہب کے بھیس میں دنیا کمانے کے رسیا ہیں۔ انہوں نے اس پیشہ کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہاں شریفانہ اور مہذبانہ طریقہ سے بدمعاشی اور بدکرداری آسانی سے چل سکتی ہے۔ دوسرے ہر مذہب کو بدنام کرنے اور خواہش نفس کو خدا بنانے والے لوگوں کے حق میں راستہ ہموار کیا گیا ہے۔ خود اتنے فرقے اور گروہ بنا دیئے گئے کہ یہ کہنا آسان ہو کہ ہم کس مذہب اور فقہ کو ملک کا قانون بنائیں؟ نہ یہ لوگ ایک مذہب پر اکٹھے ہوں گے اور نہ ہماری خواہشات کو روکا جا سکے گا۔ حلول اور انسانی شکل میں خداوند قدوس کا زمین پر آنے کا نظریہ غلط کار لوگوں نے سرانجام دیا ہے اور شرک و کفر کو پھیلنے اور بڑھنے کے مواقع عطا کئے ہیں جس طرح ہر نبی اور رسول نے اپنے اپنے دور میں تجدید اسلام کیا ہے اسی طرح ہر دور میں ہر فرقہ کے گمراہ ہونے مسلمانوں نے تجدید شرک کی ڈیوٹی سرانجام دی ہے۔ عرب کے مشرکین کون تھے؟ یہی نا کہ ایک بزرگ رسول حضرت ابراہیم حنیف کے ماننے والے اور حنفی کہلانے والے تھے۔ یہودی کون تھے؟ حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کے ماننے والے مسلمان تھے۔ عیسائی اور نصاریٰ کون تھے۔ یہی نا کہ حضرت عیسیٰ مسیح پر ایمان لانے والے مسلمان۔ آج کچھ مسلمان کہلانے والے لوگ کون ہیں؟ یہی نا کہ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں لیکن ان کی ایک خاص تعداد کیا مانتی ہے؟ یہ اس طرح بگڑے ہوئے اور شرک [illegible] علاوہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک قرآن اور ایک حدیث کے مسائل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا [illegible]

تقسیم کردیا۔ اگر ابراہیم حنیف کے حنفی ۔ حضرت موسیٰ کے موسوی اور یہودی اور حضرت عیسیٰ مسیح کے نصاری اور
عیسائی خدا کی گرفت سے نہیں بچے تو یہ بگڑے ہوئے مسلمان بھی خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ ایسے بگڑے
ہوئے اور رات دن شرک و کفر اور بدعت و سرکشی کا ارتکاب کرنے والے مسلمان اپنے خیال میں اس امید پر مطمئن
ہیں کہ چونکہ پہلی قوموں کی طرح ان پر یکبارگی عذاب نہیں آرہا ہے۔ لہذا وہ سچے اور خدا کے نزدیک مقبول و مقرب
ہیں۔ وہ اس کے چہیتے اور لاڈلے ہیں۔ اس کے غائب رسول کو عالم الغیب اور نافع اور ضار سمجھنے والے
ہیں۔ وہ ان کو مختار کل جاننے والے ہیں وہ اسی کے نام پر قربانیاں کرنے والے ہیں تاکہ وہ خوش ہو
کر ان کو دنیا کا مال و دولت بخش دیں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھیں۔ اس امید نے پہلے بھی بہت سے
مسلمان گروہوں کو تباہ کیا ہے اور اب بھی وہ خدا کے آخری رسول کے احکام کی اصل پیروی چھوڑ کر
اپنے بنائے ہوئے احکام کو حضور کی طرف منسوب کرکے عذاب برزخ کو دعوت دے رہے ہیں۔
لیکن یہ آخری عذاب نہیں بلکہ عذابوں کی ابتدا ہے۔ پہلے جن مسلم امتوں نے اپنے رسولوں کو ان کی
پیروی چھوڑ کر کائنات کا رب اور معبود، ضار اور مختار، نافع اور سمیع ۔ نصیر اور بصیر بنایا تھا۔ ان کا حشر
قرآن پاک نے صاف صاف واضح کردیا ہے۔ اب اگر کچھ مسلمان ان کی پیروی میں اپنی آخرت اور
برزخ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت تک کھلی چھٹی ہے جب تک اسلامی انقلاب نہیں
آجاتا۔ ناواقف کو تو راستہ دکھایا جا سکتا ہے۔ بھولے کی راہنمائی کی جاسکتی ہے لیکن اگر ایک
آدمی سراب کو پانی۔ جہنم کو جنت۔ آگ کو ٹھنڈک، زہر کو تریاق۔ سور کو بکرا۔ شراب کو شہد۔ شرک
کفر کو اسلام سمجھ لے تو ایسے آدمی کی عقل پر رونے کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ بے شک ہر رسول اس
بات پر حد سے زیادہ حریص تھا کہ سب لوگ سچ اور حقیقت کو جلد قبول کرکے مسلمان ہو جائیں۔ کوئی
عورت یا کوئی مرد شرک کرنے والا نہ ہو۔ کوئی خدا کے قانون کے سوا اپنا شرکیہ قانون چلانے والا نہ ہو
لیکن جن لوگوں نے اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ یہ رسول اگر خدا کو بھی ہمارے سامنے لے آئے
تو ہم مسلمان نہ ہوں گے۔ ایسی حالت میں کائنات کا خدا کیسے ان کو ایمان دے سکتا ہے؟

یہ کتاب قارئین حضرات کے سامنے ہے۔ اگر اس میں غلطیاں نظر آئیں تو براہ کرم میری راہنمائی
فرمادیں اور مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنایا جائے
اور اگر مفید پائیں تو پھر زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں، کیونکہ اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا
اہم ہے کہ اس کو سمجھے بغیر اسلام اور شرک کا مفہوم پوری طرح ذہن میں نہیں اترتا۔

رانا صابر نظامی

ہر رسول کی انقلابی دعوت

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ
اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الشعراء ۔ ۱۰۹)

ترجمہ: "تحقیق میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔ لوگو صرف ایک اللہ سے ڈرو۔ اور میرے ہی احکام کی پیروی کرو۔ میرے کام کی اُجرت صرف اللہ پر ہے۔ میں تم سے کسی اُجرت کا مطالبہ نہیں کرتا۔"

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر ہر نبی کی طرف سے بار بار یہ الفاظ اور فقرے بولے جاتے ہیں۔ لوگو! ایک خدا سے ڈرو۔ وہ خدا کون ہے۔ اس کے کیا اختیارات ہیں۔ اس کی کیا قوتیں اور طاقتیں ہیں۔ انبیاء پوری تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ پورا قرآن ہر نبی کی دعوت کا نقطۂ نظر ہے۔ قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، یہی ہر نبی کی دعوت ہے۔ یہی پیام اور پیغام ہے۔ یہی عمل اور حکم ہے۔ یہی الدین اور اسلام ہے جو انسانی زندگی کا لائحہ عمل ہے۔ جو علم شریعت ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انسان کے عمل کے لیے ضروری ہے۔ فوجداری اور دیوانی احکام سب کے ایک ہیں۔ جو چیز پہلے حلال تھی وہ اب بھی حلال ہے اور جو چیز پہلے حرام تھی وہ آج بھی حرام ہے۔ جو مشرکانہ احکام پہلے حرام تھے وہ آج بھی لوگوں پر حرام ہیں۔ نہ پہلے کوئی اسلام میں موجود احکام کے خلاف کوئی قانون بنانے کا حق رکھتا تھا اور نہ آج کسی بڑے سے بڑے حکمران کو حق حاصل ہے کہ وہ اسلامی احکام کے خلاف احکام اور ضابطے بنائے اور اگر بناتا ہے ... جن لوگوں نے جان بوجھ کر اسلام میں موجود احکام اور ضابطوں کے خلاف احکام اور ضابطے بنائے ہیں نہ ان کو پچھلی امتوں میں معاف کیا گیا اور نہ ان کو عذاب سے نجات دی گئی۔ اور نہ اب خدا کی صفت میں ہمارے لیے تبدیلی ہوئی ہے۔ خدا انصاف پسند ہے۔ اس کے ہاں اطاعت میں بچاؤ ہے۔ وہ ... رعایت اور ... کا پابند نہیں۔ اس کے ہاں کوئی ایسا قانون نہیں کہ اگر کسی رسول اور نبی کا باپ دین شرک پر عمل کرتا ہے اس نبی کا بیٹا اسلام کو چھوڑ کر دین شرک کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ قابل معافی ہے۔ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویاں اگر دین شرک کی غلامی اختیار کرتی ہیں۔ حضرت ابراہیم کا باپ اگر دین شرک میں مبتلا رہتا

Marfat.com

ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر کوئی ہمدرد اسلام قبول نہیں کرتا تو خدا کسی رسول کے باپ یا کسی رسول کے بیٹے یا نبیوں کی بیویوں کو محض اس وجہ سے معاف نہیں کردے گا کہ ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہاں انصاف اور عدل ہے۔ یہاں خدا کے باغی فرعون کی بیوی آسیہ اسلام قبول کرلیتی ہے تو خدا اس کو جنتی قرار دے دیتا ہے اور خدا کے رسول ابراہیمؑ کا باپ اسلام سے بغاوت کرتا ہے اور کرتا چلا جاتا ہے اور اسی دینِ شرک پر مرجاتا ہے تو اسے جہنم رسید کردیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں چھوڑا جاتا کہ وہ ابراہیم کا باپ ہے۔ نوحؑ کے بیٹے کنعان اور حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو عذاب میں غرق کردیا جاتا ہے اور ان کے بیوی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ یہاں اصل اہمیت خدا اور رسول پر ایمان کو حاصل ہے، جو ایمان لے آیا وہ مقبول اور مغفور ہے۔ وہ خدا کے ہاں افضل اور بہتر ہے۔ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے عمر بھر خدا کے رسولوں کو پریشان کیا۔ مسلمان، ولیوں اور بزرگوں تک کو اپنی کفر کی زندگی میں قتل تک کیا۔ ظلم و ستم کی انتہا کردی، لیکن اگر وہ خلوص کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور خلوص کے ساتھ عمل کرتا ہوا فوت ہوگیا تو اللہ کے ہاں وہ مقبول اور منظور ہے۔

انبیاء خدا کے نائب اور نمائندے ہیں۔ انبیاءؑ نے عام عورتوں اور ہر معاشرہ کے بادشاہوں، حاکموں سرداروں اور صاحبِ اختیار لوگوں کو کہا کہ ہمارے ہی حکم پر عمل کرو۔ ہماری ہی نبوت پر ایمان لاؤ۔ تم سب چھوٹے بڑے محض خدا کی مخلوق ہو، اس کے پیدا کردہ بندے ہو۔ اس کے غلام اور نوکر ہو۔ اس کی زمین اور آسمان کے گھیرے میں رہنے والے ہو۔ اس کے سہارے پر تمہاری پرورش ہوئی ہے۔ اس کے حکم اور اسی کی دین سے صحت پا رہے ہو۔ اسی کے حکم سے ماؤں کے پیٹوں میں گندے پانی کو بچے کی شکل دی جاتی ہے، اسی کے حکم سے بچہ کا انجن اور جسم تیار ہوتا ہے۔ عقل و ہوش کے ساتھ اسی نے تم کو اختیارات دے کر زمین میں آباد کیا ہے۔ ان اختیارات کو چاہے خدا کے احکام اور فرامین کی اطاعت پر گزار دو اور چاہے خدا کی نافرمانیوں میں گزار دو۔ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں سب انسانوں کو آزمائش اور امتحان کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ صرف یہ دیکھنے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ آیا انسان اپنے مالک اور مختار اپنے خالق اور اپنے رب کا بندہ اور غلام بن کر رہتا ہے یا کسی دوسری طاقت اور ہستی کا غلام بن کر زندگی گزارتا ہے؟ اور اگر انسان خدا کی اطاعت میں کام کرتا ہے تو خدا نے اس کے لیے انعامات کی جگہ جنت تیار کی ہوئی ہے اور اگر بغاوت اور طاغوت کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس نے آخرت میں دوزخ اور جہنم کو تیار کر رکھا ہے

یہ اب انسان کی اپنی مرضی اور اپنی رضا ہے کہ وہ ان دونوں مقامات میں سے اپنے عمل کے ذریعہ کس کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر کوئی بادشاہ یا عامی محکوم خدا کے نمائندوں کی بات مان لیتا ہے تو وہ خدا کے ہاں کامیاب ہے۔ دنیا میں حکمرانی، حاکمیت اور سرداری بالفعل وقت کے رسول اور نبی کی ہے۔ نبی کا تو یہ دعویٰ ہے کہ میں ہی ملک میں حکم دینے والا ہوں۔ میں ہی خدا کی طرف سے حاکم اور جج ہوں۔ میں ہی خلیفہ اور اصل سردار ہوں۔ تمہارا حق نہیں کہ تم مجھ پر حکم چلاؤ، بلکہ میرا حق ہے کہ میں تم پر حکم چلاؤں۔

تم اگر بادشاہ اور صدر ہو، تم اگر چانسلر اور حاکم ہو، پھر بھی اسلام کے احکام پر چلنے کے پابند ہو۔ تمہاری حیثیت اصل حکمران کی نہیں بلکہ نائب کی ہے، لیکن حاکم اور سردار ہونے کا اس لیے مستحق ہوں کہ خالق کے کچھ احکام اور ارشادات میرے پاس آتے ہیں۔ میں محض بشر ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ خدا کا نمائندہ اور نبی ہونے کے لحاظ سے بھی تم پر حاکم ہوں۔

اپنی پولیس اور فوج میں، اپنے محکموں اور دفتروں میں، اپنی عدالتوں اور پنچائتوں میں، اپنی اسمبلیوں اور درباروں میں، جانوروں کے حلال اور حرام میں، اپنے سونے اور چاندی میں، اپنے روپے اور پیسے میں، اپنے جانوروں اور مویشیوں میں، اپنی کھیتیوں اور پھلوں میں، انسانی جرائم اور کرائم میں، انسانی وراثت اور جائدادمیں، نکاح اور طلاق میں، ہر جگہ میرے ہی حکم پر عمل کرو۔ اگر تم میری ہدایت اور نصیحت پر عمل نہیں کروگے، تو دنیا اور آخرت میں کوئی فلاح نہیں کوئی کامیابی نہیں۔ تم غلط کہتے ہو کہ بس آدمی آپ سے آپ پیدا ہوگیا اور آپ سے آپ مرگیا۔ ہڈیوں کا پنجر بن گیا۔ مٹی میں رل مل گیا۔ خدا نے آج جس طرح تم کو پیدا کرلیا، اسی طرح پھر پیدا کرلے گا۔ میرے خدا کی طاقتیں بہت بڑی ہیں۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو بنایا۔ اس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا۔ اس نے جنوں اور فرشتوں کو پیدا کیا۔ اسی نے دنیا کی چیزوں میں قوت اور طاقت رکھی۔ کوئی چیز زندہ رہنے میں کچھ دیر کے لیے مفید ہے اور کوئی قوت ختم کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ہوا اور خوراک کی قوت، زہر اور کچلا کی قوت، پانی اور آگ کی قوت۔ فرشتوں اور جنوں کی قوت۔ یہ سب اسی ایک خدا کی قوتیں اور طاقتیں ہیں۔ جانوروں اور درندوں کی قوتیں اور وقتی طور پر تم انسانوں میں جو قوتیں رکھی ہوئی ہیں، وہ صرف آزمائش اور امتحان ہے اور تھوڑے وقت کے لیے ان قوتوں کو ان حکومتوں اور بادشاہیوں کو، ان فوجوں اور دستوں کو، اپنی پولیس اور انتظامیہ کو، دولت اور سرمایہ کو، ملکی اختیارات اور وسائل، طاقتوں اور پیداوار کو خدا کی رضا اور فرمانبرداری میں استعمال کرتے ہو یا خدا کے احکام کی نافرمانیوں اور

بغاوتوں میں صرف کرتے ہو۔ خدا کے کچھ رسولوں اور نبیوں کو ان مطالبات پر آگ میں جلایا گیا۔ کنوؤں کے پانی میں ڈبویا گیا۔ عرصہ دراز تک جیلوں میں ڈالا گیا۔ ہزاروں نبیوں کو قتل کیا گیا۔ آروں سے چیرا گیا۔ پھانسیوں پر لٹکایا گیا۔ گھروں سے نکال دیا گیا ــــ ہجرت پر مجبور کیا گیا، وطن سے نکالا گیا ــــ بار بار زدوکوب کیا گیا۔ ان کے حواریوں اور ساتھیوں کے جسموں سے زندہ حالت میں کنگھیوں سے چمڑا اتارا گیا۔ مٹی میں زندہ دفن کیا گیا آگ کے گڑھوں میں ڈالا گیا۔ ان کے بچوں کو قتل کیا گیا۔ دنیا میں کوئی ایسی سزا نہیں جو مسلمان ہونے والے لوگوں کو نہ پہنچائی گئی ہو۔ خدا سب کچھ کرسکتا ہے۔ کسی مومن کی آزمائش کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی ظالم کی حرکات میں دخیل نہیں ہوتا اور جب اسے بچانا ہوتا ہے تو پھر کوئی کا فر طاقت کے باوجود اس کا کوئی نقصان نہیں کرسکتا۔ کافروں اور مشرکوں کو بھی اپنے عمل میں دیکھتا ہے کہ وہ ظلم و ستم کس حد تک کرتے ہیں کسی کو بغیر حجت اور دلیل کے دوزخ میں نہیں ڈالا جا سکتا، جب تک وہ اپنے دین میں پوری طرح مشرک ہونا ثابت نہ کر دے۔ کسی کو جنت اور باغوں میں نہیں رکھا جا سکتا جب تک خدا کے امتحان میں پورا نہ اترے۔

خدا کا نبی ہر دور میں اعلان کرتا ہے کہ میں جو کچھ پیش کرتا ہوں، میں اس کا کوئی اجر، کوئی معاوضہ، کوئی بدلہ اور کوئی اجرت نہیں لیتا۔ میں خود خدا کا نمائندہ ہوں۔ خدا کی مرضی اور رضا کے لیے کام کر رہا ہوں۔ میرے مخلص اور دیانت دار ہونے کی یہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ میں کاہن اور جادوگر نہیں۔ میں کوئی جن اور بھوت نہیں۔ میں بشر اور انسان ہوں۔ بشر ہی سے پیدا ہوا ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تم ہی سے مجھ کو نبی بنایا، اپنا خاص نمائندہ مقرر کیا۔ اتنا بڑا نمائندہ کہ تم سب کو میرے ہی حکم پر عمل کرنا چاہیے میں اس میں رعایت نہیں کرسکتا۔ میں تم کو آگاہ کرنے آیا ہوں کہ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا سے واسطہ پڑے گا جہاں کوئی اس دنیا کا بادشاہ اور حاکم، سردار اور شیخ، پیر اور عالم، فلسفی اور جادوگر، ماں اور باپ، بھائی اور بیٹا کوئی کام نہیں آئے گا۔ کوئی رشتہ داری کام نہیں دے گی، ہر ایک کی واحد جان سے خدا کا حساب ہوگا سفارش اور شفاعت صرف ان ایماندار لوگوں (مسلمانوں) کے حق میں ہوگی جن کی غلطیاں اور برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں گی۔ جو دین شرک سے پاک ہوں گے۔

لوگو! خدا سے ڈرو۔ میرے ہی حکم پر عمل کرو۔ میرے کام کی اجرت خدا پر ہے۔ میں تمہارا خیرخواہ ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جان بوجھ کر اپنے خالق اور مالک کی۔ اپنے آقا اور داتا کی، اپنے رفیق اور خلیق کی اپنے

محسن اور احسن کی، اپنے رحیم اور کریم کی فرمانبرداری کرو ورنہ ایک دن پچھتاؤ گے۔ نیکی کے لیے مہلت مانگو گے مگر وقت گزر چکا ہو گا۔ دنیا بدل چکی ہو گی۔ اب دنیا میں واپسی کی خواہش کو قبول نہ کیا جائے گا۔ یا ہمیشہ کے لیے جنّت یا ہمیشہ کے لیے دوزخ ہے یا مقامِ اعراف۔

ہر نبی اور رسول نے اپنی اپنی قوم سے یہی کہا کہ :۔ لوگو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے احکام کی پابندی کرو۔ میں تم سے کسی اجر اور مزدوری۔ کسی معاوضہ اور بدلہ۔ کسی قیمت اور نذرانہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میں اپنی اور اپنے خاندان کی خود کفالت کرتا ہوں۔ اپنا ذاتی کاروبار کرتا ہوں۔ میں اللہ کی آیات اور اس کے دین کی اشاعت کے سلسلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ لیکن ذرا ان کے پیروکار کچھ علماء اور شیوخ۔ کچھ لیڈر اور راہنما کچھ حکمران اور بادشاہ اپنی روزمرّہ کی زندگی پر غور کریں کہ کیا وہ اسلام کے احکام کی تبلیغ کر کے اجرت اور معاوضہ تو نہیں لے رہے۔ کیا وہ بھاری نذرانہ کے بدلے میں قرآنی آیات اور حدیث کے واقعات کو فروخت تو نہیں کر رہے؟ کیا اشاعتِ اسلام کے راستہ میں گنّی کے ٹین، گندم کی بوریاں اور روپوں کے چیک رکاوٹ تو نہیں بن رہے؟ کیا وہ ایسے مقامات پر بھی وعظ و تبلیغ کے لیے لوگوں کو وقت دیتے ہیں جہاں لوگ ان کی بھاری مالی خدمت نہیں کر سکتے؟ کیا آپ یہ نذرانے اسلام کی درسگاہوں کے لیے لیتے ہیں یا اپنی ذات اور گھر کے لیے۔ کیا یہ مال و دولت واقعی مالی کمزوری کی بنا پر لیتے ہو یہ محض شوق پورا کرنے کے لیے؟ کیا یہ بھی سوچا ہے کہ یہ اپنی خواہشاتِ نفس پر عمل ہو رہا ہے یا انبیاءؑ کی سنت کی پیروی ہے؟ نجات بہر حال اچھی نیّت پر منحصر ہے۔

(۵)

Marfat.com

انسانی مخلوق کا مرتبہ

۱- لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین ۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"بے شک ہم نے انسان اور بشر کو ایک بہترین شکل میں پیدا کیا"

۲- وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل ۷۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

"یہ تو ہماری عنایت اور کرم نوازی ہے کہ ہم نے بنی آدم اور بشر کو اعلیٰ مرتبہ دیا۔ خشکی اور تری میں سواریاں عنایت کیں۔ ان کو پاکیزہ اور ستھری چیزوں سے رزق دیا۔ اپنی بہت سی مخلوق پر نمایاں اور بلند ترین فوقیت بخش دی۔"

۳- قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (اعراف ۱۴۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا :-

"کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود اور اصل بادشاہ تمہارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم (یعنی تمام انسانوں) کو، تمام جہانوں کی مخلوقات پر فضیلت اور اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا ہے"

انسان تمام مخلوقات پر بھاری ہے۔ انبیاء اور رسل ان سب میں اعلیٰ ترین انسان اور بشر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ احسن شکل میں اور بلند ترین مرتبہ دے کر صرف انسان اور بشر کو پیدا کیا اور پھر ان انسانوں اور بشروں میں سے جس بشر کو بشیر رسول بنایا اس کو مزید اونچا اور بلند کر دیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کچھ انسان یا عوام مل کر ایک عام انسان کو اپنا بادشاہ یا حاکم چن لیتے ہیں۔ اور وہ اپنے ملک میں محکوم کے بجائے حاکم بن جاتا ہے۔ یہ اس طرح بھی ہے کہ جیسے عام اور سادہ پتھروں میں اللہ تعالیٰ کچھ پتھروں کو ہیرے اور موتی بنا دیتا ہے، جن کی قیمت لاکھوں روپے ہوتی ہے۔

گھروں اور محلوں میں بجلی کے بلبوں کی طرح خود بخود چمکتے ہیں۔ حالانکہ وہ بادشاہ اپنے بادشاہ ہونے کے باوجود آخر جنس بشر اور نسل بشر ہے۔ اسی طرح موتی ہیرا بھی اپنی بھاری قیمت اور چمک دمک کے باوجود آخر اس کی جنس پتھر ہے۔ اپنے مرتبہ اور بڑائی کی بنیاد پر کوئی چیز اپنی جنس اور نسل سے بدل نہیں جاتی اور پھر بشر ملکہ سب سے پہلے بشر رسول کی بڑائی اس واقعہ سے اور بلند ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں جیسی پاک مخلوق کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب فرشتوں نے راضی خوشی سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنے خادم اور چھوٹے ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر ان حالات میں کوئی فرد کوئی بشر۔ کوئی جن۔ کوئی کافر مشرک ور ظالم یا ابلیس شیطان جیسا باغی۔ خدا کے پیدا کردہ بشر یا بشر رسول کو گھٹیا اور ادنی سمجھتا ہے تو وہ خود بے عقل گمراہ اور غلط کار ہے۔ وہ حقائق سے منہ موڑ کر سراب کو پسند کرتا ہے جو دھوکا کے سوا کچھ نہیں۔

بشر اور رسول دونوں حیثیتوں کا ماننا اسلام ہے

۱۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (الحجر۔ ۲۸ تا ۳۵)

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

" اے میرے رسولؐ ! پھر ذرا اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اسے پورا بنالوں اور اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا ۔"

" چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ۔"

رب نے پوچھا :۔ اے ابلیس

" تجھے کیا ہو گیا کہ تم نے ساجدین کا ساتھ نہ دیا ؟"

ابلیس شیطان نے جواب دیا :۔

" میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے آپ نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے ۔"

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ۔

" اچھا تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اب تم مردود اور لعنتی ہو۔ قیامت کے دن تک تم پر لعنت

برقی رہے گی۔"

حضرت آدمؑ اور ابلیس شیطان کے واقعہ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدمؑ کے بشرِ رسول پر بہت زیادہ اعتراضات کیے۔ ان کی سب سے بڑی حقارت اور نفرت اس بات پر تھی کہ اس بشرِ رسول کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ گویا کہ مٹی یا مرد و عورت کے نطفہ سے پیدا ہونا ہی بشرِ رسول اور بشرِ صالح کے لیے گھٹیا پن اور ذلالت ہے۔ برائی اور کمی ہے۔ شیطان کی پیروی میں ہر رسول کی ظالم قوم نے اپنے رسول کو بشر رسول ماننے کی بجائے عام بشر بلکہ گھٹیا بشر سمجھا۔ ہر حکمران اور سردار، ہر ظالم دولت مند اور آسودہ حال نے اعتراض کیا کہ ہم ایک بشر رسول پر ایمان نہیں لا سکتے۔ اگر اللہ کو ہماری مسلمانی اور ہماری ہدایت کی ضرورت ہے تو پھر اس نے آسمان سے فرشتہ رسول کیوں ارسال نہ کیا۔ اس فرشتہ رسول کا نام ان کے نزدیک نسل و جنس کے لحاظ سے نوری رسول ہی ہو سکتا ہے وہ اس لیے کہ فرشتے بذاتِ خود ایک نور سے پیدا شدہ ہیں۔ ان کی جنس و نسل نور ہے۔ پیدائشی نوری کو رسول بنایا جا سکتا ہے۔ بہت افسوس کا مقام ہے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ نبی اسرائیل کے بانی مسلمانوں نے موسیٰ علیہ السلام سمیت اپنے تمام رسولوں پر الزام لگایا کہ اللہ نے بشر پر تو کبھی کچھ رسالت اور کلام وغیرہ نازل نہیں کیا۔ گویا یہ انبیاء بشر رسول نہ تھے بلکہ تخلیقی لحاظ سے نوری رسول یا ابن اللہ رسول تھے۔ ان کے بعد بڑھتے ہوئے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بشر رسول سے انکار کر کے ابن اللہ رسول کا خطاب دیا۔ گویا دوسرے معنوں میں خدا کے نور سے پیدا شدہ ابن اللہ رسول کی بجائے نوری رسول قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے نظریہ کی تردید کی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا :- آج تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر رسول پر نازل ہونے والی وحی کلام اور کتاب کا انکار کر رہے ہو تو کیا قل ہم نے موسیٰ رسول پر کتاب اور ہدایت نازل نہ کی تھی وہ بھی بشر رسول تھا۔ تمام انبیاء بشر رسول تھے۔ ہم نے ہمیشہ زمین پر بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوموں کو کہا کہ ہم بھی تو بشر ہیں مگر ہم اس کے علاوہ رسول بھی ہیں۔ ہم پر خدا کی طرف سے ہدایت، حکم اور کلام اللہ آتا ہے۔ ہم رسول ہیں جبکہ اس نعمت سے تم محروم ہو۔ تم میں صرف ایک خوبی ہے کہ تم صرف بشر ہو۔ بشر رسول نہیں ہو۔ گویا انہوں نے ہمیشہ حقیقت کی راہنمائی کی ہے۔ انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو اعتراضات بگڑے ہوئے ظالم یہودیوں، عیسائیوں اور حضرت ابراہیم حنیف پر ایمان لانے والے عرب کے حنفی مشرکین نے اپنے اپنے انبیاء پر لگائے وہی الزامات آج کے دور کے کچھ مسلمان لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا رہے ہیں کہ وہ بشر رسول

نہیں بلکہ (نسلی طور پر نہ کہ صفاتی طور پر) حضور نورِ رسول ہیں اور پھر نورِ عام نور نہیں بلکہ نور من نور اللہ
ہیں۔ جبکہ قرآن مجید نے "لم یالدوَلم یولد" کہہ کر اس نظریہ کو ختم کر دیا جو کام رسولوں کی ہر مشرک قوم نے
کیا تھا جو کام بگڑے ہوئے یہودی عیسائی اور عرب کے مشرک حنفی مسلمانوں نے کہا تھا آج وہی
کام آج کے مسلمانوں کا ایک گروہ کر رہا ہے۔ بشرِ رسول کو گھٹیا سمجھنا ظالموں کا کام تھا مگر اب
مسلمانوں نے بھی گھٹیا سمجھنا شروع کر دیا۔ شیطان نے بشرِ رسول کو گھٹیا جانا تو اللہ تعالیٰ نے
اس کو ہمیشہ کے لیے رجیم اور ذلیل قرار دے دیا۔ اس کو اور اس کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں
کو جہنم کی وعید کا حکم سنا دیا۔ جن لوگوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر محض
بشر ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ وہ بشرِ رسول کا انکار کرتے ہیں۔ بے شک ایسے لوگ، ایسے علماء اور
پیر ایسے لیڈر اور رہنما تو عام مسلمان کہلانے کے بھی حقدار نہیں۔ وہ انسان کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔
جو محض محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتا ہو اور بشرِ رسول سے انکار کرتا ہو، لیکن الزام لگانے سے پہلے
بتایا جائے کہ وہ کونسا عالم اور پیر ہے، کونسا لیڈر اور راہنما ہے، کونسا مسلمان ہے جو حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو بشرِ رسول کے بجائے محض بشر سمجھتا ہو۔ لیکن اگر ایسا کوئی عالم اور مسلمان نہیں تو پھر
الزامات لگاتے وقت خدا سے ڈرو جس کے ہاں سچ اور جھوٹ چھپا نہ رہے گا۔ اگر آج اسلامی حکومت
قائم ہو تو ایسے الزامات لگانے والوں کو کوڑوں کی سزا دی جائے یا پھر ایسی حکومت ایسے لوگوں کو سخت
سزا دے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے محمد رسول اللہ پر یہ الزام لگائیں کہ حضور رسول اور نبی تو ہیں
لیکن بشر نہیں۔ وہ نسلِ بشر اور جنسِ بشر سے باہر کی ایک مخلوق ہیں۔ دوسرے معنوں میں ان کے
بشرِ رسول ہونے کا انکار کیا جائے۔ عام طور پر نور کی دو ہی مشہور حیثیتیں ہیں ایک وہ نور جو کائنات کا
خالق ہے، مخلوق نہیں، وہ اللہ کی ذات ہے۔ دوسری وہ حیثیت جن کو نورِ مخلوق یعنی فرشتے کہا
قرآن مجید نے جن اور انسان کی پیدائش کے بارے میں کہا ہے کہ پہلے جن کو آگ سے پیدا
کیا گیا اور پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے لیکن اس کے بعد ان کی پیدائش کا سلسلہ پانی کے
ست سے چلایا گیا، جو مٹی کی ایک لطیف قسم ہے۔ قیامت کے دن سمندروں، دریاؤں اور دیگر ذرائع
کا پانی ایک حکم پر مٹی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اسلام دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک دین ہے یہ بات
قطعی غلط ہے کہ ایک مرد رسول تو ہو مگر وہ نسل اور جنس کے لحاظ سے بشر نہ ہو اور پھر ایک مرد بشر
تو ہو مگر اس کے رسول ہونے کا انکار کر دیا جائے۔ محض رسول ماننا اور بشر نہ ماننا یا محض بشر ماننا
مگر رسول نہ ماننا ایک برابر ہے۔ یہ دونوں انتہائیں خطرناک نتائج کی حامل ہیں جو لوگ

کرے اسلام پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ بشر رسول کے ایمان کے بغیر سچے مسلمان نہیں ہو سکتے۔

۲۔ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ (مومنون ۳۲-۳۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

(حضرت نوحؑ کے بعد) پھر ان میں خود انہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا (جس نے ان کو) دعوت دی کہ تم صرف اللہ کے احکام کی پابندی کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی حاکم اور معبود نہیں ہے۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا، آخرت کی پیشی کو جھٹلایا۔ ان کو ہم نے دنیا کی زندگی میں خوشحال، دولت مند اور آسودہ کر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ شخص اور کچھ نہیں مگر صرف تم جیسا ایک بشر ہے جو کچھ تم کھاتے ہو، وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی حکمرانی قبول کر لی تو تم گھاٹے میں رہو گے۔

یہ شخص تم کو اطلاع دیتا ہے کہ تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے۔ اس وقت تم قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ یہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے بالکل ناممکن اور انہونا ہے۔

نوٹ :۔ اعتراض یہ تھا کہ محمدؐ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح بیویوں سے ہم بستری کرتا ہے۔ اس کے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بازاروں میں بھی عام لوگوں کی طرح چلتا پھرتا ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔ ہماری طرح کوئی اس کے ساتھ فرشتے نہیں۔ نہ اس کے پاس کوئی خزانہ اور اعلیٰ درجہ کا کوئی باغ نہیں۔ پھر وہ کونسی بات ہے جس کے ذریعے سے اس کو رسول مان کر اپنا لیڈر بنا لیں اور اس کے حکم کی پابندی کریں؟ اس آیت میں اللہ نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، کہ ہاں یہ ایک بشر رسول ہے اور ان تمام بشری صفات کے ساتھ ساتھ ایک رسول بھی ہے جس کی طرف لوگوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے حکم بھیجتا ہوں جبکہ دوسرے لوگوں کی

Marfat.com

طرف یہ حکم نہیں بھیجا جاتا۔ کیا کبھی دنیا میں ایسا ہوا کہ جس کو رسول بنایا جائے وہ بشر رسول نہ ہوگا؟
کیا بشر اور رسول میں دونوں چیزوں کا ہونا قانون کے نقطۂ نظر سے غلط اور معیوب ہے؟

۳۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ
مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ
مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ
لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝ (المومنون ۲۳-۲۴)

ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو!
اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔
اس کی قوم کے جن حکمرانوں نے ماننے سے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ "یہ شخص کچھ نہیں
ہے مگر بشر تم ہی جیسا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر حکومت کرے۔"
اللہ نے اگر کوئی نبی بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ یہ بات تو ہم نے کبھی اپنے
اپنے باپ دادا سے سنی ہی نہیں کہ بشر ہی رسول بن کر آئے۔

۴۔ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ

(اعراف - ۶۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ کی ظالم قوم سے کہا:
"کیا تم تعجب اور حیرانگی کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے
ایک بشر، مرد پر ہدایت کیوں آئی ہے؟ حالانکہ وہ تم میں سے ہے کہ تم کو ظلم وستم، شرک و
کفر سے، ڈرادے:"

۵۔ اِذْ قَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝
فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ
اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ
یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝
مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰیَۃٍ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

شعرا - ۱۴۲ تا ۱۴۵، ۱۵۱ تا ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

یاد کرو جب کہ ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں، لہٰذا تم صرف اللہ سے ڈرو اور میرے
احکام کی پابندی کرو۔ میں اس کام پر تم سے کسی اجر اور معاوضہ کا طالب نہیں ہوں میری
اُجرت تو تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔

حضرت صالحؑ نے فرمایا :-

اللہ سے ڈرو، اور میرے احکام کی پابندی کرو۔ ان بے لگام اور باغی لوگوں
کے احکام کی پابندی نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ وہ کوئی اصلاح نہیں کرتے۔
مشرکوں نے جواب دیا، کہ تم ایک ایسے آدمی ہو جس کو جادو کا اثر ہے تم ہم
جیسے ایک بشر کے سوا اور کیا ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ یا نشانی لا کر دکھاؤ۔

٦- إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا
اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ
مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :- (الشعراء - ١٧٧ تا ١٨٦)

یاد کرو جب کہ شعیب نے ان سے کہا تھا، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارے
لیے ایک امین رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرے احکام کی پابندی کرو میں اس
کام پر تم سے کسی اجر، محنت اور معاوضہ کا طلب گار نہیں ہوں۔ میرا معاوضہ تمام جہانوں
کے رب کے ذمہ ہے۔ تم ٹھیک پیمانے بھرو۔ کسی کو گھٹا تول نہ دو۔ صحیح ترازو سے
تولو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ اس ذات کا خوف کھاؤ
جس نے تم کو اور پچھلی نسلوں کو پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا تم محض ایک سحر زدہ آدمی ہو۔
اس کے علاوہ تم کچھ نہیں ہو، مگر تم ہم جیسے ایک بشر ہو۔ ہم تم کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔

٧- وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ
آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَ

يَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ وَ
إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي
لَشَدِيدٌ. قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط
يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ط قَالُوا إِنْ
أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا
ه قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ
اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ٥ (ابراهیم ۱۴ تا ۱۱)

یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا :- اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ اس نے تم کو فرعون والوں سے چھڑایا جو تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ بچا رکھتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکرگزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔

رسولوں نے کہا کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟

وہ تو تم کو اس لیے بلا رہا ہے کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تم کو (امن چین) سے ایک مقرر مدت تک زندگی کی مہلت دے (مشرک) لوگوں نے جواب دیا تم تو صرف ہماری طرح بشر ہو۔ تم ہم کو ان بزرگوں کی بندگی اور غلامی سے روکنا چاہتے ہو جن کی غلامی اور اطاعت باپ دادا سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔۔۔۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا۔ واقعی ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے جیسے بشر ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے (نبوت اور رسالت) نواز دیتا ہے۔ یہ ہمارے بس میں نہیں ہے کہ تم کو کوئی معجزہ اور سند دکھا دیں۔ جب تک اللہ نہ چاہے۔ اہلِ ایمان کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۸- أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ٥ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ
اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ
تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ٥ (انعام - ۸۹ - ۹۱)

(رسول) وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ اب اگر یہ لوگ اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو پروا نہیں، ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس سے منکر نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا جبکہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ ان سے پوچھو وہ کتاب جو موسیٰؑ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو، اور جس کے ذریعے سے تم کو وہ علم دیا گیا جو نہ تمہیں حاصل تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا؟ بس اتنا کہہ دو اللہ۔ انہیں ان کی دلیل بازیوں سے کھیلنے کے لیے چھوڑ دو۔

۹۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ اِذْ
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ
مُّرْسَلُوْنَ ٥ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ
شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ٥ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ٥
(یٰسین - ۱۳ - ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اے رسول ان لوگوں کو مثال کے طور پر ایک ایسی بستی کا قصہ سناؤ جس میں رسول آئے تھے۔ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ انھوں نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرا مدد کے لیے بھیجا۔ ان سب نے کہا: ہم تمہاری طرف رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں۔ بستی والوں نے کہا کہ تم اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو کہ ہم جیسے چند بشر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہرگز کوئی چیز یعنی وحی نازل نہیں کی ہے۔ تم محض جھوٹ بولتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنا حکم چلانا چاہتے ہو۔

رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم ضرور تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس بات پر اللہ گواہ ہونا کافی ہے۔

جناب عیسیٰ مسیحؑ نے فرمایا :-

"لوگو ! اگر تم ابن آدم کو اوپر جاتے دیکھو گے جہاں وہ پہلے تھا تو کیا ہو گا ؟"

"ابن آدم گم شدہ لوگوں کو ڈھونڈنے اور نجات دلانے کے لیے آیا ہے"

(انجیل)

۱۰ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ٭ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ٭ (انبیاء ۔ ۳۴ ۔ ۳۵)

اور اے نبی ، ہمیشگی تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان اور بشر کے لیے نہیں رکھی ہے۔ تم وفات پا گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے ؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں ۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے ۔

۱۱۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ٭ (الجمعہ ۔ ۲)

وہی (بادشاہ) ہے جس نے اُمی لوگوں کے اندر سے ایک اُمی رسول اٹھایا جو ان کو اس کی آیات سناتا ہے۔ ان کی زندگی سنوارتا ہے۔ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے ۔

۱۲۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ٭ (کہف ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۱۰)

"اے رسولؐ ، تم دعویٰ کر دو کہ میں (اپنی خلقت کے لحاظ سے) تم ہی جیسا ایک بشر اور انسان ہوں ۔ صرف میری طرف خدا کے احکام آتے ہیں ۔ تمہارا خدا صرف اکیلا اور اصل بادشاہ ہے ۔ پس جو کوئی اپنے ربّ سے ملاقات کرنے کا امیدوار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صالح اور نیک عمل کرے ۔ بندگی اور غلامی میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے ۔"

۱۳ ۔ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ... إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۹)

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا :

" اے رسولؐ ، تم اعلان کر دو کہ میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں۔ میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجا جاتا ہے۔ میں تو صاف صاف خبردار کرنے اور بتا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں "

۱۴ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ
حٰمٓ السجدہ ۔ ۵تا۷

اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کو حکم دیا :

اے رسولؐ تم اس بات کا دعویٰ کر دو کہ میں تو ایک بشر اور انسان ہوں میری طرف خدا کی وحی آتی ہے۔ بے شک تمہارا حقیقی بادشاہ اور معبود صرف ایک اللہ ہے پس تم سیدھے راستے پر چلتے رہو۔ خدا سے معافی مانگو۔ ان مشرک لوگوں کے لیے تباہی اور بربادی ہے۔ جو اپنے مال سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کے دن کا انکار کرتے ہیں۔

۱۵ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ
عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (ق ۔۔۔)

ان مشرکوں پر اس بات کا تعجب ہوا کہ ایک خبردار کرنے والا خود انہی میں سے ان کے پاس آگیا ہے۔ کچھ منکرین نے کہا، یہ تو مزید عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ یہ واپس زندگی تو عقل سے دور ہے۔

۱۶ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ
وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اعراف ۔ ۶۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

کیا تم لوگوں کو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت اور اسلام میں تعجب ہوتا ہے کہ یہ ایک بشر اور آدمی پر کیوں اتارا گیا؟ تاکہ تم گناہوں سے بچو اور تم پر رحم و کرم کیا جائے۔

۱۷ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ
(یوسف - ۱۰۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-
اے رسول اعلان کردیں کہ تم سے پہلے ہم نے انسانوں میں سے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ ہم ان کے ذریعے بستیوں کے لوگوں کے لیے اپنے احکام بھیجتے تھے۔

۱۸ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۝
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ (الانبیاء - ۳۴-۳۵)

اے رسول ہمیشہ زندہ رہنا تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی بشر اور انسان کے لیے نہیں رکھا۔ (بشر رسول ہوکر) اگر تم کو موت آجائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر نفس اور جاندار کے لیے موت یقینی ہے

۱۹ الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۝ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۖ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۖ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ۝

(انبیاء - ۳ تا ۸)

ظالم آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ شخص آخر تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے، کیا تم آنکھوں دیکھتے جادو کے پھندے میں پھنس جاؤ گے؟"
رسول نے کہا میرا ربّ ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں کی جائے وہی سمیع اور علیم ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کا من گھڑت کلام ہے۔ یہ شخص شاعر ہے۔ ورنہ اسے کوئی نشان جس طرح پرانے زمانہ کے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے کوئی بستی بھی جسے ہم نے ہلاک کیا۔ ایمان نہ لائی۔ اب کیا یہ ایمان لائیں گے۔

اے نبی تم سے پہلے بھی ہم نے انسان مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا۔ ہم نے
ان کو ایسے جسم نہیں دیئے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے بنائے گئے تھے۔

۲۰۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا

(آل عمران ۔ ۱۴۴)

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی ایسے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات
پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ
اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔

۲۱۔ الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ
تُبْصِرُونَ (انبیاء ۔ ۳)

غرض کے ظالم لوگوں نے کہا: "یہ آدمی (یعنی حضرت محمدؐ) اس کے سوا
کچھ نہیں کہ یہ تمہاری طرح کا ایک بشر ہے۔ پھر کیا آنکھوں دیکھتے جادو کے پھندے میں
پھنس جانا چاہتے ہو؟"

۲۲۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا
فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا (تغابن ۔ ۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یہ عذاب اس وجہ سے تھا کہ ان کے پاس ——— ان کے رسول
اور نبی کھلی کھلی دلیلیں اور نشانات لے کر آئے تھے۔ پس ہر قوم کے لوگوں نے کہا "کیا ہماری
ہدایت اور حکومت کے لیے بشر اور انسان کو بھیجا گیا ہے۔" پس انہوں نے کفر اور گمراہی اختیار
کر لی اور اسلام سے منہ پھیر لیا۔

۲۳۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ
وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ
حَكِيمٌ ۔ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي
مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ
عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الشوریٰ ۔ ۵۱، ۵۲)

کسی بشر اور انسان کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے رو برو (یعنی اپنا آپ دکھا کر) بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردہ کے پیچھے سے یا پھر پیغام دے کر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے۔ اور پھر وہ (رسول) اسی کے حکم سے وہی کچھ کرتا ہے جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔ وہی برتر اور حکیم ہے۔"

اسی طرح (اے رسول) ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے۔ تم کو پہلے کچھ پتہ نہ تھا، کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ مگر ہم نے اس وحی اور روح کو ایک روشنی اور نور بنا دیا ہے جس سے ہم اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں ہدایت کی راہ دکھا دیتے ہیں۔ بے شک تم سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کر رہے ہو۔"

۲۴ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ٥ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ٥ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (آلِ عمران، ۷۸ تا ۸۰)

ترجمہ: (یہودیوں اور عیسائیوں میں) کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس زبان کا الٹ پھیر اس طرح کرتے ہیں کہ تم یہ سمجھو کہ وہ کتاب کی عبارت پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ (اصل) کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کسی بشر کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے۔ وہ خود لوگوں کو حکم دے کہ تم اللہ کے بجائے میرے بندے اور غلام بن جاؤ۔ وہ تو حقیقت میں یہی حکم دے گا کہ اللہ کے بندے غلام اور ربانی بن جاؤ، جیسا کہ اس کتاب کا تقاضا ہے۔ جس کو تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو، وہ تم کو ہرگز یہ حکم نہ دے گا کہ فرشتوں کو یا رسولوں کو اپنا ربّ اور اپنا معبود بنا لو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک رسول تم کو کفر ظلم بدعت کا حکم دے جبکہ مسلم ہو؟

۲۵ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط
(الرعد ۔ ۳۸)

اے رسولؐ (تم ان کے اعتراض کی کوئی پروا نہ کرو) تم سے پہلے بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا (تمہاری طرح) ان کو بھی بیوی بچوں والا بنایا تھا۔

۲۶۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَّاْيِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (حدیث)

حضورؐ نے ایک موقع پر فرمایا :-

لوگو! میں بھی ایک بشر (رسول) ہوں۔ جب میں تم کو تمہارے دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اسے ضرور مانو اور جب میں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو بس میں بھی ایک بشر ہی ہوں۔

اے کھجوروں کو پیوند لگانے والی حدیث میں حضورؐ نے فرمایا :-

۲۷۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (مسلم)

اے مسلمانو! میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔

ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا :-

۲۸۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ (بخاری و مسلم)

تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو۔ میں بھی آخر بشر رسول ہوں۔

۲۹۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ (بخاری، مشکوٰۃ)

سجدۂ سہو کی حدیث میں فرمایا گیا۔ میں بھی ایک بشر رسول ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

۳۰۔ وَكَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ ۝ (شمائل ترمذی)

(رسول اللہ) بھی بشروں میں سے ایک بشر تھے۔

حضرت احمد رضا خانؒ بریلوی نے اپنی مشہور تفسیر قرآن میں مندرجہ ذیل آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کے بعد اس پر مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے جو حاشیہ لکھا ہے اس کو غور سے پڑھیے۔

۳۱۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا (سورہ تغابن۔ ۶)

(مشرک لوگ) بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے؟ تو وہ کافر ہوئے۔"

"یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے۔ اپنے بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کر لیا۔"

Marfat.com

۵۔ ۲ نمبر آیت کی روشنی میں پختہ یقین ہو جانا چاہیے کہ انبیاء کرام اور رسولان عظام ہمیشہ بیوی بچوں والے ہوتے ہیں۔ جو بیوی بچوں والا رسول ہے، وہ بہرحال بشر رسول ہے اِلّا یہ کہ اسے شادی سے پہلے قتل کر دیا گیا ہو یا اسے موت دے دی گئی ہو۔ اگر دنیا میں کوئی رسول اپنے وجود اور حقیقت کے نقطۂ نظر سے بالکل محض نور ہو، وہ چاہے کوئی خالق نورؔ ہو یا مخلوق نور، وہ اگر انسانی شکل میں بھی زمین پر بھیج دیا جائے تو وہ نہ کھانا کھاتا اور پانی پیتا ہے اور نہ وہ کبھی بیوی بچوں والا ہوتا ہے نہ اس سے کوئی نسل چلتی ہے۔ وہ اگر حضرت ابراہیمؑ کے پاس انسانی شکل میں بھیج دیے جاتے ہیں تو وہ خود کھانے پینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

اسلام میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ خالق یا مخلوق نورؔ سے کوئی نسل چالو ہوئی ہو بلکہ نورؔ سے پیدائش کا سلسلہ نہ ہونا ہی ہمارے ایمان کی نشانی ہے۔ رسولوں کا بیوی بچوں والا ہونا اس بات کی قطعی نشانی ہے کہ وہ محض بشر رسول ہیں۔ اب اگر واضح اور کھلی کھلی دلیلوں کی موجودگی میں بھی کوئی مسلمان یا کوئی یہودی یا عیسائی یا کوئی ہندو اس وہم وگمان میں مبتلا ہے تو ان کا کوئی رسول اور نبی کوئی صالح اور بزرگ بشر نہیں بلکہ کوئی اور مخلوق ہے تو ایسے لوگوں کی جگہ ملک کا پاگل خانہ ہے نہ کہ ایوانِ عقل وخرد۔ اگر ان دلائل اور براہین کی موجودگی میں کوئی اس بات کا فیصلہ کر چکا ہے کہ اسے خدانخواستہ دار پر چڑھنا منظور ہے لیکن وہ کسی قیمت پر بشر رسول اور بشر نبی کے عقیدے کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم ایسے آدمی کو اس گراوٹ اور سزا سے بچانے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اسے حق حاصل ہے کہ اپنے لیے جو مقام پسند ہو اسے اختیار کرے اس سے پہلے بھی بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جن کو خود نبیوں اور رسولوں نے بشر رسول کی حقیقت سمجھانے میں اپنی زندگیاں کھپا دیں، مگر وہ ان کو بشر رسول ماننے سے انکاری رہے۔ جو لوگ بشر رسول کو دو الگ الگ مخلوقات سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں صرف ایک ہی چیز پر ایمان لائے ہیں۔ حالانکہ بشر اور رسول دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں ایک کو چھوڑ کر دوسری چیز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ انسانوں کو اسلام کا پیغام دینے والا رسول تو ہو مگر بشر نہ ہو یا بشر تو ہو اور رسول نہ ہو۔

بشر اور رسول میں سے ایک حیثیت ماننا جرم عظیم ہے

چونکہ عرب کے حنفی مشرکین حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کو رسول مانتے تھے۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اسی طرح عرب کے یہودی حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ اور دیگر انبیاؑ کو اپنا رسول جانتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو اپنا رسول مانتے تھے۔ ان تینوں گروہوں نے یکے بعد دیگرے حضور کے بشر رسول ہونے کا انکار کیا مذکورہ آیات کے مطابق انھوں نے مزید کہا کہ اللہ نے کبھی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ گویا انہوں نے مذکورہ انبیاؑ کے بشر رسول ہونے کا انکار کر دیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ سب سے پہلے یہودیوں نے اپنے رسولوں کے بشر ہونے کا انکار کیا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر رسول کا انکار کر کے گویا اپنے سابقہ رسولوں کی بشریت کا انکار کر دیا۔ آپ سوال کر سکتے ہیں کہ آخر وہ سابقہ رسولوں کو بشر کے علاوہ کس نسل اور جنس سے تصوّر کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی قوم کے اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ تھا وہ یہ سمجھتے تھے کہ جو آدمی رسول ہو وہ فرشتہ ہی ہو سکتا ہے، بشر نہیں ہو سکتا نیز جو رسول ہو وہ عالمِ غیب دان ہوتا ہے۔ اس کے پاس اللہ کی طرف سے خزانے ہوتے ہیں جن یہ آدمی ان چیزوں سے محروم ہو کر رسول ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ حضرت نوحؑ سے ان کے اعتراضات اور سوالات کا جن کا براہ راست قرآن مجید میں ذکر نہیں، لیکن حضرت نوحؑ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراضات ان پر لگائے گئے تھے۔

حضرت نوحؑ نے جواب دیا کہ نہ میرے پاس اللہ کی طرف سے خزانے ہیں، نہ میں عالمِ غیب دان ہوں نہ میں فرشتہ ہی ہوں۔ میں تو صرف اللہ کی طرف سے حکم سنا دینے والا ہوں۔ ان پر عمل کر کے دکھا دینے والا ہوں، صرف اسی بنیاد پر بشر رسول ہوں۔

اس کے بعد یہودیوں نے رسولوں کے بشر ہونے کا انکار کر کے ان کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ اب اگر بیٹا بنانے پر غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ خدا خود ایک الگ نور ہے۔ اور اس سے پیدا شدہ آخر نور ہی ہوگا۔ دوسرے معنوں میں اپنے رسولوں کو نسل اور جنس کے طور پر نور بنا دیا۔ یہی طریقہ عیسائیوں نے اختیار کیا۔ باوجود اس بات کے کہ وہ حضرت مریم کو نسلِ بشر اور جنسِ بشر تسلیم کرتے

ہیں مگر اس کے پیٹ سے پیدا شدہ حضرت مسیحؑ کو بشر رسول ماننے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ یہودیوں کی طرح ان کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا۔ گویا کلی طور پر ان کو بشریت سے نکال دیا۔ بعض لوگوں نے بعض رسولوں کو خدا بنانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ان تشریحات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بشر رسول کا انکار کرکے رسولوں کو یا خود خدا بنا دیا یا خدا میں سے پیدہ شدہ بیٹا قرار دے دیا یا پھر رسولوں کے بشر ہونے کا انکار کرکے ان کو عام انسان اور بشر قرار دے دیا ایسے لوگوں نے پتھروں، سورج اور ستاروں کو تو اپنی جہالت سے خدا بنا لیا مگر بشر کے رسول ہونے کو تسلیم نہ کیا۔ جس قوم اور جن لوگوں نے کسی بھی بشر رسول کا انکار کیا وہ حدِ اعتدال سے گزر کر ایسی حالت میں جس میں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اندھی اور بے جواز محبت نے اسلام کے اصولوں اور حکموں تک کو ذبح کر دیا۔ الٹا یہ سمجھا کہ ہم عقل اور صراطِ مستقیم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ خدا کے احکام اور ہدایات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور دین میں مبالغہ آرائی ایک جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مبالغہ آرائی پر اللہ اور اس کے ہر رسول نے لوگوں کی مذمت کی ہے۔ یہ صرف آج کے مسلمانوں کا ہی جرم نہیں کہ بشر رسول کا انکار کرکے نورٌ من نور اللہ بنا دیا بلکہ حد سے نکلے ہوئے عرب کے حنفی مشرکین، یہودی اور عیسائی بھی انکار کرکے خدا کے غضب کے مستحق بن چکے ہیں۔

نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ ظالم اور مشرک حکمرانوں اور ان کے زیرِ نگرانی عوام نے ہمیشہ خدا کے نبیوں اور رسولوں کو تو بشر نہ مانا لیکن وفات یافتہ صالح انسانوں اور بشروں کے پتھروں کے خود ساختہ بتوں کو خدا بنا لیا۔ فرشتوں اور جنوں کو اللہ اور رب بنا لیا۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بشر رسول نہ مانا بلکہ خدا تک تسلیم کر لیا۔ بعض نے خدا کا بیٹا تک بنا لیا۔ اعتدال پسندی اور درمیانہ روی کو ہمیشہ بہت کم لوگوں نے پسند کیا۔

مذکورہ آیات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اے ظالمو! جس رسولؐ کو تم محض بشر سمجھتے ہو، محض مرد اور انسان تصوّر کرتے ہو اور اس بنیاد پر الزام لگاتے ہو کہ کسی بشر اور انسان پر تو کبھی خدا کی طرف سے کچھ نازل ہی نہیں ہوتا۔ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ تم گویا یہ کہہ کر اپنے رسولوں اور نبیوں کی بشریت کا انکار کر رہے ہو۔ کیا بشر رسول حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل نہیں ہوئی؟ کیا حضرت ابراہیم پر کتابیں نازل نہیں ہوئیں؟ کیا حضرت داؤدؑ پر کتاب نازل نہیں کی۔ کیا وہ بشر رسول نہ تھے۔ تم گویا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر رسول کا انکار کرکے اپنی ذات کو خسارے میں ڈال رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں اور عرب کے حنفی مشرکین پر بار بار واضح کیا کہ نہ صرف

یہ رسول بشر ہے بلکہ ان سے پہلے بھی مرد انسانوں اور بشروں کو رسول بنایا گیا۔ خود موسیٰؑ رسول ایک بشر ہی تھا جس کو رسول بنایا گیا ہے۔ بلکہ محمدؐ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے گئے وہ سب بشر رسول تھے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، عزیرؑ اور عیسیٰ مسیحؑ اور دیگر تمام رسول بشر ہی تھے۔ ہم نے فرشتہ کے ذریعہ ایک بشر رسول پر اپنا کلام، اپنی وحی یا کتاب نازل کی۔ گویا تم اگر ان کے بشر رسول کا انکار کر رہے ہو تو تم اپنی جانوں پر ظلم ڈھا رہے ہو۔ ایمان لانے میں کھوٹ بنا رہے ہو۔ قرآن نے واضح کیا ہے کہ بشر رسول کا انکار کرکے اور محض بشر ماننے سے ہر نبی کی قوم نے اپنے ایمان اور سلامتی کو عذاب کی بھٹی میں ڈال دیا۔ پچھلے تمام رسولوں کے بشر منوانے اور ثابت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ محمدؐ کو بشر رسول مان لیں۔ قرآن میں اس نوع کی تمام آیات کا مقصد محمد الرسول کی بشریت منوانے کیلئے ہے۔ لیکن افسوس عرب کے اکثر حنفی مشرکین، یہودی اور عیسائی لوگوں نے تو حضورؐ کو بشر رسول مان لیا۔ مگر آج کے دور کے ایک مسلمان گروہ نے صاف انکار کر دیا۔ حضورؐ پر وہی الزامات لگانے شروع کر دیے جو اس سے قبل حنفی مشرکین نے حضرت ابراہیمؑ پر، یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ پر، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ مسیحؑ پر لگائے تھے۔ دین اسلام میں غلو اور کمی بیشی کرکے اپنے رسولوں کو معبود الٰہ، خدا اور رب بنا لیا تھا۔

ایک غلامی وہ ہے جو صرف خدا کے احکام میں کی جاتی ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ رسولوں کے حکم کی غلامی، خدا کی ہی غلامی ہے۔ دوسری غلامی اور اطاعت وہ ہے جس میں وقت کے حکمرانوں اور حکومت کے سربراہوں کے ان احکام کی غلامی کی جاتی ہے جو حکومت کے احکام سے خلاف نہیں ہوتے۔ [illegible] کو گزند کرنا انتہائی غلط اور ظلم ہے۔

ان کا یہ فعل شان رسول نہیں۔ بلکہ بشر رسول کی زبردست توہین ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے عیسائی اپنے بشر رسول عیسیٰ مسیحؑ کے سلسلہ میں یہ توہین کر چکے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ بیٹا اس کو کہا جا سکتا ہے جو اس کے مادہ سے پیدا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ان آیات میں شرک قرار دیا کہ خدا کا کوئی بیٹا یا بیٹی کوئی بیوی یا باپ۔ کوئی ماں یا خاندان قرار دیا جائے۔ مافوق الاسباب حالات میں کسی فرشتہ یا رسول کسی ولی یا عالم کسی جن اور بزرگ کسی ستارہ یا سورج، کسی دیوی یا دیوتا، کسی بادشاہ یا حکمران، کسی گورنر یا حاکم کو نفع یا نقصان کا مختار اور مالک سمجھنا تو یہ بھی شرک ہے۔ بعض عالموں اور پیروں نے ایک نئی اور نرالی تاویل کی ہے کہ ہم رسولوں اور نبیوں، ولیوں اور بزرگوں کی قبروں کی سجدہ ریزی نہیں کرتے۔ ان کی عبادت کو برا سمجھتے ہیں۔ اسی کو شرک قرار دیتے

ہیں۔ بزرگوں کی توہین جانتے ہیں، بلکہ ان کو اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں۔ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں مددگار سمجھتے ہیں۔ ان سے صرف مرادیں مانگتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ جو لوگ ان کو یا ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ کس مقصد اور مطلب کے لیے ایسا کرتے ہیں؟ تو وہ خود جواب دیتے ہیں، کہ ہم اپنے نقصانات اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے یا اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے حصول کے لیے ان کی عبادت اور دعوت صرف ایک ہی مقصد کیلئے کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ان کو نفع اور نقصان کا مختار اور مالک سمجھتے ہیں۔ اسی بات کو اللہ نے شرک قرار دیا ہے۔ ماتحت الاسباب میں تو کچھ کسی حد تک نفع اور نقصان کے مختار ہیں۔ لیکن مافوق الاسباب میں نہیں۔ اللہ کے رسولوں اور ولیوں سے جتنے معجزات سرزد ہوئے ہیں وہ تو اپنی مرضی سے ان پر بھی اختیار نہیں رکھتے کہ جب چاہیں عوام اور حکمرانوں کے اشارے پر دکھادیں۔ یہ بھی صرف اللہ کی اپنی مرضی سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اسلام اور شرک کی یہ تعریف نہیں جو بعض عالم اور پیر محدود معنوں میں کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان احکام اور فرامین کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں کے اعمال کے لیے نازل کیے گئے ہیں اس کے مقابلہ پر شرک کی تعریف یہ ہے کہ اسلام نے جن معروف اور منکر احکام کی پابندی کا حکم دیا ہے اگر ان سے بغاوت کی جائے تو شرک ہے۔ اب ہر مسلمان کو خود سوچ لینا چاہیے کہ وہ اسلام اور شرک دونوں میں سے کس کی پابندی کر رہا ہے۔

بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ مسیحؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر کہا کہ یہ رسول محض رسول ہیں۔ اللہ کی طرف سے آنے والی وحی اور احکام صرف اس کے بندوں کو سنا دینے اور عمل کرکے دکھا دینے والے ہیں۔ یا پھر عمل کی بنیاد پر صالح لوگوں کو خوشخبری دینے والے اور مشرک لوگوں کو جہنم کی وعید بتانے والے ہیں گویا تمام انبیاء بشیر اور نذیر ہیں۔ اگر ان کی ذات سے کچھ معجزات اور انکشافات ظاہر ہوئے ہیں تو وہ ان کی اپنی مرضی اور اختیارات سے نہیں ہوتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے اعضا سے سرزد ہوتے ہیں۔ تمام انبیاء میں ایسی بات نہ تھی کہ وہ قوم کے لوگوں کو جب چاہیں کوئی معجزہ دکھادیں۔ البتہ وہ خدا سے مطالبہ ضرور کرتے تھے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کے مطالبہ کو پورا کر دیتا تھا اور اگر نہ چاہتا تو نہ پورا کرتا تھا۔ اُمتوں کے لوگ جب بھی معجزات اور انکشافات کا مطالبہ کرتے تھے تو تمام نبیوں نے یہی کہا کہ نشانات، آیات اور معجزات دکھا دینا ہمارے بس میں نہیں۔ یہ طاقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جب چاہتا ہے اسے ظاہر فرما دیتا ہے۔ ہم تو صرف پیغام وحی سنانے پر قادر ہیں یا حکم کی عملی تشریح پیش کرکے دکھا سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے

اپنے نبیوں کی بے جواز اور مبالغہ آمیز تعریف کی۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت عزیر اور عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ مسیحؑ کو خدائی صفات اور اختیارات کا جزدی یا کلی مالک اور مختار سمجھ لیا اور ان کی بشریت سے انکار کر دیا، اور اللہ کا جز یا اللہ کا با اختیار بیٹا بنا لیا۔ ان کے اکثر پیروکاروں نے اکثر انبیاء اور رُسل کو کائنات کا مکمل نصیر اور خبیر، مکمل سمیع اور بصیر کی ضار اور نافع سمجھ لیا۔ مافوق الاسباب حالات میں بھی دنیاوی مفادات کی خاطر ان کو خوش کرنے کے لیے یا ان کی ناراضگی اور غضب سے بچنے کے لیے ان کے نام کی نذریں اور چڑھاوے۔ ان کے نام کے جانور اور کپڑے۔ ان کے نام کی اجناس اور فروٹ، ان کے نام کی قربانیاں دی جانے لگیں۔ ان سے بیٹے اور مال و دولت کے خزانے طلب کئے گئے۔ بس جو خدا کے نام کرنا چاہیے تھا، جو صرف خدا سے مانگنا چاہیے تھا، جس کی طلب کے اسباب اور ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ جو غائب کئے جا چکے تھے۔ ان سے مطالبات کئے گئے۔ خدائی صفات اور اختیارات کا بعض انبیاء کو مختار بنایا گیا۔ گویا یہ کام کرکے ان کو اللہ اور خدا بنا یا گیا۔ جو ہر حال میں غلط تھا۔ جن کے لیے اللہ نے دعویٰ کیا تھا کہ ان صفات کا مختار صرف اللہ ہے۔ مگر ان صفات کا مالک و مختار سمجھ کر گویا ان کو خدا بنا لیا۔ اگر وہ زندہ بھی تھے یا ان کو کہیں زندہ رکھا گیا تھا تو بھی وہ غائب میں تھے یا غائب ہو چکے تھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ آج بھی اللہ کے پاس اپنی پہلی حالت میں زندہ ہیں۔ حالانکہ انبیاء اور رسل کی قوتِ سماعت اور بصارت ان کا علم اور حکمت محدود ہے۔ ایک حد تک ہے مگر خدا کی ہر صفت مکمل اور غیر محدود ہے۔

جو انبیاءؑ بازاروں میں چلیں پھریں۔ پانی پیئیں۔ کھانا کھائیں۔ انسانوں کے ہاں پیدا ہوں جو وفات پائیں یا قتل ہوں۔ جو دنیا میں شادی بیاہ کریں، بیوی بچوں والے ہوں۔ وہ افضل تو ہیں مگر وہ کائنات کے کلی سمیع اور علیم نہیں۔ وہ ضار اور نافع نہیں۔

مافوق الاسباب حالات میں تو ان کے پاس وہ اختیارات بھی نہیں جو دنیا میں حاصل تھے ہیں۔ جیسے زندگی میں دعا منگوانا۔ مگر وفات پر یہ کام بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسےٰ مسیحؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کے نبی اور رسول ہیں جس طرح پہلے نبی اور رسول ہو گزرے ہیں۔ البتہ کسی کو نبوت میں بڑا درجہ دیا گیا اور کسی کو چھوٹا۔ لیکن سب رسول ایک ہی لڑی اور نبیوں کے دانے ہیں۔ ان کو نسل اور جنس کے لحاظ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا:-

جو عرش پہ تھا مستوی

وہ مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر آیا

لقب جس کا احمد تھا

وہ احمد کی میم میں چھپ کر آیا

قرآن پاک میں جگہ جگہ مافوق الاسباب حالات میں خدا کے سوا وفات یافتہ بزرگوں کو نفع پہنچانے، پہنچے ہوئے نقصان کو ٹالنے اور یا نقصان پہنچانے کا مختار سمجھنا ہی شرک ہے۔ بزرگوں کے نام کی نذر دو یا نہ دو۔ ان کو سجدہ کرو یا نہ کرو۔ ان کی رضا یا خوشی یا ان کے ڈر یا خوف کی وجہ سے کپڑا اور اجناس دو یا نہ دو۔ جانور منسوب کرو یا نہ کرو۔ بس نفع یا نقصان کا مختار سمجھ لینا ہی خدا بنا لینے کے برابر ہے۔

ایک بشر اور انسان کے دل اور دماغ میں اللہ تعالیٰ حکمت اور عقل بھر دے تو یہی انسان ایک ہدایت اور روشنی والا بن جاتا ہے۔ جس چیز سے ہدایت، ایمان اور عقل کی روشنی میں اضافہ ہو تو اسے بھی دنیا میں نور یا نوری یا نورانی کہا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں کئی لیڈر، کئی عالم اور پیر ایسے ہیں جنھوں نے اپنا نام نوری، نورانی یا محض نور رکھا ہوا ہے، لیکن ان کے ناموں یا ان کی ذات سے دوسرے لوگوں کو ہدایت کی روشنی ملنے سے بشریت ختم تو نہیں ہو جاتی۔ بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دو دفعہ دھو کر نورِ ہدایت ڈالا گیا۔ لیکن یہ بشر کے اندر ڈالا گیا ہے۔ قرآن نے ایک مقام پر روشنی دینے والا، ہدایت دینے والا بھی حضورؐ کو کہا ہے۔ بلکہ سب نبیوں اور رسولوں کو بھی ہدایت دینے والے نوری کہا جا سکتا ہے۔ خدا نے قرآن پاک میں زمین اور آسمان، چاند تارے اور سورج کو بھی نور کہا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نہ تو کسی چیز سے پیدا ہوا ہوں اور نہ مجھ سے کوئی چیز پیدا ہوئی ہے۔ پھر خدا کے نزدیک سب سے اعلیٰ جنس یہ بشری ہے اور اس بشری جنس میں سب سے اونچا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

جس طرح پتھروں میں سے ہیرا اور لعل بھی ایک پتھر ہے ــــ چمک دمک اور اس کے نورانی ہونے کی وجہ سے لاکھوں روپے کی قیمت پڑتی ہے۔ مگر جنس اور پیدائش کے لحاظ سے وہ پتھر ہی ہے اور اس کی تخلیق پتھر سے ہوئی ہے۔ اسی طرح دنیا میں ایک بادشاہ جو اپنی آزمائش کے لحاظ سے بادشاہ مقرر کیا جاتا ہے تو وہ بہر حال انسانوں سے ہوتا ہے، لیکن اسی طرح فرشتوں میں سے جو عین نورانی مخلوق ہے ان میں سے بعض فرشتوں کو بلند مرتبہ دے دیا گیا۔ اس کی وجہ سے وہ اس مخلوق میں اونچے

ہو گئے۔ بالکل اسی طرح انسانوں اور بشروں میں سے تمام ایسے لوگوں کو رسول اور نبی مقرر کیا گیا ہے
جو اس نبوت اور رسالت کی وجہ سے دوسرے لوگوں میں بلند مرتبہ ہیں۔ سب سے زیادہ اعلیٰ
درجے کے نبی بنا دیئے گئے۔ یہ خدا کی دین اور اس کا احسان ہے۔ لیکن بعض مسلم گروہوں نے اپنے
آپ کو یا عام مخلوق کو گھٹیا سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس بشر یا نسل بشریت سے نکال کر
نور بنانے کی کوشش کی، حالانکہ بلند مرتبہ انسان اور بشر کو پیدا کیا گیا ہے۔ اعلیٰ چیز کو گھٹیا اور کم مرتبہ بنانے
کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم قوموں کی مذمت کی ہے۔ ان کے کردار اور عمل کو برا سمجھا ہے
یہودیوں نے کہا کہ کوئی رسول بشر نہیں ہو سکتا۔ محض بشر ہونے کے عقیدے کو اپنے ایمان میں [illegible]
بنایا اور ہمیشہ نبیوں نے اپنی جنس بشر کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے بشروں کو رسول
مقرر کیا اور اس کی طرف وحی نازل کی۔ کچھ مسلمان تمام نبیوں یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور
رسالت کا اقرار کر کے ان کے بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی سخت مقام ہے کہ مومن
ایک چیز کو مانیں اور دوسری کا انکار کریں۔ حضور سے پہلے بھی جو لوگ مسلمان ہوئے جو اپنے زمانے
کے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔ انھوں نے سب سے پہلے اپنے نبی کو بشر مانا اور نبیوں نے اپنے
آپ کو بشر منوایا۔ یہودیوں نے جناب عزیرؑ اور عیسائیوں نے جناب عیسیٰؑ کو بشر کی بجائے خدا کا بیٹا
بنایا یا پھر بعض مقامات پر بیٹے کی حیثیت سے خود اللہ اور خدا بنایا۔ خدا نے ایسے لوگوں کو ان عقیدہ
سے باز نہ آنے پر ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دے دیا۔ لیکن ہم بھی اگر بشر اور نبوت و رسالت دونوں میں سے
ایک کو یا دونوں صفات کو ختم کر کے خدا میں سے پیدا شدہ نور یا خدا میں سے [illegible]
رب یا خدا کے برابر خدائی صفات کا حضور کو حقدار [illegible] بنا دیں [illegible]
ایمان نہیں بلکہ سراسر گمراہی اور شرک ہے۔ خدا کی کوئی صفت بھی کسی [illegible]
[illegible] بعض صفات میں ان کو ایک حصہ دیا ہوا ہے مثلاً اللہ کو بھی [illegible]
سننے اور جاننے والا ہے۔ لیکن ان صفات میں نبی صرف ایک محدود حد تک دیکھنے سننے اور جاننے
والا ہے۔ خدا سب بڑے سے بڑے اور پیارے سے پیارے رسول اور نبی کو بھی اپنا شریک نہیں
بناتا اور جو آدمی موت تک شرک کا ارتکاب کرے اس کے لیے کوئی معافی نہیں۔ [illegible]
کرتے وقت اللہ کے بجائے عیسیٰ مسیح، عزیر یا محمد کا نام لیا جائے تو [illegible]
کائنات کا قیوم اور بصیر، کاشف اور قابض اور علیم الغیب [illegible]
رسول اور نبی نہیں، بلکہ ان کی حیثیت خدا اور رب کی ہو جاتی ہے۔

یہ ہستیاں خدا کی صفات میں برابر کی شریک بنائی جاتی ہیں، حالانکہ اللہ نے انبیاءؑ اور دوسرے لوگوں کی محدود صفات اور محدود اختیارات کا مالک بنایا ہے۔ یہ بھی اس لیے جو دنیا میں ابھی زندہ ہے جو اپنے رب کے پاس چلا گیا، اگرچہ وہ زندہ حالت میں بھی ہو، وہ کائنات کی کلی صفات سے محروم ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشرِ رسول کی حقیقت اور واضح کر دی کہ اس نے ہر نبی کو ان کی قوم اور نسل میں سے پیدا کیا ہے۔ انہی میں سے رسول بنایا ہے۔ وہ اپنی ہی قوم کا ایک فرد ہے۔ اگر حضرت عیسٰےؑ مسیحؑ کو باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا گیا ہے، اور اس سے بہت پہلے انسانی نسل کے سب سے پہلے بشرِ رسول کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ دونوں کے بغیر بشرِ رسول ہے تو حضرت عیسٰی مسیحؑ اور حضرت محمدؐ الرسول کیوں کر بشرِ رسول سے بالاتر ہو سکتے ہیں۔ جبکہ حضورؐ کے تو ماں باپ دونوں بشر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شرک کے بعد اس مسئلہ پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ یہ اعتراض اور سوال حضورؐ سے پہلے ہر نبی پر کیا گیا ہے، لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ پہلے تو رسول کے منکرین اعتراض کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے بعد مسلمان بنی اسرائیل اور مسلم عیسائی دونوں نے اپنے انبیاء کے بشرِ رسول ہونے کا انکار کیا، اور حضور کی پیروی کرنے والے کچھ مسلمان یہ الزام لگا رہے ہیں۔ حیرانگی ہے کہ ان کو بشرِ رسول سے بڑھ کر نورٌ من نور اللہ میں کیا لطف اور مزا محسوس ہوتا ہے۔ خدا کی کتابوں اور اس کے احکام اور حضورؐ کے ارشادات کی مخالفت کر کے کون سی فلاح اور بھلائی کی توقع ہو سکتی ہے؟

بھول کی لغزش بشریت کی نشانی

۱۔ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ
وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ○ قَالَ یٰنُوْحُ
اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ
مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ
الْجٰهِلِیْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ
لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○

(ھود - ۴۵ تا ۴۷)

"حضرت نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ اس نے کہا کہ اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ سب سے بڑے اور بہتر بادشاہ ہیں"

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا :-

" اے نوح وہ تمہارے گھر والوں سے ہرگز نہیں ہے۔ وہ تو ایک بگڑا ہوا (یعنی غیر صالح) عنصر ہے۔ لہٰذا تم اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کرو جس کی تم حقیقت نہیں جانتے ۔۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بناؤ "

حضرت نوحؑ نے فوراً عرض کیا :-

" اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اس سے کہ وہ چیز آپ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا"

۲۔ وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ
فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا
مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ
مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ
عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ○ قَالَ رَبِّ

Marfat.com

إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

(القصص۔ ۱۵ تا ۱۶)

(ایک دن حضرت موسیٰؑ) شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے۔ اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم کے آدمی کے خلاف انہیں مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰؑ نے ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا کہ یہ شیطان کی کارفرمائی ہے۔ وہ کھلا اور سخت دشمن اور گمراہ کن ہے۔ پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا۔ میری مغفرت اور معافی فرما دیں! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ وہ غفور الرحیم ہے۔

۳۔ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ۝

(صافات۔ ۱۳۹ تا ۱۴۶)

"بے شک یونسؑ بھی رسولوں میں تھے۔ یاد کرو جب وہ (افرادسے) بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ نکلے۔ پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوا۔ اس میں وہ مار کھا گیا۔ آخر کار ایک مچھلی نے (دریا میں) نگل لیا۔ وہ ملامت زدہ ہو گیا۔ اب اگر وہ خدا کی پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو وہ قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔ آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا۔ اس پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔

۴۔ وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ
فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ۩ فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ ؕ وَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا
لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ ص - ۲۴ تا ۲۵

اے رسول! کیا پھر تم کو مقدمہ کرنے والوں کی کوئی خبر پہنچی ہے؟ جو دیوار پر چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے۔ جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ ان کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ انہوں نے کہا: "آپ ہرگز نہ ڈریں۔ ہم مقدمہ کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ ہرگز بے انصافی نہ کریں اور ہمیں راہ راست بتا دیں۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دُنبی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ یہ ایک دُنبی بھی میرے حوالے کر دو۔ اس نے مجھے گفتگو میں دبا لیا۔ داؤدؑ نے جواب دیا: "اس شخص نے اپنی دُنبیوں کے ساتھ تمہاری دُنبی لینے کا مطالبہ کر کے بے شک تجھ پر ظلم کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ یہ بات کہتے کہتے داؤدؑ سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدہ میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔ اس پر ہم نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ بے شک ہمارے پاس اس کے لیے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔"

لیکن رسول کے لیے یہ کام بھی جائز نہ سمجھا گیا۔ مذکورہ دو آدمیوں نے ننانوے اور ایک [illegible] سے حضرت داؤدؑ پر واضح کر دیا کہ یہ درست کام نہیں۔

آپ ان کی اس مثال سے سمجھ لیے کہ جس حرکت کو میں ان میں سے ایک آدمی کے لیے [illegible] رہا ہوں ایسی حرکت کا پروگرام تو میں خود بنا رہا ہوں۔ لہٰذا میں بھی یہ کام درست نہیں [illegible] رہا ہوں۔ [illegible] اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے۔ اس سے معافی مانگی۔ اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ اور [illegible] [illegible] ترک کرنے سے جھکنے والا رسول تھا۔

۵ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّہٗ اَوَّابٌ ۝ ... وَلَقَدْ فَتَنَّا
سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ

Marfat.com

اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (صٓ ۔ ۳۰-۳۴-۳۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ نصیب فرمایا۔ وہ بہت اچھا بندہ تھا۔ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا۔ تحقیق ہم نے سلیمانؑ کو پوری طرح آزمایا اور پھر ہم نے اس کی کرسی پر ایک جسد اورجسم ڈال دیا۔ اس نے فوراً رجوع کرلیا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے معاف کردے اور مجھے ہی ایسا ملک اور حکمرانی دے جو میرے بعد کسی کے پاس نہ ہو۔

۶- یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ (تحریم ۔ ۱-۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اے رسول " تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے" کیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی اور رضامندی چاہتے ہو؟ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے۔ اللہ تمہارا آقا اور مولیٰ ہے اور وہی سب کچھ جاننے اور حکمت رکھنے والا ہے۔

تشریحات

۱۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا مسلمان نہیں ہوا تھا۔ طوفان کے وقت بھی آپ نے اسے بہت سمجھایا بجھایا مگر وہ ایمان نہ لایا۔ آخر طوفان کی ایک لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ پانی میں غرق ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ سے آپ نے درخواست کی کہ اے اللہ آپ نے تو میرے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " صرف وہی گھر والے جو مسلمان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نہیں کہ غیر صالح، غیر مومن اور غیر مُسلم ازان کو عذاب میں نہ دھرا جائے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے معافی مانگ لی ــــ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر کے لیے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند گھرے رشتہ داروں کے لیے بھی دعائیں کی تھیں، مگر ان کو نہ قبول کیا گیا۔ اس لیے کہ وہ لوگ اسلام کے سلسلہ میں غور و فکر نہ کرتے تھے۔ حقیقت اور افسانہ کو ایک سمجھ لیا تھا۔

۱- شہرِ مصر کے کسی بازار میں دو آدمی آپس میں گتھم گتھا تھے۔ ایک آدمی حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل
سے تھا۔ دوسرا آلِ فرعون یعنی قبطی قوم سے تھا۔ اچانک اُدھر سے حضرت موسیٰؑ کا گزر ہوا، تو بنی اسرائیل
کے آدمی نے آپ کو مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے مظلوم سمجھ کر بنی اسرائیل کے آدمی کو چھڑانے کی کوشش
کی مگر ظالم نے نہ چھوڑا۔ آپ نے اس کو ایک مُکّا مارا۔ اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت
موسیٰ بہت گھبرائے اور کہا کہ اے اللہ شیطان نے مجھ سے یہ کام کروا دیا۔ آپ معاف کر دیں، ورنہ میں
نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ حضرت موسیٰ سے یہ قتل جان بوجھ کر نہیں ہوا۔ بلکہ غیر ارادی
طور پر ہوا، لیکن پھر بھی انھوں نے بہت محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔
۲- حضرت یونس علیہ السلام اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ انھوں نے
قوم کی شدید مخالفت کی وجہ سے دعا مانگی کہ: "اے اللہ اس قوم کو تباہ و برباد کر دے"۔ وہ یہ
دعا مانگ کر قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ راستہ میں ایک دریا تھا۔ وہ افراد سے بھری ہوئی کشتی میں بیٹھ گئے
تاکہ دریا پار کیا جا سکے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ملاح کو کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو کہ اس
کی کشتی طوفان میں گھر گئی ہو۔ اس نے سمجھا ہو گا کہ کوئی ایسا آدمی سوار ہے جو اپنے آقا کے حکم میں کوتاہی
کر کے آیا ہے۔ ایسے آدمی کے بارے میں جائزہ لیا گیا۔ قرعہ اندازی ہوئی، اس میں آپ کا نام نکل آیا،
لوگوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا میں ایک مچھلی کو حکم دیا کہ اسے سالم سموچا نگل
جائے، لیکن مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونسؑ نے اپنے رب کو بڑی آہ و زاری اور دردمندی سے
پکارا: "اے میرے رب آپ کے سوا کوئی معبود اور حقیقی بادشاہ نہیں۔ آپ شرک سے پاک ہیں
اگر آپ نے رحم و کرم نہ کیا تو میں ظالموں میں شمار ہو جاؤں گا۔" اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ مچھلی کو حکم دیا کہ
ان کو دریا کے کنارے پر پھینک دیا جائے۔ مچھلی نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ کچھ دیر ایک بیلدار درخت
کے نیچے پڑے رہے۔ دوسری طرف قوم نے جب خدا کے عذاب کو دیکھا تو دل و جان سے انھوں نے
حضرت یونسؑ کی رسالت کو قبول کر لیا۔ ان کو ڈھونڈتے پھرتے رہے۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ خود قوم میں
چلے گئے۔ آپ کو اور آپ کی قوم کو کافی عرصہ تک زندگی کی مزید مہلت دے دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے
ان کو غالباً اس اجتہادی غلطی کی ذرا سخت سزا دی کہ آپ نے اللہ کے حکم کے بغیر قوم کو چھوڑ دیا
تھا۔ جلد بازی میں قوم سے بیزاری کی، بے صبری سے کام لیا، لیکن جو کچھ بھی ہوا اللہ نے معاف کر دیا۔
بعد ازاں وہ بڑی مدت تک اپنی قوم پر حکمران رہے۔
۳- حضرت داؤد علیہ السلام نہ صرف رسول تھے۔ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کئی ملکوں کی حکمرانی بھی

عطا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بندہ تھا۔ ان کے نکاح میں کئی بیویاں تھیں۔ ممکن ہے کہ ننانوے بیویاں ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن پاک میں صرف ننانوے بیویوں کا محاورا ـــــ کسی چیز کی کثرت کو ظاہر کرتا ہو۔ اس کو کئی مفسرین نے بطور محاورا ہی استعمال کیا ہے۔ آپ نے ایک دفعہ اپنے فوجی جرنیل اُوریا نامی آدمی کی ایک عقل مند بیوی کے بارے میں نکاح کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لیے پروگرام بنایا گیا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کا طلاق کرایا جائے۔ عورت اسلام کی وفادار تھی۔ لیکن اس ارادہ کی تکمیل سے پہلے اچانک آپ کے مکان پر یا تو کوئی واقف کار دو آدمی آئے یا ممکن ہے کہ اللہ نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں آپ کے پاس بھیجا تاکہ حضرت داؤدؑ کو اس کام سے باز رکھا جاسکے۔ حالانکہ آپ کے دور میں ایک عام رواج تھا کہ ایک دوست دوسرے دوست سے اس کی بیوی کے طلاق کا مطالبہ کرکے اپنے ساتھ نکاح کر سکتا تھا۔ یوں عورتوں کے تبادلے ہوتے رہتے تھے۔ اس کام کو کوئی بھی عار یا طعنہ نہ سمجھتا تھا

۵۔ حضرت سلیمانؑ کی اجتہادی غلطی کے سلسلہ میں قطعی طور کوئی واقعہ ایسا نہیں جس پر کوئی واضح دلیل موجود ہو۔ مگر حضرت سلیمان کی دعا کے یہ الفاظ کہ "اے رب مجھے معاف کردے اور مجھ کو وہ بادشاہی اور حکومت عنایت فرما جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو" بتاتے ہیں کہ ان کی حکمرانی کے بعد شاید کوئی نالائق وارث ہونے والا ہے۔ اگر بنی اسرائیل کی تاریخ کی روشنی میں ان واقعات کا جائزہ لیا جائے تو غالباً ان کے دل میں یہ خواہش موجود تھی کہ ان کا بیٹا رجعام جانشین ہو اور وہ حکمرانی کرے اور حکومت انہی کی نسل میں قائم رہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فتنہ قرار دیا ہے۔ اس پر وہ اس وقت خبردار ہوئے جب ان کا جانشین رجعام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کا کردار اور اس کا چلن بتا رہا تھا کہ وہ حضرت سلیمان کی حکومت چار دن بھی نہ سنبھال سکے گا۔ ان کی کرسی (یعنی حکومت) پر ایک جسد اور جسم لا کر ڈال دینے سے مراد غالباً یہی ہے کہ وہ اپنے بیٹے رجعام کو اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے۔ وہ لڑکا بعد میں کندۂ ناتراش نکلا۔ مولانا مودودیؒ نے اسی واقعہ کو درست قرار دیا ہے۔

۶۔ سورہ تحریم میں حضورؐ کو اس بات پر خبردار کیا گیا۔ "کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کرنے کا فعل آپ سے صادر ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ چونکہ آپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی نہ تھی بلکہ ایک رسول کی حیثیت تھی۔ اُمت کے لوگ اس کو غلط معنی پہنا سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرفت فرمائی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے طور پر کسی چیز کو حرام یا حلال کرنے کا اختیار نہ تھا۔ اس واقعہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ نے محض اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا تھا، بلکہ

نبی بیویوں کی خواہش پر کیا گیا تھا۔ حدیث کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک بیوی حضرت زینبؓ کے ہاں کہیں سے شہد آیا تھا۔ آپؐ کچھ زیادہ عرصہ ان کے ہاں اسی وجہ سے ٹھہرتے تھے۔ شہد آپؐ کو بہت مرغوب تھا۔ دوسری بیویوں کو رشک آیا۔ انہوں نے اتفاق کرکے شہد سے نفرت دلائی۔ آپؐ نے اپنی ذات پر حرام قرار دے لیا ۔۔ جس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات اور احکام کے نزول سے ہی ملحدین ومشرکوں کو پتہ چل جانا چاہیے تھا کہ یہ رسول کسی بالاتر حکمران کے حکم کا پابند ہے۔ کچھ احکام آپؐ کے ارادوں کی تکمیل کے لیے بھی نازل ہوتے ہیں، اور کچھ احکام ایسے ہیں جن کی وجہ سے آپؐ کو اپنے ارادے واپس لینے پڑے ہیں اور پھر ان کے بارے میں ہدایات خفیہ نہیں بلکہ قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب میں درج ہیں۔ یہ باتیں ایک رسول کے لیے توہین نہیں بلکہ ان کی نبوت اور رسالت کے نشانات اور علامات ہیں۔

قرآن پاک میں جن چند نبیوں اور رسولوں کی اجتہادی غلطیوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول بھی نہ تو کل خدائی صفات اور اختیارات کے مختار اور مالک ہیں اور نہ ان کو اتنا مزید دیا گیا ہے کہ وہ زمین میں اپنے حاصل کردہ اختیارات کے تحت اپنے فرائض پورے نہ کر سکیں۔ وہ وقت کے جابر سے جابر بادشاہ اور وقت کے حکمران کے سامنے اسلام پیش کرتے تھے۔ نظام اسلام کے نفاذ اور تبلیغ کے لیے ان کی زندگی وقف تھی۔ ان سے جو اجتہادی غلطیاں ہوئی ہیں وہ صرف بشری کمزوریوں میں شمار کی جا سکتی ہیں۔ ان کا یہ اعلیٰ درجہ کمال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو فوراً وہ خدا کی بارگاہ میں تائب ہوکے معافی مانگی۔ اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ معصوم کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے کوئی اجتہادی غلطی نہیں ہوئی بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ غلطی ان کی ذات میں باقی نہیں رہ جاتی۔ وہ دنیا سے جس حالت میں رخصت ہوتے ہیں کہ ان کے کھاتہ میں کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ وہ گویا پاک و معصوم حالت میں دنیا سے انتقال فرماتے ہیں۔ لیکن ان کی ان اجتہادی غلطیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہ خدا اور نہ وہ نہ ذاتی علم غیب کا علم رکھتے ہیں نہ تو سمیع و بصیر ہیں۔ نہ کل نافع اور مختار ہیں۔ نہ کل قادر ہیں اور [illegible] ہیں نہ کل علیم و خبیر ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ پڑھے لکھے اور علماء حضرات بھی اپنی دعاؤں میں خدا اور رسول کو ایک سطح پر لے آتے ہیں۔ مثلاً

بخش دے بخش دے اپنے تو امصطفیٰؐ کے واسطے

بخش دے بخش دے اپنے مصطفیٰؐ کے واسطے

کیا یہ دعا حضورؐ نے اپنی اُمت کو سکھائی ہے؟ کیا خدا اور رسول کو ایک [illegible]

مطالبہ ہے۔ یا اس کی نافرمانی ہے؟

جس طرح دوسرے رسولوں سے ان کی قوموں کے لوگ مختلف سوالات کرتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے لوگ یعنی حنفی مشرکین۔ یہودی اور عیسائی لوگ بھی حضور سے پوچھتے کہ اے محمدؐ۔ اگر تم رسول ہو تو پھر بشر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ تم کو فرشتہ ہونا چاہیے۔ تمہارے ساتھ فرشتوں کی ایک لاؤ لشکر فوج ہونی چاہیے۔ اگر تم رسول ہو تو پھر قیامت کا علم اور وقت معلوم ہونا چاہیے۔ تم کو بارش کے برسنے اور ہر پیٹ میں پرورش پانے والے بچہ کا پتہ ہونا چاہیے۔ تم کو کائنات کا علم اور عالم الغیب ہونا چاہیے۔ جب کوئی نشانی اور معجزہ کا مطالبہ کرے تو دکھا دینا چاہیے۔ ہر نفس کی موت اور کمال پتہ ہونا چاہیے۔ اگر تم رسول ہو تو پھر تم جس کو چاہو اس کو نقصان پہنچا دو۔ جس کو چاہو شکست دے دو جس کو چاہو نفع پہنچا دو۔ تم کو ہر چیز کا اختیار ہونا چاہیے۔ ان تمام سوالات کا ہر رسول نے مکمل جواب دیا ہے اور یہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی آجاتی ہے اسی کی اطلاع دے دیتے ہیں۔ جس کی وحی نہیں آتی اس کا انتظار کیا جاتا ہے۔ حضورؐ نے ان تمام سوالوں کا مکمل جواب دیا ہے۔ معجزہ کے معاملہ میں کہا ہے کہ ہم اس کو اسوقت دکھا سکتے ہیں یا ہم سے سرزد ہوتا ہے جب اللہ کا حکم ہو۔ ہمارے ہر ارادہ اور اپیل پر اس کا ظہور نہیں اگر ہم حضورؐ کے جوابات کو وحی کے مطابق سمجھتے ہیں تو پھر ان کو عام لوگوں کے سامنے دہرانے سے کوئی انکار نہیں ہونا چاہیے۔ سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ جس طرح حضورؐ نے کوئی حکم دیا یا کسی مسئلہ میں لاعلمی کا اظہار کیا ہم اسی طرح بیان کریں۔ اگر اس طرز بیان سے مختلف راستہ اختیار کریں گے تو یہ ادب نہیں بلکہ توہین اور بے ادبی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں فرشتہ نہیں اور ہم کہیں کہ آپ ضرور فرشتہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں کل غیب نہیں جانتا بلکہ کل غیب اللہ جانتا ہے تو ہم کہیں کہ نہیں آپ ضرور کل غیب جانتے ہیں۔ حضورؐ دعویٰ کریں کہ میں بشر رسول ہوں نہ کہ ملک رسول۔ آپ کہیں بشر رسول ہیں ـــــ حضورؐ تو بیان کریں کہ میں قیامت کے وقت اور عرصہ کو نہیں جانتا اور ہم کہیں کہ سرکار آپ ضرور جانتے ہیں۔ حضور تو کہیں کہ میں کسی حلال چیز کو حرام نہیں کر سکتا اور ہم کہیں کہ نہیں آپ حلال کو حرام کر سکتے ہیں۔ کیا یہ عقل گوارا کر سکتی ہے کہ ہم ہر ہدایت اور حکم کو الٹا بیان کریں؟ کیا دنیا کی کسی زبان میں اس بات کو ادب کہا گیا ہے۔ اللہ کا رسول وحی کے علم میں کمی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اسلام کے احکام میں انکساری کا رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ اسلام کا ہر حکم ایک دعویٰ ہے اور اس دعویٰ سے انکار کفر اور شرک کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کے ایک گروہ میں ایک فرقہ ایسا ہے جو انبیاء کی خبروں کے نزول کو بھی صرف وحی الٰہی قرار دیتا ہے۔ گویا وہ غیب کے علم کو الگ نفک تصور نہیں کرتا۔ تمام علم رسول کا تو وہ قائل ہے۔ مگر غیب کے علم کو الگ علم قرار نہیں دیتا۔ لیکن اگر اس کی یہی تاویل

اسے کسی صورت غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر غیب کی خبروں کے نزول کو ایک آدمی ایک خاص علم سے منسوب کرتا ہے تو اس کی بھی یہ تاویل غلط نہیں البتہ اسے کُلی غیب کی تاویل سے گریز کرنا چاہیے تاکہ کل غیب خدا کی طرف منسوب رہے، اور غلط بات کا ارتکاب نہ ہو۔ حقیقت میں خدا کے حکم کی اطاعت اس کے رسول کے عمل کے مطابق ہی اسلام ہے اور اس کی بغاوت شرک ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیا جائے کہ حضرت آدمؑ کی بشری شان کو مزید بلند کرنے اور اس کے علم کی فوقیت کو واضح کرنے کے لیے اللہ نے تمام فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ اس کے سامنے جھک جائیں تو گویا اس حکم پر سب فرشتوں نے عمل کیا۔ اس طرح انہوں نے صرف خدا کے حکم کی عبادت اور اطاعت کی لیکن ابلیس نے خدا کے حکم سے انکار کر کے اپنے نفس کو خدا کا شریک بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس شرک پر اسے لعنتی اور کافر قرار دے دیا۔ حقیقت میں خدا کے حکم کی پابندی کا نام اسلام ہے اور حکم سے بغاوت اور انکار کفر و شرک ہے الا یہ کہ کوئی توبہ کر کے پھر خدا کے حکم کی پابندی کی طرف پلٹ آئے۔

رسولوں کو نوری بنانے کی ترغیب اور تردید

۱۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (اعراف-۲۰-۲۱)

شیطان ابلیس نے وسوسہ ڈالا اور آدمؑ سے کہا کہ کیا میں وہ درخت نہ کھاؤں جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے؟ ایسی حکومت جو نہ کبھی پرانی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔ اس نے دونوں سے مزید کہا۔ اے آدمؑ تمہارے رب نے تم کو جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا تم کو ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی نہ مل جائے۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا سچا وفادار اور خیرخواہ ہوں۔

۲۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۝ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ

(اور ایسے ہی حالات تھے جب) ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے کہا: "میں تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر ایک روز دردناک عذاب آئے گا۔" جواب میں اس کی قوم کے حکمرانوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا ۔ بولے "ہماری نظر میں تو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ صرف ایک بشر ہو، جیسے ہم بشر ہیں۔

لوگو! میرا دعویٰ نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں غیب دان ہوں۔ نہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں (یعنی مخلوقِ نور ہوں)

۳۔ وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ
وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ قَالَتْ
فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ
وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ (یوسف ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: ۔ جب زلیخا نے کہا: "اے یوسف تم ان عورتوں کے پاس آجاؤ۔" جب ان عورتوں نے دیکھا تو انہوں نے یوسف کو بہت بڑی چیز سمجھا۔ اس صورت حال میں انہوں نے اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے کاٹ لیا۔ انہوں نے کہا پاک صرف اللہ کے لیے ہے۔ یہ ہرگز بشر نہیں بلکہ کوئی اعلیٰ ترین فرشتہ ہے۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب تو دیکھ لیا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کے معاملہ میں مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بے شک میں نے اس کو پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر یہ میرا حکم نہ مانے گا تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ پھر یہ ذلیل و خوار ہوگا۔

۴۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ..... اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ
لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا
بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۔ ۹۰۔ ۹۲۔ ۹۳)

(مشرک) لوگوں نے کہا ہم تمہاری بات نہ مانیں گے ... جب تک تم فرشتوں اور خدا کو روبرو ہمارے سامنے نہ لے آؤ۔ یا تمہارے لیے سونے کا کوئی محل ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ لیکن ہم تمہارے چڑھنے کا بھی یقین نہیں کریں گے۔ جب تک تم ہمارے پاس کتابی صورت میں ایک تحریر نہ لے آؤ جس کو ہم پڑھیں۔

اے رسولؐ ان میں اعلان کر دیں کہ "میرا رب (شرک سے) پاک ہے کیا میں ایک بشر رسول کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہوں؟" (یعنی جو کچھ تم کہتے ہو وہ کام میری طاقت سے باہر ہیں وہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے نہ کہ بشر رسول)

۵۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ
يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝
قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ
مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۹۳، ۹۵، ۹۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اے رسول ان لوگوں میں اعلان کر دو " میرا رب (شرک سے) پاک ہے کہ میں ایک بشر رسول کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہوں ؟ " پہلے بھی لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت اور نصیحت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا، مگر ان کے اسی قول نے کہ "کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان کو مزید کہہ دو "اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی ملک رسول یعنی نسل اور جنس کے لحاظ سے نوری فرشتہ رسول کو بھیج دیتے۔

۶ - وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
(صافات - ۵۹)

ان (مشرک لوگوں) نے اللہ اور فرشتوں کے درمیان نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ فرشتوں کو اس بات کا پتہ ہے کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔ اللہ ان کے اس (شرک) سے پاک ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

۷ - وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (انعام - ۱۰۰)

(مشرک) لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا لیا۔ حالانکہ وہ ان کا خالق ہے۔ انہوں نے بغیر جانے بوجھے ان کے لیے (ان کو) بیٹے اور بیٹیاں (یعنی اللہ کے نور سے فرشتوں کا نور) حالانکہ وہ "اس شرکیہ بات" سے پاک ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

۸ - وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ التوبہ - ۳۰-۳۱

یہودی کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے (یعنی اللہ کے نور میں سے ہے) اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسےٰ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے (یعنی اللہ کے نور میں سے ہے) یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں - یہ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی میں ایسا کر رہے ہیں

نے اس سے پہلے بھی ایسا کفر اور ظلم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مار اور لعنت ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے۔ یہ کہاں کہاں سے دھوکے کھا رہے ہیں! اللہ تعالیٰ ان کے اس شرک سے بالکل پاک ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیات کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے کہ میں ہرگز مخلوق اور جنس کے لحاظ سے فرشتہ رسول یعنی نوری رسول نہیں ہوں۔ کسی بشر رسول کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں ہوں۔ اب جو لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے حضورؐ کو نورِ خالق یا نوری مخلوق بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اس میں کیا برائی سمجھتے ہیں؟ حضورؐ کے دعوے کو اسی طرح کیوں نہیں مان لیتے۔ جس طرح حضورؐ نے اعلان کیا ہے اور پھر اعلان بھی قرآن مجید میں ہے اور اس دعوے کی تائید حدیث میں بھی مذکور ہے جس کو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

ان آیات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے بشر رسول کے عقیدہ کو معمولی سمجھا تھا۔ انہوں نے اپنے رسولوں کی بشریت سے انکار کر کے محض رسول مان لیا تھا اور پھر ان کی شان بلند میں اس قدر مبالغہ آرائی کی کہ ان کو خدا کے نور میں سے نور بنا کر بیٹوں کا خطاب دے دیا چونکہ اللہ تعالیٰ ایک دائمی نور ہے۔ یہ خالق نور ہے نہ کہ مخلوق نور، لہٰذا خالق نور میں سے جو شخص پیدا سمجھا جائے اس کی حیثیت بھی خالق نور کی ہوگی گو ایسے نور کا نام انہوں نے بیٹا رکھ لیا اور پھر اسی کا شاخسانہ ظاہر کیا بلکہ انہی آیات سے پہلے اور بعد جو آیات منسلک ہیں ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے گروہوں میں سے ایک ایک گروہ نے مندرجہ ذیل جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔

۱۔ یہ کہ انہوں نے اپنی ظالمانہ خواہش پر بعض حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا۔

۲۔ پورے اسلام میں سے کچھ کا انکار کر دیا۔

۳۔ اپنے عالموں، پیروں اور حکمرانوں کو اللہ کے ساتھ ساتھ اپنا رب بنا لیا۔ ان کو وہ نافع اور ضار سمجھتے تھے۔

۴۔ ان کے عالموں، پیروں اور لیڈروں نے باطل اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال اپنے اوپر حلال کر لیا۔

۵۔ انہوں نے اپنے مالوں پر زکوٰۃ اور دیگر اخراجات سے ہاتھ روک لیا۔ دولت اور سونے چاندی کو لوگوں پر خرچ کرنے کے بجائے محض خزانوں اور ڈھیروں کی صورت میں جمع کرنا شروع

Marfat.com

کر دیا۔

۶۔ ان لوگوں کا یہ جرم بھی تھا کہ وہ حاکموں اور افسروں، عالموں اور پیروں سے جو جائز اور ناجائز کام کرواتے تھے۔ ان پر رشوت کا لین دین جاری تھا۔ اس جرم میں قوم کے اکثر لیڈر اور رہنما پوری طرح ملوث تھے۔ حتیٰ کہ خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کے بعض حصوں کو تعویذ۔ جھاڑ پھونک اور دیگر ذرائع سے فروخت کرتے تھے۔ وہ دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں اپنی تقریروں پر معاوضہ طلب کرتے تھے۔ انہوں نے یہاں تک ظلم جاری رکھا کہ اپنے بعض عالموں اور پیروں کو بھی خدا کا بیٹا بنا لیا اور پھر اس کے بعد ان کو ضار اور نافع کا مختار سمجھ لیا۔ انہی کی زبان سے نکلے ہوئے اور ہاتھ سے لکھے ہوئے حکم کو زندگی کے معاملات اور مقدمات میں قانون کا درجہ دے دیا۔

اسی موضوع کی آخری آیات میں ان جرائم کے مرتکب لیڈروں۔ عالموں اور پیروں کو سزا کا فیصلہ سنایا گیا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ کے لیے دوزخ اور جہنم کا سامان ہوں گے۔ اپنی چار دن کی عیش و عشرت کا خوب مزا چکھیں گے۔

ان آیات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے ساتھ یہ کوئی پہلا جرم اور ظلم نہیں کیا گیا، بلکہ ان سے پہلی نظام اور اسلام کا دعویٰ کرنے والی امتوں میں سے ایک ایک گروہ اس ظلم و ستم کا اعادہ کرتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس حرکت اور جرم کو شرک قرار دیا ہے جس میں لوگوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اب اس سے آج کے مسلمانوں کو دیکھ لینا چاہیے کہ کیا وہ بھی اس جرم کا ارتکاب کر کے حضورؐ کی شان بڑھا رہے ہیں یا اس میں بہت زیادہ کمی کر کے اور خدا کے نور سے نور کا عقیدہ رکھ کر شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں اور کیا اس کے بعد ان کے بہت سے عالموں، پیروں اور لیڈروں کی وہی پوزیشن تو نہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں۔ پیروں اور لیڈروں نے اختیار کی تھی۔ جس چیز سے حضورؐ نے مسلم حاکموں اور افسروں، پیروں اور عالموں کو منع کیا تھا کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقوں کو نہ اپنائیں۔ اس ساری بحث اور تکرار کا ایک ہی نتیجہ ہے کہ مسلم اور صالح انسان خالق کے بعد سب مخلوقات سے بلند مرتبہ مخلوق ہے اور مشرک اور کافر انسان ہر مخلوق سے بدتر اور گھٹیا مخلوق ہے۔

ان آیات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ سب سے پہلے بشر رسول اور بشر صالح حضرت آدمؑ کو شیطان لعین نے یہ دھوکا دیا کہ تم متعلقہ درخت کے پھلوں کو ضرور کھاؤ۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ ہوگا کہ تم ایک اعلیٰ ترین (بزعمِ خویش) مخلوق یعنی دونوں نور بن کر فرشتے ہو جاؤ گے۔ گویا یہ کہ تم نسل بشر اور جنس بشر سے اونچے ہو جاؤ گے۔ یہ ایک گھٹیا نسل اور مخلوق ہے۔ اصل مخلوق تو نوری ہے

بنیا میں نوری مخلوق صرف فرشتے ہیں ۔ وہ نورؐ جو خالق ہے جو کائنات کے مالک اور مختار کا ہے ۔ زمین اور آسمانوں کے اصل واحد بادشاہ کا ہے ۔ وہ نور تو مخلوق نہیں ، بلکہ خالق ہے ۔ لہٰذا خالق کا نور مخلوق نہیں ہو سکتا ۔ اب نہ تو دنیا میں کوئی بشرِ رسول خالق کے نور سے نکل کر مخلوق ہو سکتا ہے اور نہ بشرِ رسول اور بشرِ صالح فرشتوں کے نور سے ہو سکتا ہے اور نہ فرشتوں کا نور بشرِ رسول سے پیدا ہو سکتا ہے ۔ اگر بشرِ رسول سے پیدا شدہ بنایا جائے گا تو پھر وہ نوری فرشتے نہیں ہوں گے بلکہ بشر فرشتے ہوں گے ۔ اب تیسرا نور وہی ہے جس کو اسلام نے انبیاء اور صلحا کے نور سے مراد اسلام والا اور ہدایت والا کہا ہے ۔ جس کو انجیل ، زبور ، تورات اور قرآن سے منسوب کیا ہے ۔ جس کو خود اسلام ، مسلمان اور ہدایت کہا ہے ۔ جو ذاتی نہیں بلکہ اپنے کام کی نوعیت سے صفاتی ہے ۔ جو ایمان ، اور یقین کا دوسرا نام ہے ۔ شیطان نے جس طرح بشرِ رسول اور بشرِ صالح حضرت آدمؑ کو نوری اور نورانی یا فرشتہ بنانے کا دھوکا دیا اور بشرِ صالح جو اعلیٰ مخلوق ہے اس سے فرشتہ (یعنی نوری مخلوق نہ کہ نورِ خالق) جو ایک گھٹیا اور کم رتبہ مخلوق ہے بنانے کی کوشش کی ۔ اسی طرح حضرت آدمؑ اور حضرت حوا دونوں کو اعلیٰ اور بڑا بنانے کے بہانے سے دھوکا اور فریب دیا ۔ تین ہزار سال سے ہندوؤں کے ایک گروہ نے اپنے رسولوں اور بزرگوں کا بشرِ رسول اور بشرِ صالح سے انکار کر کے ایک نوری لطیف مخلوق بنا دیا جو نظر نہ آئے اور ہر جگہ چلتا پھرتا رہے ۔ ایک ایک شخصیت کو نفع و نقصان کا مختار بنا کر خدا کے مقابلہ میں اس کے شریکوں کی حیثیت سے مصروف کر دیا ۔ یہ تو مظالم ہیں ۔ ان گمراہ لوگوں نے جنہوں نے بشرِ صالح اور بشرِ رسول کے صافی چشمہ کو گدلا کیا ۔ اعلیٰ مخلوق کو ادنیٰ بنایا لیکن مسلمانوں کے ایک گروہ کا کردار گھٹیا ہے ۔ اس نے بھی شیطان ابلیس اور اس کے چیلوں چانٹوں اور تصوّف کے سادھوؤں اور بھکشوؤں کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بشرِ رسول کا انکار کر کے انہیں نورِ خالق یا محض نورؐ بنانے کی ناکام کوشش کی ہے ۔ وہ بشرِ رسول کے عقیدہ اور یقین کو انتہائی گھٹیا سمجھتا ہے ۔ وہ شیطان ابلیس کی طرح عام مسلمانوں اور لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے کہ اصل شان اور مرتبہ نورِ خالق ، یا نورِ مخلوق میں ہے ۔ بشرِ رسول یا بشرِ صالح کوئی چیز نہیں یہ اسی طرح دھوکا دے رہا ہے جس طرح ابلیس نے حضرت آدمؑ سے کہا تھا کہ تم کو جنت کے پھل کھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ ، گویا فرشتہ یا نوری ہونا اعلیٰ درجہ اور اصل مرتبہ ہے ۔ بشرِ رسول اور بشرِ صالح کی کوئی اہمیت نہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دیگر کتب آسمانی میں بشر

رسول اور بشرِ صالح کا مرتبہ بلند فرمایا ہے۔ نوری فرشتے تو اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ بلکہ اللہ تعا
نے نوری مخلوق کو حکم دیا کہ بشرِ آدمؑ کو سجدہ کرکے اس کی عظیم ترین بلندی، مرتبہ اور شان و شوکت کا اعتر
کیا جائے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جس طرح شیطان ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان
بیوی کو نوری بنانے کا دھوکا دیا اور ان دونوں نے اپنے نوری بن جانے کے لیے جس طرح اجتہادی
دھوکا کھایا تو اس کا جو نقصان ہوا وہ آپ سب کے سامنے ہے، لیکن مسلمانوں کا ایک گروہ ا
باطل خیال میں مبتلا ہے کہ ہم ہمہ یاراں جنت اور ہمہ یاراں جہنم کے فلسفہ پر عمل کریں گے۔ ان کا یہ
خیال ہے کہ ہم اس مسئلہ میں علماء کی کثیر تعداد کے خیالات سے مستفید ہیں۔ اتنے علما اور پیر اتنے لی
اور رہنما کبھی غلط بات پر متفق نہیں ہو سکتے حالانکہ کسی مسئلہ میں حق اور باطل، اکثریت اور اقلیت
کا نام نہیں، بلکہ حق قرآن اور حدیث کے واضح احکامات اور ہدایات کا نام ہے۔ اس پر اگر دنیا میں چ
علما آدمی بھی پیروکار ہوں تو حق پرست ہوں گے۔ باطل، باطل ہی ہے، چاہے اس پر دنیا کی ننانو
فی صد آبادی چل رہی ہو۔

حضرت نوحؑ کی قوم نے بھی فرشتہ کا الزام لگا کر دھوکا دینے کی کوشش کی تھی، جس کی تردید فو
طور پر کر دی گئی۔ اس کے کافی عرصہ بعد یہودیوں کے ایک ظالم گروہ نے اپنے تمام رسولوں اور صالح لوگ
کو بشرِ رسول اور پھر بشرِ صالح ہونے کا انکار کرکے خدا کا بیٹا یعنی نورِ خالق بنا دیا اور بشرِ رسول او
بشرِ صالح دونوں کا انکار کر دیا۔ ان کے بعد حضرت عیسٰی مسیحؑ کے پیروکاروں میں ایک گمراہ فرقہ پیدا
جس نے حضرت مسیحؑ کو بشرِ رسول یا بشرِ صالح سے اٹھا کر خدا کا بیٹا یعنی نورِ خالق بنا دیا، حالانکہ نورِ خا
ایک سے زیادہ کوئی ہو نہیں سکتا۔ خدا جو خالق بھی ہے وہ صرف ایک ہے باقی سب مخلوق ہے۔ ایک
اور گروہ نے آپ کے نہ صرف بشرِ رسول اور بشرِ صالح کا انکار کیا بلکہ آپ کو وہی خدا اور الٰہ سمجھ لیا جو تما
خالقِ کائنات ہے۔ یہ اس غلط تصوف اور جعلی طریقت کا نام ہے جس نے ہمیشہ انبیاء اور صلحاء کو
بنانے کے لیے پوری پوری کوشش کی۔ جہالت اور شرک و کفر کی حد ہو گئی کہ جاہل اور مشرک انسانوں نے
بشرِ رسول کا تو اقرار نہ کیا، مگر رسولوں اور صالح لوگوں کی قبروں اور بتوں کو ضار اور نافع خدا بنا
جنوں اور فرشتوں کو نافع اور ضار تسلیم کرکے خدا کی حیثیت دے دی، حالانکہ انبیاء اور صلحا کو نفع نقصا
کا مختار قرار دینے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کو معبود اور الٰہ بنایا جائے۔ اس طرح یہ معبودیت اللہ اور
صالحین میں گڈمڈ کر دی۔ خالص عبادت کا تصور ختم ہو گیا۔

چونکہ بادشاہ مصر کی بیوی زلیخا اپنے غلام حضرت یوسف پر عاشق ہو چکی تھی اور اس کی

آپ سے صرف زنا کرنے کے ارادہ تک محدود تھا۔ وہ ہر صورت اللہ کے نبی کو پھنسانا چاہتی تھی۔ چونکہ آپ کو بچپن میں خریدا گیا تھا۔ اس کے بعد زلیخا نے خود اسے پالا پوسا۔ قدرت نے آپ کو حسن و جمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

زلیخا کی حرکتوں کے بارے میں مصر شہر کی عورتوں کو بھی پتہ چل گیا تھا۔ عام چرچا تھا کہ زلیخا اپنے گھریلو غلام سے عاشق اور مانوس ہو چکی ہے۔ کتنی بے عقل عورت ہے کہ ایک غلام کو پسند کرتی ہے۔ غلام کی کیا وقعت ہے؟ زلیخا نے اس طعنہ کو ختم کرنے اور غلام کی اصل اہمیت اور حیثیت دکھانے کی خاطر بہت سی عورتوں کو اپنے ہاں دعوت دی۔ ان کی خاطر تواضع کا بھی خوب بندوبست کیا۔ پھل فروٹ منگوائے گئے۔ پھل کاٹنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں چھریاں دے دی گئیں۔ زلیخا نے اپنے غلام حضرت یوسف کو عورتوں کے مجمع میں بلایا تو سب عورتوں کی نظریں حضرت یوسف کی بہترین جوانی اور حسن و جمال اور نورانی چہرے کی طرف لگ گئیں۔ انہوں نے ایک طرف تو دیدار میں پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ دوسری طرف انہوں نے خصوصی حسن و جمال دیکھ کر نعرہ لگایا کہ یہ بشر نہیں بلکہ کوئی بہت بڑا اعلیٰ ترین فرشتہ ہے۔ گویا انہوں نے بہت بڑی شان اور بہت زیادہ خوبیاں اور حسن پر فریفتہ ہو کر حضرت یوسف کے بشر ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ حضرت یوسف ہرگز فرشتہ نہ تھا اور پھر فرشتہ اپنی تمام خوبیوں کے باوجود بشر رسول سے قطعی کم تر اور کم شان والا ہے بلکہ عام صالح بشر سے بھی فرشتہ کی بزرگی اور بڑائی بہت کم ہے۔ بالکل مصر کی عورتوں کی طرح آج مسلمانوں کا ایک گروہ بھی اس بات پر مُصر ہے اور [illegible] بشر رسول نہیں، بلکہ نور رسول ہیں۔ اسی بزرگی اور بڑائی کی بنیاد پر بنی اسرائیل نے [illegible] مسلمانوں نے اپنے رسولوں پر الزام لگایا تھا کہ کبھی کسی بشر پر خدا کی طرف سے وحی [illegible] نازل نہیں ہو سکتی۔ گویا جن لوگوں پر خدا کی طرف سے وحی اور کلام آتا رہا۔ کتابیں اور صحیفے نازل ہوتے رہے وہ بشر نہ تھے بلکہ خدا کے بیٹے اور فرشتے تھے۔ وہ صرف انسانی شکل میں زمین پر آتے تھے لیکن وہ خدا کے نور کا جز اور حصہ تھے اگر بیٹا ہو تو وہ بیٹے بھی اپنے باپ کا حصہ ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں بادشاہ، بشر بادشاہ ہے۔ عالم بشر عالم ہے [illegible] ایک بشر ولی ہے [illegible] بنی اسرائیل میں ہر نبی کو بشر رسول کہا گیا ہے۔ [illegible] حیثیت سے انسان کی نسل یا جنس نہیں بدل سکتی [illegible] پائی جاتی تو [illegible] وہ بشر اور انسان ہے [illegible]

فرق نہیں پڑتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد یہودیوں کے ایک باطل اور موسوی گروہ نے حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عزیزؑ اور دیگر انبیاءؑ کے بشر رسول ہونے کا انکار کر دیا اور کہا کہ بشر پر کبھی کوئی ۔۔۔ کتاب نازل نہیں ہوتی۔ اسی طرح مسیحی اور عیسائی گروہوں میں سے ایک گروہ نے حضرت عیسٰی مسیح کے بشرِ رسول کا انکار کرکے (کثیر معجزات کی وجہ سے) خدا کا بیٹا یا نورٌ من نورُاللہ بنا دیا۔ اسی طرح عرب کے حنفی مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں یعنی نورٌ من نورُاللہ بنا دیا۔ نیز انہوں نے بشرِ رُسل کے انکار کیساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشرِ رسول ہونیکا بھی انکار کر دیا۔ انہی وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کردار اور عقیدہ کی شدید مذمت کی ہے۔ مصر کی عورتوں اور یہودیوں، عیسائیوں اور حنفی مشرکین کی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر معجزات اور اعلیٰ حسن وجمال کی وجہ سے بشرِ رسول کا انکار کرکے گویا نقصانات اور خسارہ کو قبول کر لیا۔ بالکل اسی طرح نقصان میں مبتلا ہو گئے جس طرح حضرت یوسف کی بشریت کا انکار کرکے ایک تو فرشتہ بنا دیا۔ دوسرے اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے کاٹ لیا۔ اسی طرح مسلمانوں کا یہ گروہ بھی ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشرِ رسول کا انکار کرکے اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہا ہے ۔ دوسری طرف حضورؐ کو بشرِ رسول سے ملکِ رسول یا نورٌ من نورُاللہ بنا کر شرک کا ارتکاب کر رہا ہے ۔۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شان نہیں بلکہ توہین اور سخت بے ادبی ہے جس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

اللہ کے نور سے کوئی چیز پیدا نہیں

۱۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ○ وَلَمْ يُوْلَدْ ○

(اخلاص۔ ا تا ۳)

اے رسول! اعلان کر دو کہ اللہ صرف ایک ہی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ وہ کسی میں سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔

۲۔ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ○
وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۔ (زخرف۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۹)

یہ سب کچھ جانتے اور مانتے ہوئے بھی مشرکوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز اور حصہ بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے۔ کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں انتخاب کیں اور تم کو بیٹوں سے نوازا؟ ان لوگوں نے خدا کے تابعدار اور اطاعت گزار فرشتوں کو اس کی عورتیں قرار دے دیا۔ کیا انہوں نے ان کے جسم کی ساخت اور بناوٹ کو دیکھا ہے؟

۳۔ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء۔ ۹۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وہ خاتون (یعنی مریمؑ) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔ ہم نے اس کے اندر اپنی روح سے کچھ پھونکا۔ اسے اور اس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔

اسلام اور ہدایت کا دوسرا نام نور ہے

۱۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدہ ۴۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا۔ سارے نبی جو مسلم تھے وہ اس کتاب کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ اسی طرح ربّانی اور علما بھی (اسی کتاب کے مطابق اپنے فیصلے کرتے تھے) کیونکہ ان کو اللہ کی کتاب کی حفاظت اور نفاذ کا ذمّہ دار بنایا گیا تھا۔ وہ اس پر گواہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے گروہ یہود) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ میری آیات اور میرے کلام کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر فروخت کرنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہی کافر (ظالم اور فاسد) ہیں۔

۲۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۝ (المائدہ ۔ ۴۶)

بے شک ہم نے (عیسیٰؑ پر) انجیل نازل کی۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا (التغابن ۔ ۸)

اے مسلمانو! تم اللہ پر ایمان لاؤ، اور اس کے رسول پر اور اسی روشنی اور نور (یعنی اسلام) پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔

۳۔ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (ابراھیم ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اے رسول یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر ان کے رب کی طرف توفیق سے نور کی طرف لاؤ اس خدا کے دین پر راہ جو زبردست بھی ہے اور اپنی ذات میں خود محمود بھی ہے۔

۴ - وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ (ابراھیم ۵)

ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں۔ اسے بھی ہم نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لائے۔

۵ - رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا (طلاق - ۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ اسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لیے بہترین رزق رکھا ہے۔

۶ - فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (التغابن - ۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر اس کے رسول پر لاؤ۔ اس نور یعنی اسلام جو ہدایت ہے۔ پھر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

Marfat.com

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

(الزمر-۲۲)

اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا۔ وہ تو حقیقت میں اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر چل رہا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (المائدہ-۱۵-۱۶)

(اے رسول) تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ہدایت اور ایک کھلی کتاب آچکی ہے۔ اللہ صرف اس کو (اسلام) کی ہدایت دیتا ہے جو سلامتی کے راستوں کو خدا کی رضا کے لیے اختیار کرتا ہے۔ وہ ان کو اندھیروں (یعنی گمراہیوں) سے اپنے حکم سے نکال کر نور و ہدایت کی طرف لاتا ہے اور صراطِ مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤی اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝ (صف-۷-۸)

اس انسان سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے حالانکہ اسے اسلام کی تعلیم اور دعوت دی جا رہی ہے۔ ایسے ظالموں کو اللہ اسلام کی ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ اللہ کے نور (اسلام) کو اپنے اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے اس نور کو نافذ کر کے رہے گا۔ خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ۝ (الحدید-۲۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمدؐ) پر (مخلصانہ) ایمان لے آؤ۔ اللہ تم پر اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا۔ اور تم کو وہ نور (اسلام کی ہدایت) بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلتے جاؤ گے۔

مذکورہ آیات میں تفصیل سے لفظ نور اور اس کے اصل مطلب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان آیات میں زور دے کر کہا گیا ہے کہ اللہ کی کتابوں میں اسلام ہی نور ہے۔ انسان اگر سیدھے راستہ پر چل رہا ہے تو اسے نور مل چکا ہے۔ یعنی وہ اسلام اور ہدایت کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔ اس نسبت سے رسول اور بشر نبی کو بھی نوری کہا جا سکتا ہے کہ وہ اندھیرے میں مبتلا اور گمراہ لوگوں کو صراطِ مستقیم اسلام کے نور کی طرف لاتا ہے۔ یعنی لوگوں کو ہدایت کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور پیروکار عام لوگوں کو اسلام اور ہدایت کی تعلیم دے کر گمراہیوں سے نور اور ہدایت کی طرف لاتے ہیں۔ وہ بشر مومن اور بشر مسلم اور بشر مسلمان بھی نوری ہیں۔ گو ہدایت اور اسلام کی طرف لانے والا ہر جن و بشر بھی نوری ہو سکتا ہے لیکن جنس اور نسل کے لحاظ سے نہیں بلکہ صفت اور کام کے لحاظ سے حضور نے چونکہ سب سے زیادہ کام کیا وہ بڑے نوری ہیں۔ تمام انبیاء کرام بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ وہ بھی اس لحاظ سے نوری ہیں۔ تمام الہامی کتابیں بھی نوری ہیں۔ تمام مبلغ، عالم مسلمان اور ائمہ نوری ہیں۔ بس اتنی سی چھوٹی بات کو اتنا بڑا بنا دیا کہ بشر رسول سے ہی انکار کر دیا۔ ایسی عقل پر جتنا بھی رونا چاہیے۔ ایک وضعی حدیث سے بھی لوگوں کو دھوکہ دیا گیا کہ حضور نے فرمایا "میں اس وقت بھی رسول تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے"۔ عیسائیوں نے بھی ایک قول سے دھوکہ کھایا کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی رسول تھا جب حضرت ابراہیمؑ وجود میں نہ تھے۔ (انجیل یوحنا) اللہ کے تمام انبیاء کی ارواح کو ایک دن ہی پیدا کیا گیا اور ان سے اکٹھا عہد لیا گیا۔ جس کو رسول بنانا تھا پہلے ہی دن بنا دیا۔ بعد میں باری باری زمین پر بھیجا جیسا کہ اب عام انسانوں کی روحیں بھی باری باری زمین پر بھیجی جا رہی ہیں حالانکہ ان سب کو اکٹھا پیدا کیا گیا اور اکٹھے ہی عہد لیا گیا۔ لیکن افسوس اتنی سی بات کو چھوڑ کر واقعات کو غلط طریقے سے پیش کیا گیا۔ خدا کی کتابوں کے خلاف اگر کوئی قول کہیں پایا جائے تو وہ رسول کی زبان سے نہیں وہ رسول کی طرف منسوب کر کے بنایا گیا جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے خدا کی طرف منسوب کر کے بہت سے عقیدے گھڑ لیے۔

حدیث کی کتب میں ایک حدیث پائی جاتی ہے کہ حضور نے فرمایا "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی مٹی میں بھی نہ تھے"۔

حالانکہ قرآن نے بتایا کہ اللہ نے جن کو رسول اور نبی بنایا تھا، وہ پہلے دن ہی بنا دیا اور عہد لے کر ان تمام رسولوں سے خطاب بھی فرمایا تھا بلکہ اللہ نے غیبی روحوں کو بھی پہلے دن بنا دیا تھا۔ حضور نے بھی اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی واضح بات کو چھوڑ کر اس بات کو قبول نہیں کیا جا

سکتا کہ آدمؑ مٹی میں تھے اور حضورؐ ان سے پہلے نبی تھے۔ یہ بات کسی نے حضورؐ کے نام غلط طور پر منسوب کی ہے۔ وہ بات حدیث نہیں ہو سکتی جس کی مخالفت قرآن کرے۔

کہ بعض عالم اور پیر۔ بعض لیڈر اور راہنما ایک دوسرے کی پیروی میں مقابلہ کی دوڑ سمجھ کر یہاں تک گزر گئے کہ حضورؐ کو قطعی اور کلی نور سمجھ کر اور بشر رسول کا انکار کر کے ان کی اولاد اور پھر ان کی پوری نسل جو قیامت تک آئے گی وہ نوری اور غیر بشری بنا دی گئی ہے۔ جلسوں اور جلوسوں میں تقاریر کی جاتی ہیں اور شعر پڑھے جاتے ہیں۔

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا

تو نور عین ہے ترا سب گھرانہ نور کا

قطعی نور کے حامی اب مجبور ہو کر اس بات پر آگئے ہیں کہ جب حضورؐ نوری ہونے کے سوا کچھ نہیں تو پھر ان میں سے پیدا شدہ اولاد کی حیثیت کیا ہو گی؟ لوگوں کے اس سوال کی جب ان کے پاس کوئی تاویل نہ رہی تو انہوں نے جاہل لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر فتویٰ دے دیا کہ بے شک نور سے نور پیدا ہونے والی سب اولاد نوری ہے۔ گویا حضورؐ کے بعد آج تک اور پھر قیامت تک سید کہلانے والے حضرات بشر نہیں بلکہ نور ہیں۔ جاہل انسان جہالت سے چلا اور پھر چلتا ہی گیا۔ کسی مقام پر نہ سوچا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ کس گڑھے اور غار میں گر کر چکنا چور ہو رہا ہوں۔

اس عقیدے پر نور و بشر کا سب جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ تمام حدیث وضعی اور کسی کی خود ساختہ ہے۔ اللہ کا کوئی رسول وحی اور خدا کی کتاب کے خلاف کچھ نہیں کہتا، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا رسول وحی کے مطابق ہدایت دیتا ہے۔ اگر وحی سے پہلے کوئی بات بھول کر منہ سے نکل جائے تو پھر وحی کے آنے کے بعد اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کا عمل دوبارہ وحی کی طرف پلٹ آتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ الرسول اللہ کو حسن و جمال دیا تھا۔ عبداللہ بن سلام نے حضورؐ کا چہرہ دیکھ کر فرمایا "یہ خوبصورت چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا"۔ ابو رمثہ تمیمیؓ نے کہا کہ "ایسا چہرہ ایک رسول کا ہی ہو سکتا ہے"۔ ایک خاتون نے حضورؐ کے منور چہرہ پر نظر ڈالی تو فرمایا کہ "ایسے نورانی چہرے والا آدمی کبھی بدسلوکی کرنے والا نہیں ہو سکتا"۔ ایک بڑھیا نے فرمایا کہ "میں نے حضورؐ کے منہ سے روشنی نکلتی دیکھی ہے"۔ حتیٰ کہ حضور کے دانت بھی انتہائی روشن اور چمکیلے دیکھے گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ اتنے خوبصورت اور منور تھے کہ گویا سورج چمک رہا ہے۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "ہر دیکھنے والا پہلی نظر میں حضورؐ کے حسن وجمال سے ضرور متاثر ہوتا تھا"۔ حضرت کعب بن مالک کہتے ہیںؓ کہ خوشی میں حضورؐ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسے چاند کا ایک ٹکڑا ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے کہ اللہ نے بشرِ رسول کو کمال درجہ کا حسین بنایا تھا۔ لیکن اس حسن وجمال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ محض نوری اور محض مخلوقِ نور اور جنس نور ہیں۔ جو کچھ بشرِ رسول میں مرتبہ اور بلندی ہے وہ مخلوقِ نور میں نہیں۔

حدیث میں دو روایات ایسی ہیں جن کو مان لینے سے بشرِ رسول ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان دونوں روایات کا تعلق حضورؐ کی بچپن کی زندگی سے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دونوں دفعہ فرشتہ آیا۔ اس نے مجھے آرام سے لٹایا اور میرا سینہ چاک کیا۔ میرے دل کو نور سے دھویا اور صاف کیا گویا نور کو پانی کی جگہ استعمال کیا گیا۔ ان روایات سے تو حضورؐ کے قطعی نوری ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اگر آپ قطعی نور تھے اور آپ کو خدا کے نور سے پیدا کیا ہوتا تو آپ کے دل کو سینہ چاک کرکے نہ دھویا جاتا بلکہ ان دونوں روایتوں سے تو حضورؐ کا بشرِ رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ایک غلط روایت منسوب ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جس میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو چار قسموں میں تقسیم کر دیا۔ پہلی قسم عرش کو پیدا کیا۔ دوسری قسم علم کو۔ تیسری قسم بہشت کو۔ چوتھی قسم عالم ارواح اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ ایک روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں۔

انا من نور اللہ و الخلق کلھم من نوری

یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہے۔ یہ ایک ہی روایت ہے جس میں کہا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر بارہ ہزار سال مقام قرب میں رکھا۔ بارہ ہزار سال کے بعد میرے نور سے لوح، قلم، جنت پیدا فرمائے۔ پھر بارہ ہزار سال کے بعد اللہ نے میرے نور سے فرشتے، سورج، چاند، ستارے پیدا فرمائے۔ پھر بارہ ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے نور سے انبیاء اور رسل کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ پھر شہیدوں، صالحین، مومنین کی ارواح کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ عقل وعلم اور توفیق میرے نور سے پیدا کئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر میرے نور سے پیدا کیا اور پھر میرے باپ عبداللہ کے ذریعے میرا نور زمین پر بشر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ احادیث نورانی۔ المختصر میرے نور سے زمین اور آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ

نے پیدا فرمائے ۔ یہ حدیث بڑی لمبی چوڑی ہے ۔ قرآن کے واضح حکم کے خلاف حدیث ہے ۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لم یلد ولم یولد" نہ خدا کسی چیز میں سے پیدا ہوا نہ خدا میں سے کوئی چیز پیدا ہوئی ہے ۔ اور اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ محمد الرسول اللہ کا نور خدا کے نور سے پیدا کیا گیا ہے ۔ حالانکہ یہ غلط واقعہ ہے ۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ حدیث کی کتاب میں یہ حدیث موجود ہے ۔ لہذا درست ہے ۔ کتب حدیث میں سند کے لحاظ سے جتنے بھی واقعات ہوں ، لیکن اگر قرآن کے خلاف ہوں ، تو قبول نہیں کیے جاتے ۔

اسی طرح جابرؓ کے نام منسوب کردہ یہ حدیث بھی غلط ہے ۔ اصول کو ذہن میں رہنا چاہیے کہ کسی حدیث کی جو بات قرآن کے خلاف ہو وہ حدیث نہیں ہے ۔ اگر اس حدیث کو مان لیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی بشر بشر نہیں بلکہ نوری ہے ۔ اس لحاظ سے تو ہم سب مسلمان اور مشرک نوری ہیں ، چونکہ ہم آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ حضورؐ کے نور سے ہیں ۔ اس سے تو ہم سب بشر نہیں بلکہ نوری ہیں

قرآن و حدیث میں بار بار جس چیز کو نور کہا گیا ہے وہ اسلام کا دوسرا نام ہے ۔ اسلام پر عمل کے نتیجہ میں برزخ آخرت میں مومن اور مسلم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جو روشنی ہوگی اس کو بھی نور کہا گیا ہے ۔

علامہ اقبال نے بشرِ انبیاء اور بشرِ مومن کے لئے کیا خوب فرمایا ہے !

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے میں مسجودِ ملائک ہوں بشر ہی مجھ کو

حضورؐ کے سایہ کی حقیقت

بعض لوگوں نے حضورؐ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا زمین پر سایہ نہیں ہوتا تھا ۔ اس لیے حضورؐ محض مخلوق نور تھے نہ کہ مخلوقِ بشر ۔ اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ حضورؐ کا معجزاتی طور پر سایہ نہ تھا تو کیا یہ بات حضورؐ کے بشر رسول ہونے میں رکاوٹ بن سکتی ہے ؟ کیا قرآن و حدیث میں کوئی ایسا استدلال ہے کہ سایہ نہ ہونا محض نور کی نشانی ہے ؟ معجزاتی طور پر سایہ نہ ہونا محض نوری مخلوق کی وجہ نہیں بن سکتا ، لیکن اگر سایہ کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے تو پھر مختلف احادیث میں سایہ کا ہونا موجود ہے

۱ ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت زینبؓ سے ناراض ہو گئے ۔ حضورؐ ان کے گھر سے میرے گھر کی طرف آئے تو آپؐ کا سایہ میری طرف بڑھتا ہوا نظر آیا (مسند احمد ۶/۱۳۲)

۲ ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
جبرائیل نے مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے قد کی لمبائی کے برابر ہو گیا ۔
(مجمع الزوائد ۱/۳۵۳)

Marfat.com

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ :-

ایک دفعہ حضورؐ نے ایک نماز پڑھائی۔ نماز کے دوران آپ کچھ پیچھے ہٹے۔ نماز کے بعد صحابہؓ کے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا "میرے سامنے جہنم کو پیش کیا گیا۔ اس کی روشنی (یعنی آگ کی روشنی) میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ (مستدرک حاکم ۴/۴۵٦)

غیوب انبیاء کا مسئلہ انتہائی نازک معاملہ ہے جس پر تبصرہ کرنا معمولی بات نہیں حقیقت میں اللہ کے رسولوں اور نبیوں کے پورے پاکیزہ گروہ کو جو "العلم" دیا گیا ہے جس کا نام "اسلام" رکھا گیا ہے وہ اتنا بڑا علم ہے جس کو احاطہ کرنا کسی مسلمان کے بس کی بات نہیں۔ اس علم کو نہ کسی پیمانہ سے ناپا جاسکتا ہے اور نہ کسی ترازو سے تولا جاسکتا ہے۔ نہ اس علم کی کوئی مقررہ لمبائی ہے اور نہ چوڑائی ہے۔ بے شک یہ علم اللہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اور اسی طرح ہے جس طرح سمندر سے پانی کا ایک قطرہ لیکن کیا پتہ کہ قطرہ پانی کی حدود کیا ہیں؟ وہ عام انسانوں کے علم سے کتنا بڑا قطرہ ہے۔ انسانوں کے سامنے یہ قطرہ بھی ایک بہت بڑے سمندر سے کم نہیں جس کی گہرائی اور لمبائی جس کی چوڑائی اور اونچائی کا بھی کوئی تصور نہیں۔ میں نے اس موضوع پر کئی دفعہ غور و خوض کیا مگر ہر دفعہ لکھنے سے بچنے کی کوشش کی مگر اسلام اور شرک کی بنیادوں کا بہت حد تک دارومدار اس مسئلہ پر بھی ہے۔ پہلا درجہ مافوق الاسباب ہے۔ ضرر اور نفع کے عقیدے کو حاصل ہے۔ دوسرا درجہ کلی علم غیب کے مسئلے کو دیا گیا ہے۔ اسی مسئلہ سے حاضر ناظر کا عقیدہ اخذ کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے تو صرف اس حد تک کہا ہے کہ انبیاء کی پوری جماعت میں سے صرف ایک خاص تعداد ایسے رسولوں کی ہے جن کو غیوب کے علم سے کافی حد تک نوازا گیا مگر تاویل پسند اور اسلام میں آمیزش کرنے والے لوگوں نے نہ صرف تمام انبیاء کو کائنات کا علیم الغیب عالم الغیب اور غیب دان قرار دے دیا بلکہ ان کے واسطہ سے تمام صحابہ اور صحابیات اور ان کی امتوں کے تمام صالحین اور بزرگوں کو علیم الغیب کا خطاب دے دیا۔ اور پھر خود ہی یہ قیاس آرائی "مستند" قرار دی گئی کہ چونکہ انبیاء اور صالحین کے یہ گروہ کائنات کے علیم الغیب ہیں، نہ صرف زندگی میں بلکہ موت میں اس سے زیادہ علیم الغیب ہیں، لہذا وہ گواہ اور حاضر ناظر بھی ہیں۔ گویا وہ کائنات کے علیم اور

کلیم بھی ہیں۔ سمیع اور بصیر بھی ہیں۔ نصیر اور وکیل بھی ہیں۔ پھر فرض کر لیا گیا کہ جو بزرگ ان صفات کے حامل ہیں وہ ضرور مافوق الاسباب میں بھی کل ضرر اور نفع کے مختار بھی ہیں۔ اس طرح ایک کڑی سے دوسری کڑی جوڑی گئی۔ دوسری طرف علماء اور پیروں کے ایک طبقہ نے ان انبیاء کے علم غیب کا قطعی انکار کر دیا جو ان کو دیا گیا تھا۔ گو وہ کلی نہ تھا مگر جزوی تو ضرور تھا۔ عطائی ضرور تھا۔ گو اس میں یہ تاویل بہت وزنی اور قیمتی ہے کہ ایسا غیبی علم بھی اسی طرح آیا جس طرح عام دین اور اسلام آیا۔ دین اسلام اور علم غیب دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز کا نام ہے۔ انسانی ضروریات کا علم اور بہت سی غیوب کی خبروں کا علم ایک ہی وحی کے ذریعہ سے آیا ہے اور پھر اسی علم کا ایک ایک حصہ دوسرے لوگ قرآن وحدیث کے ذریعہ قیامت تک حاصل کرتے رہیں گے۔ اگر ہم کسی ایک رسول یا کچھ رسولوں کو غیب دان کا لقب دیتے ہیں تو پھر قیامت تک وہ عالم اور پیر، وہ لیڈر اور حکمران بھی غیب دان ہیں جو قرآن وحدیث کا علم اور معلومات رکھتے ہیں۔ لہذا وحی الہی کہہ دینا اور مان لینا ہی کافی ہے۔ اسی میں دین اسلام ہے۔ اسی میں غیب کی خبریں ہیں اسی میں وہ خبریں ہیں جن کا براہ راست مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اسی میں وہ علم ہے۔ جو ایک سربراہ رسول کو دیا گیا ہے جو عام انسانوں کے علم دین سے کہیں بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہ بہت معقول اور درست ہی سہی مگر اس کے اس حصہ کو جس کو غیب کی خبروں سے اور غیوب کے ایک عطائی حصہ سے منسوب کیا گیا ہے جس کا قرآن پاک نے بھی الگ نام سے ذکر کیا ہے۔ اس کو اگر جزوی علم کی حیثیت سے مان لیا جائے تو کونسا پہاڑ زمین پر گر پڑتا ہے؟ وہ کونسا جرم ہو جاتا ہے جس کی سزا جہنم ہے مخالف کی اتنی بات جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو، مان لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے وسعتِ قلبی پیدا ہوتی ہے۔ خاکسار نے مختلف درست کڑیوں کو ملانے کی ایک کوشش کی ہے۔ اگر قبول افتد تو ہے عز و شرف۔

مگر دوسری طرف اس مسئلہ کو شرک کی حدوں تک پہنچا دیا۔ انبیاء اور اولیاء کے کلی غیب کے عقیدے نے آہستہ آہستہ، خدا کی صفات اور اختیارات کا مختار بنا دیا۔ گویا انہوں نے اس چور دروازہ سے شرک کے دروازے کھول دیئے

جن کا کوئی جواز نہیں

کلی غیب داں صرف اللہ تعالیٰ

زیر مطالعہ کتاب میں علم غیب کے مسئلے کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے کوشش کی گئی ہے کہ قرآن پاک اور حدیث کے حوالوں سے ثابت کیا جائے کہ اس علم کی کیا حدود ہیں۔ اسلام نے جس چیز کو ہمارے لئے ضروری قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کائنات کے لئے کلی غیب کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھیں جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے۔ اس کے دعویٰ میں کسی کو شریک نہ کریں۔ دوسرے انبیاء کرام کے علم کو صرف وحی الٰہی کے علم تک محدود رکھیں جیسا کہ تمام انبیاء کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف وہی باتیں جانتے ہیں جن کی ہمارے پاس اطلاع آتی ہے۔ جس چیزوں کی اطلاع ابھی تک نہیں آئی ان کے بارے میں ہم کو کوئی پتہ نہیں۔ رسولوں اور نبیوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ معجزات دکھانا اور پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر وہ ہمارے ذریعہ دکھانا چاہے تو دکھا دیتا ہے اور اگر نہ دکھانا چاہے تو نہیں دکھاتا۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے مستقل کوئی اختیار نہیں دیا کہ ہم اپنی مرضی سے جب چاہیں لوگوں کو معجزہ دکھا دیں۔ تیسرے تمام رسولوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مافوق الاسباب سطح پر کسی کو نقصان پہنچانے یا نفع پہنچانے کے مختار نہیں ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس اختیارات ہیں اور اللہ ہی کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر حال میں نفع نقصان کے کلی اختیارات رکھتا ہے۔ ہم تو صرف وہی نفع پہنچا سکتے ہیں جو ہمارے

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْآ اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ القصص ۸۶
اے رسول تم اس بات سے ناامید تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب اتاری جائے

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ شوریٰ ۵۲
تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہوتا ہے۔

اختیار میں ہے اور وہی نقصان دے سکتے ہیں جن کی طاقت ہمارے پاس ہے۔ اس سے بڑھ کر نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس تحت الاسباب بھی کل اختیارات ہوتے تو ہم کو کبھی کوئی بادشاہ اور صدر، کوئی حکمران اور امام، کوئی سردار اور لیڈر۔ دشمن کی کوئی فوج یا گروہ نقصان نہ پہنچاتا اسی طرح اگر ہم میں ماتحت الاسباب نفع پہنچانے کے اختیارات ہوتے تو ہماری خواہش کے مطابق سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔ ہم اپنے رشتہ داروں تک کو مومن بنا لیتے۔ ہم ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ ہوتے۔ دنیا کی ہر حکمرانی محض ہمارے اختیار سے ہمارے پاس ہوتی۔ لیکن یاد رکھو جتنی تکالیف اور جتنے نقصانات انبیاء کے گروہ کو پہنچائے گئے ان کا کوئی شمار نہیں۔ ذیل میں ہم ان آیات کا ذکر کرتے ہیں جو اس مسئلہ پر ضروری ہیں۔

کل غیب اللہ تعالیٰ جانتا ہے

۱۔ یَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (المائدہ۔ ۱۰۹)

"(قیامت) کے دن اللہ سب رسولوں کو جمع کرکے پوچھے گا کہ تم کو (اللہ کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا تھا تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں بے شک آپ ہی کل غیب جاننے والے ہیں۔"

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ (المومن۔ ۷۸)

"اے رسولؐ۔ تم سے پہلے بہت سے رسول ہم بھیج چکے ہیں۔ ان میں سے بعض کے حالات کی تم کو اطلاع دی جاچکی ہے اور بعض کے حالات نہیں بتائے گئے۔"

۲۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۝ (النمل۔ ۶۵)

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:۔

"اے رسول اعلان کر دو! آسمانوں اور زمین میں کل غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ (قبروں میں دفن) لوگ کب زندہ کئے جائیں گے؟"

۳۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ

(انعام۔ ۵۹)

"اسی کے پاس کل غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسرا کوئی شخص نہیں جانتا وہی ہر خشکی اور تری کو جانتا ہے۔"

۴۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(مجادلہ۔ ۷)

"کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا علم صرف اللہ کو ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں گفتگو ہو اور ان کے پاس چوتھا اللہ نہ ہو۔ یا پانچ آدمیوں کی گفتگو ہو اور ان کے ساتھ چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ ان کے ساتھ ہے۔ پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ اللہ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

۵۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ ۝

(هود۔ ۳۱)

"اور جب قوم نے کہا اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں (کل) غیب کا علم رکھتا ہوں۔ نہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔"

حضرت نوح علیہ السلام پر مشرکوں کی طرف سے الزامات لگائے گئے

تے کہ یا تو تم اس دعوے کو چھوڑ دو کہ میں بشر رسول ہوں یا پھر تم یہ بات کہو کہ میں نوری فرشتہ ہوں اور کل غیب دان ہوں۔ زمین اور آسمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام غیوب جانتا ہوں۔ مشرکین کے نزدیک بشر رسول سے محض نور رسول زیادہ بڑی چیز تھی۔ لیکن آپ نے اس دعویٰ کی سختی سے تردید کردی کہ میں محض نوری فرشتہ ہوں یا میں کل غیب دان ہوں۔ میں تو صرف اتنا علم جانتا ہوں جتنا خدا کی طرف سے آتا ہے۔ آپ کوئی بات پوچھیں۔ میرے پاس ابھی اس بات کی اطلاع نہ آئی ہو تو پھر میں کیا بتاؤں گا۔ میں تو وہی بتا سکتا ہوں جس کی اطلاع آتی رہے گی۔

۶۔ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝

(ھود ۶۹-۷۰)

"ایک دفعہ ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے ابراہیم کو سلام کہا۔ ابراہیم نے بھی کہا کہ تم پر سلام ہو۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا (ان کے کھانے کے لئے) لے آیا۔ مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔ انہوں نے کہا ہرگز نہ ڈرو۔ ہم تو لوط کی قوم (کی تباہی کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔"

۷۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۝ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ

تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ (الکھف ۷۸ تا ۸۲)

"اُس نے کہا" بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا. اب میں تمہیں اُن باتوں

کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے. اس کشتی کا معاملہ یہ ہے
کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے
تھے. میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیونکہ آگے ایک ایسے
بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا. رہا وہ لڑکا تو اس
کے والدین مومن تھے. ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے
ان کو تنگ کرے گا." اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں
کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں. اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے
لئے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا اس
لئے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ
نکال لیں. یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے. میں نے کچھ
اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے. یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن
پر تم صبر نہ کر سکے."

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید علم حاصل کرنے کی خواہش کی تھی لیکن آپ
چونکہ صبر نہ کر سکے لہذا وہ علم جو خضر علیہ السلام کے پاس تھا، حاصل نہ کر سکے. کئی
بار بھول چوک ہوئی. آخر دونوں میں جدائی ہوگئی.

۸. وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ
اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ
اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ
وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

(المائدہ ۱۱۶ تا ۱۱۷)

"(قیامت کے دن) جب اللہ عیسیٰ ابن مریم سے پوچھے گا۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے ساتھ ساتھ مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو؟ وہ جواب دے گا کہ آپ (شرک سے) پاک ہیں میں وہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے تو آپ تو اس کو جانتے ہی ہو۔ آپ میرے دل کی بات کو جانتے ہیں۔ میں آپ کے دل کی بات نہیں جانتا۔ بے شک آپ ہی کل غیب کے جاننے والے ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے تو یہی کہا کہ خدا کے حکم کی پابندی کرو۔ وہی میرا اور وہی تمہارا رب اور بادشاہ ہے۔ جب تک میں ان میں کام کرتا رہا میں ان میں شاہد اور گواہ تھا۔ جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو صرف آپ ہی حاضر ناظر ہیں۔ آپ ہی ہر چیز کے نگران اور گواہ ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا نے کھڑے ہو کر ذیل کے خطبہ کے مطابق فرمایا۔ جس میں آپؐ نے مسلمانوں کو فرقہ بندی اور دنیاوی عیش و غلطاں ... سے بچنے کی تلقین کی:۔

۹۔ اَلَا وَ اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلَا وَ اِنَّهٗ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُقَالُ يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَيُقَالُ لِيْ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ۝

(مسلم شریف)

اے لوگو! اس بات سے خبردار ہو جاؤ۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا۔ خبردار ہو جاؤ، میری امت

کے کچھ لوگ بائیں طرف سے میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کے بارے میں اپنے رب سے کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں۔ مجھے جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کچھ اختیار کیے ہیں۔ اس پر میں وہی جواب دوں گا جو اللہ کا صالح بندہ (حضرت عیسیٰ مسیح) دے چکا ہے کہ جب تک میں ان میں موجود تھا۔ ان کے اعمال کو دیکھتا تھا جب آپ نے مجھے ان لوگوں سے جدا کر دیا تو پھر آپ ہی ان پر حاضر ناظر تھے۔ آپ ہی حقیقت میں ہر چیز پر گواہ شہید اور بصیر ہیں۔ اگر آپ عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ بخش دیں تو آپ خود قادر۔ غالب اور حکیم ہیں۔ مجھے اس کے بعد جواب ملے گا کہ تمہارے بعد یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل پیچھے کو پھر گئے تھے (یعنی مشرک ہو گئے تھے)

مذکورہ حدیث میں حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی طرح حضورؐ نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے کہ اگر میری امت کے لوگوں نے مجھے رب اور معبود بنایا تو میں بھی خدا کی بارگاہ میں کہہ دوں گا کہ جن لوگوں نے مجھے فوق الاسباب میں ضار اور نافع بنایا تھا اور اس مقصد کے لئے جو مجھ سے مرادیں مانگتے تھے۔ حاجت روا جانتے تھے۔ مجھے نفع نقصان کا مختار تسلیم کرتے تھے تو میں اس کا جواب دے دوں گا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔ کسی نبی اور رسول کسی عالم اور پیر، کسی بادشاہ اور صدر، کسی حاکم اور لیڈر، یا کسی اور کو خدا بنانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو ان کو مافوق الاسباب میں نافع اور ضار سمجھے۔ اپنی ضروریات اور مشکلات میں پکارے۔ دوسرے یہ کہ رسول اور نبی کو چھوڑ کر باقی لوگوں کے وہ احکام اور قانون دل و جان سے مانے جو اسلام کے احکام کے مقابلہ پر بنائے گئے ہوں۔ وہ احکام چاہے فوجداری ہوں یا وراثتی، چاہے انسانی رشتوں۔ انسانی ضروریات کی چیزوں یا جانوروں کے حلال و حرام کے بارے میں ہوں۔ چاہے وہ خود ایسا قانون بنائیں یا اس پر عمل کریں دونوں صورتوں میں وہ رب اور معبود ہیں۔ اگر چہ وہ رب اور معبود نہ کہلائیں اور نہ

لوگ ان کو ان ناموں سے پکاریں۔ لیکن اسلام کی اصطلاح میں وہ رب اور معبود اله اور خدا ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس رائے سے اختلاف رکھتا ہے تو وہ بتائے کہ اسلام نے رب اور معبود، اله اور خدا ہونے یا کرنے کے لئے کن صفات اور اختیارات کو لازم کیا ہے ؟ اگر ہمارا جواب معقولیت پر مبنی نہیں تو کم از کم خود ایسا جواب دیا جائے جو اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ اگر آپ کا جواب یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو سجدہ کرنا ہی ان کو رب اور اله، معبود اور خدا بنانے کے مترادف اور برابر ہے۔ لیکن یہ محض صرف یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان کی مرادیں پوری ہوں۔ سجدہ منزل اور نتیجہ نہیں بلکہ مقصد حاصل کرنے کا اسی طرح ذریعہ ہے جس طرح انبیاء کے نام کی نذریں اور چڑھاوے دیئے جاتے ہیں یا ان کے نام کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ یہ چیزیں صرف منزل اور نتیجہ کے لئے راستہ ہیں۔ خود منزل نہیں ہے۔

۱۰. وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلٰى مُوْسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّآ أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(القصص. ۴۴ تا ۴۶)

(اے نبی، تم اُس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو یہ فرمانِ شریعت عطا کیا، اور اور نہ تم شاہدین میں شامل تھے۔ بلکہ اس کے بعد (تمہارے زمانے تک) ہم بہت سی نسلیں اٹھا چکے ہیں اور ان پر بہت زمانہ گزر چکا ہے۔ تم اہلِ مدین کے درمیان بھی موجود نہ تھے کہ ان کو ہماری آیات سنا رہے ہوتے۔ مگر (اس وقت کی یہ خبریں) بھیجنے والے ہم ہیں۔ اور تم طور کے دامن میں بھی

اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو پہلی مرتبہ) پکارا تھا، مگر یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جا رہی ہیں) تاکہ تم اُن لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔"

۱۱۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (لقمان۔ ۳۴)

"بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے۔ ماؤں کے پیٹوں میں پرورش پانے والی چیزوں کو جانتا ہے۔ کوئی فرد بشر یہ بات نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

۱۲۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ... قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف۔ ۱۸۷-۱۸۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"اے رسول، یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کا دن کب برپا ہوگا؟ ان کو بتا دو کہ اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے۔

(اے رسول) ان میں اعلان کر دو کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع و نقصان کا مختار نہیں ہوں۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اگر مجھے تمام غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو صرف خبر دینے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں صرف ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔

۱۳۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ

اِنِّی مَلَکٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ (انعام ۔ ۵۰)

وَ عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ (انعام ۔ ۵۹)

"اے رسول۔ اعلان کر دو کہ میرے پاس خدا کے خزانے نہیں ہیں اور نہ میں (کلی) غیب جانتا ہوں۔ اور نہ میں یہ بات کہتا ہوں کہ میں حقیقت میں فرشتہ (یعنی نور) ہوں۔ میں تو اسی حکم کی پابندی کرتا ہوں جو خدا کی طرف سے آجاتا ہے۔"

"میرے پاس غیب کی کنجیاں بھی نہیں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ (ہر جگہ) خشکی اور تری میں کیا کچھ ہے۔ کسی پتا کا گرنا یا کسی چیز کا زمین سے اگنا۔ کسی چیز کا تر یا خشک ہونا بھی کلی طور پر خدا ہی جانتا ہے۔"

عیسیٰ مسیح ابن مریم ایک رسول کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان کی طرح کے پہلے بھی (بشر) رسول گزر چکے ہیں۔ ان کی ماں ایک صدیقہ اور سچی عورت تھی۔ دونوں ہی کھانا کھاتے تھے۔ ہم ان کے سامنے راہ راست کی نشانیاں اور دلائل پیش کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ لوگ الٹے ہی پھرے جاتے ہیں (اے رسول) ان کو سمجھا دو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر (عیسیٰ مسیح کی) عبادت کرتے ہو جو خود تمہارے لئے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا؟ حالانکہ سب کچھ جاننے والے (مریمؑ، عیسیٰ مسیحؑ نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ (اے رسول) ان اہل کتاب عیسائیوں اور یہودیوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے دین میں افراط و تفریط اور کمی بیشی نہ کریں تم ان لوگوں کے نظریات پر عمل نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ اور مشرک ہو چکے ہیں۔ (المائدہ ۷۵ تا ۷۷)

ان آیات میں تین باتوں کا صراحت اور وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ سب کچھ سننے والے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی کائنات کا علیم اور خبیر ہے۔ دوسرے یہ انبیاء اور اولیاء مافوق الاسباب

ہیں تمہارے مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہیں۔ یہ نفع دینے اور نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ دنیا میں جو لوگ انبیاء اور اولیاء کے نام کی نذریں دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ جو لوگ ان کے نام کے بتوں اور ان کی طرف منسوب قبروں کو سجدے کرتے ہیں وہ محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ان کو نفع پہنچائیں اور نقصان سے بچائیں۔ اصل چیز نفع نقصان کا عقیدہ ہے جس کی خاطر دوسری عبادات کی جاتی ہیں۔ ان آیات میں حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت مریمؑ صدیقہ کو رب اور خدا اس بنیاد پر کہا گیا ہے کہ ان کے پیروکار بہت سے عیسائی ان کو مافوق الاسباب میں۔ ضار اور نافع سمجھتے تھے۔ ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ ان کو مشکل کشا اور حاجت روا جانتے تھے۔ اس غرض کے لئے ان کی خوشی اور رضا کو پیش نظر رکھ کر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ نذریں مانتے تھے۔ دنیا کی ہر مالی چیز ان کے نام تقسیم کرتے تھے۔ جانوروں کی قربانیاں دیتے تھے۔ غلے اور پھل منسوب کرتے تھے۔ ان کو نفع اور نقصان کا مختار سمجھنا ہی رب اور معبود بنانا ہے۔ ان کے اس فعل کو قرآن کی ان آیات میں عبادت کہا گیا ہے جبکہ عبادت خدا کے سوا کسی کے لئے جائز اور حلال نہیں۔ یہ صرف خدا کا ہی حق ہے کہ اس کو نفع نقصان کا کلی مختار اور مالک مانا جائے۔ انسان یا دوسرے جو نفع اور نقصان ایک دوسرے کو پہنچا سکتے ہیں وہ ماتحت الاسباب ہے۔

حدیث کے حوالوں سے کلی غیب کی نفی

جناب عائشہؓ صدیقہ کا قول :۔

۱۴۔ من زعم انّه یخبر ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما یکون فی غد فقد اعظم علی اللّٰہ الفریۃ واللّٰہ یقول قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الّا اللّٰہ۔

(بخاری۔ ترمذی۔ نسائی۔ احمد۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

"جس نے یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کیا ہونے والا ہے جانتے ہیں اس نے اللہ پر سخت جھوٹ کا الزام لگایا کیونکہ

اللہ تو فرماتا ہے اے نبی تم کہہ دو کہ غیب کا سب علم اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔"

ابن المنذرؒ عبد اللہ بن عباسؓ کے مشہور شاگرد عکرمہؒ سے روایت ہے:۔

ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا ؐ اے محمدؐ قیامت کب آئے گی؟ اور ہمارے علاقہ میں قحط برپا ہے، بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کمایا ہے کل میں کیا کماؤں گا؟ اور یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں۔ مروں گا کہاں؟ اس پر حضورؐ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی:۔

۱۵۔ "قیامت کی گھڑی کا علم اللہ کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے۔ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی۔ اللہ ہی تمام علیم اور خبیر ہے۔"

پھر بخاری اور مسلم اور دوسری کتب حدیث کی وہ مشہور روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ:۔

۱۶۔ ایک دفعہ صحابہ کی میٹنگ میں حضرت جبرائیلؑ نے انسانی شکل میں آکر حضورؐ سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے جواب دیا: ما المسئول عنہا یا علم من السائل۔ یعنی جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔ پھر فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر حضورؐ نے وہی آیت دہرائی جو سورہ لقمان میں ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک دفعہ معراج کی رات جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ جہنم کی قینچیوں سے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ آپؐ نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جناب جبرائیل نے فرمایا کہ جناب یہ آپ کی امت کے وہ مسلمان مقررین یعنی اسلام کا دعویٰ کرنے والے بادشاہ۔ حاکم۔ لیڈر۔ قاضی۔ عالم اور پیر ہیں جو عوام کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ اللہ کی کتاب پڑھتے

Marfat.com

ہیں مگر اس سے عقل اور فکر حاصل نہیں کرتے۔ (بیہقی حدیث)

۱۷۔ حضور نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جن کو ہر وقت اللہ جانتا ہے۔ پیٹوں کا گھٹنا بڑھنا۔ ایک بچہ ہے۔ دو بچے ہیں۔ ادھورا ہے یا پورا ہے۔ مینہ کب برسے گا۔ جاندار کس سرزمین میں مرے گا۔ قیامت کب ہوگی۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جو کوئی یہ کہے کہ محمدؐ غیب کے تمام امور جانتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو تمام غیب حاصل نہیں۔ (بخاری)

۱۸۔ ایک مجلس میں حضور تشریف فرما تھے۔ چند بچیوں میں سے ایک بچی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے جو آنے والے کل کی ہر بات جانتا ہے تو اس بات پر حضور نے بچی کو منع کرتے ہوئے کہا کہ اس بات کو چھوڑ دو۔ دوسرے اشعار پڑھو۔ (حدیث)

عام لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ رسول اور نبی جو باتیں لوگوں کو بتا رہا ہے وہ اور تو کوئی جانتا نہیں۔ پچھلے دور اور آنے والے دور حتیٰ کہ قیامت میں آنے والے بہت سے معاملات کے بارے میں اطلاعات دے رہا ہے۔ اس بچی نے یہ سمجھا کہ یہ نبی آنے والے زمانہ کی ہر بات جانتا ہے۔ لیکن ہر بات کو جاننے والا صرف خدا ہے۔ کل غیب وہی جانتا ہے جو وحی کے ذریعہ آتے رہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ اللہ نے غیب کا تمام علم نبی کو دے دیا ہو یا نبی نے ہی علم غیب کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ تمام غیب اور تمام کان مایکون کے علم کا خدا کو ہی حامل بتایا ہے۔ بعض لوگ ہر روز کے ان مسائل سے تنگ آکر کہتے ہیں کہ رسولوں اور نبیوں اور اولیا۔ اللہ کے علم کے بارے میں ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم بحث کریں؟ اللہ نے جتنا چاہا دے دیا۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ امت کو ایسے مسائل میں پھنسانا نہیں چاہیئے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ شرک کرنے اور کرانے والے علماء اور پیر سردار اور لیڈر، رسولوں، نبیوں اور اولیا۔ اللہ کی کل غیب دانی بتا کر عوام اور خواص کو دین شرک کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ چونکہ وہ زندگی اور موت

دونوں صورتوں میں کلی طور پر علیم اور خبیر، سمیع اور بصیر ہیں۔ لہٰذا وہ تمہاری ہر بات دور و نزدیک سے سنتے ہیں۔ وہ ہر جگہ سے کلی غیب داں ہیں۔ ہر حالت میں غیب داں ہیں۔ اس لئے ان کے نام کی نذریں اور ذبیحے جائز ہیں۔ ہر آسانی اور مشکل میں حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ اسی عقیدہ کو ختم کرنے کے لئے ہر زمانہ میں رسولوں، نبیوں اور اولیاء اللہ نے ان غلط صفات کی تردید کی ہے۔ اور اسی مجبوری کی وجہ سے ہم کو اصل صورت حال کی وضاحت کرنی پڑتی ہے۔ قرآن میں رسولوں اور نبیوں نے بار بار اس باطل عقیدہ کی مذمت کی ہے۔

اگر آپ میرے جواب کو اطمینان بخش قرار نہیں دیتے تو پھر بتایا جائے کہ آخر شرک کس چیز اور کس کام کا نام ہے؟ اگر آپ کا جواب یہ ہو کہ کسی رسول یا کسی بزرگ کو زندگی میں یا موت کی صورت میں قبر کو سجدہ کرنا شرک ہے تو پھر بتایا جائے کہ کیا سجدہ بذاتِ خود مقصود و مطلوب ہے یا سجدہ کر کے اس سے کوئی نفع حاصل کرنا یا کسی نقصان سے بچنے کے لئے اس کو راضی کرنا مقصود ہے؟ محض سجدہ تو کوئی چیز اور کوئی مقصد نہیں بلکہ مقصد اور مطلب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اگر ہم مسلمان سجدہ کرتے ہیں یا اس کے حکم پر نماز پڑھتے ہیں تو وہ اس لئے کہ وہ نفع نقصان کا مستقل مختار ہے۔ ہم دنیا میں بھلائی اور خوشحالی، تندرستی اور صحت یابی اور دیگر ضروریات کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ یا آخرت کے لئے ایسا کیا جاتا ہے تاکہ وہ راضی ہو کر اپنے انعامات عطا فرمائے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کون اللہ کو سجدہ کرے گا؟ حقیقت میں اس کے جس حکم کی اطاعت کی جاتی ہے وہ صرف نفع نقصان کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ اس لئے سجدہ بذاتِ خود منزل اور نتیجہ نہیں بلکہ منزل اور نتیجہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور وہ نفع نقصان کا نظریہ ہے۔ اگر ہم ان احکام کی اطاعت نہیں کرینگے تو پھر اچھے نتیجہ تک نہ پہنچ سکیں گے بلکہ بُرے نتیجہ تک پہنچ کر عذاب الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہ سجدہ تو اسی طرح ایک ذریعہ ہے جس طرح نذر، نیاز، قربانیاں اور چڑھاوا ہے۔ یہ بھی خود منزل اور نتیجہ نہیں بلکہ نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے رسولوں اور بزرگوں کے نام تقرب کے ذرائع اور وسائل ہیں۔

۱۹۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا
أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ۝

(ص ۶۹ تا ۷۱)

اے رسولؐ! ان لوگوں میں اعلان کردو:

"مجھے تو اس وقت کا کوئی علم نہیں جب ملاء اعلیٰ میں تکرار ہو رہا تھا، یہ خبریں مجھے تو صرف وحی کے ذریعہ سے بتائی جاتی ہیں، میرا مقصد (غیب دانی نہیں) بلکہ لوگوں کو (اسلام سے) خبردار کرنا ہے۔ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں"۔

حضرت آدمؑ سے اجتہادی لغزش ہوئی کہ وہ بھول کر حکم کے باوجود درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ حضرت نوحؑ نے اپنے مشرک بیٹے کے حق میں غرقابی سے بچنے کے سلسلہ میں دعا کی لیکن نہ بچایا گیا۔ حضرت موسیٰؑ حکم کے باوجود حضرت خضرؑ کی باتوں پر صبر نہ کر سکے۔ بھول چوک ہوئی۔ اور اس وجہ سے ان کا قیمتی علم نہ سیکھ سکے بھول سے آل فرعون کے ایک آدمی کو مکہ مارا اور وہ مر گیا۔ جس پر اللہ سے معافی مانگی معافی دے دی گئی۔ حضرت داؤدؑ نے ایک فوجی کی بیوی سے اپنے دور کے رواج کے مطابق طلاق اور نکاح کا پروگرام بنایا تو بھول کی غلطی کو محسوس کیا۔ اللہ نے معاف کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے بھول کر اپنے نالائق بیٹے حجام کو سربراہ حکومت بنانے کا خیال کر لیا۔ کچھ دیر بعد سوچا کہ اسلام میں ایسا آدمی سربراہ نہیں ہو سکتا اپنے خیال سے توبہ کر لی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی رضا اور خوشی کی وجہ سے شہد کو بھول کر اپنی ذات پر حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی آپؐ نے اپنی خواہش واپس لے لی۔ اگر کل غیب دان ہوتے تو نہ کبھی زندگی میں بھول ہو سکتی ہے اور نہ اجتہادی لغزش کا امکان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جتنا غیب دیا تھا بس اتنے کے وہ غیب دان تھے۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ انبیاء کو جو علم دیا گیا ہے وہ سارے کا سارا لوگوں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ جس غیب کا قرآن میں ذکر ہے ان خبروں اور واقعات کو غیب کی خبریں کہا گیا ہے

Marfat.com

ان میں سے کچھ خبریں قرآن اور حدیث کے ذریعہ عام انسانوں تک پہنچ چکی ہیں اور مسلسل پہنچ رہی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح تو کچھ نہ کچھ غیب دان ہر وہ شخص اور ہر وہ عورت بھی ہے جو قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتی ہے لہذا یہ خاص نہ رہا برائے اطلاع ہے۔ لیکن ایسے دوستوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جن انبیاء اور رسل کو غیب کی خبروں اور واقعات سے مطلع کیا گیا ہے۔ وہ کلی خبریں اور واقعات نہ لوگوں کو بتائے گئے ہیں اور نہ ان کا تعلق انسانوں سے متعلقہ دین و نظام سے ہے۔ کوئی سربراہ ہو۔ عقل اور فہم کا تقاضا ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ معلومات کا حامل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء بہت زیادہ علم سے واقف تھے۔ اس علم کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔

ایک حدیث کی صحیح تشریح

۶- اللّٰہُ یُعْطِیْ وَ اَنَا قَاسِمٌ (حدیث)

"اللہ مجھے عنایت کرتا ہے اور میں اس کو تقسیم کرنے والا ہوں"

بعض ظالم عالموں اور مشرک پیروں نے اس حدیث کو قطعی طور پر یہ سمجھا ہے کہ حضورؐ زندگی میں بھی مستقل اور کلی اختیارات کے ساتھ کائنات کے کلی علیم اور حکیم، ضار اور نافع۔ کلی بصیر اور نصیر تھے۔ کلی سمیع اور خبیر تھے۔ وفات کے بعد بھی آپؐ کی وہی حیثیت ہے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے کلی اختیارات سونپ دیئے ہیں۔ آپؐ کے ایسے پیروکاروں نے یہاں تک اعلان کر دیا ہے کہ حضورؐ لڑکے لڑکیاں بھی دیتے ہیں۔ لوگوں کو ہر قسم کا نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں۔ مشکلات میں کام آتے ہیں۔ ہر قسم کی حاجات پوری کرتے ہیں۔

حالانکہ اس حدیث کا جو صحیح اور سچے عالموں اور بزرگوں نے مطلب لیا ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ کے پاس خدا سے وحی آتی تھی آپؐ لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔ دوسرے آپؐ کے پاس مالِ غنیمت، مالِ فے اور دیگر قسم کا مال و دولت آتا تھا آپؐ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ افسوس کا مقام ہے کہ جس طرح عرب کے

مشرکین نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ، حضرت ھبلؔ اور یعلؔ، حضرت لاتؔ اور حضرت مناتؔ کے بارے میں یہ سمجھا تھا کہ ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عشتارؔ، حضرت بعلؔ اور حضرت عزیرؑ کو کلی اختیارات کا مختار سمجھا تھا اسی وجہ سے وہ ان سے مرادیں طلب کرتے تھے۔ عیسائیوں کے ایک گروہ نے بھی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو خدائی اختیارات کا کلی مختار بنایا ہوا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے رسولؐ اور باقی بزرگوں کو خدائی اختیارات کا مختار بنایا ہوا ہے وہ اس حدیث کو انہی اختیارات کی ایک سند قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث کو پھر اس مفہوم میں شامل کر لیا ہے کہ حضورؐ نے یہ اختیارات تمام بزرگوں کے حوالے کر دیئے ہیں۔ اب وہ سب جگہ ان کا استعمال کر رہے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ حدیث کو اپنے مفہوم اور مطلب سے ہٹا کر دوسرے مفہوم اور مطلب کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔

بھول جانا کلی غیب دان کا کام نہیں

۱۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ٥

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ (طٰہٰ - ۱۱۵)

ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم صمیم نہ پایا۔

۲۔ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ٥ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ٥ (کہف - ۶۰)

جب موسیٰؑ نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ میں مجمع البحرین تک ضرور پہنچوں گا۔ یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملاپ کے پاس پہنچ جاؤں یا پھر برسوں تک چلتا رہوں۔ جب دونوں ملاپ کی جگہ پر پہنچے تو دونوں ہی اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ وہ خشکی سے دریا میں چل گئی۔

۳۔ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ
رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کہا: (کہف ۲۲۔۲۳)
"دیکھو آئندہ کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل فلاں کام
کر دوں گا (تم کچھ نہیں کر سکتے) الا یہ کہ اللہ ہی چاہے۔ اگر بھول کر
ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو۔ اور کہو امید

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اعتکف العشر الاول من۔ فقد اریت هذه لیلة ثم انسیتها
وقد رایتنی اسجد فی ماء وطین من صبیحتها فالتمسوها
فی العشر الاواخر والتمسوها فی کل (رواۃ الخدری مسلم)

حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے لیلۃ القدر دیکھی پھر بھلا دی گئی اس وقت حضورؐ پانی اور مٹی والی جگہ پر
سجدہ کر رہے تھے پس حضور نے فرمایا اس وقت کو آخری عشرہ (ماہ رمضان)
میں اور طاق والی رات میں تلاش کرو۔

ہے کہ میرا رب اس معاملہ میں ہدایت کے قریب تر بات کی طرف میری
رہنمائی فرما دے گا۔"

اس حکم کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کے چند مشرکین نے حضورؐ سے اصحاب
کہف، حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کا واقعہ، حضرت ذوالقرنین کا خصوصی واقعہ
پوچھا تھا۔ حضورؐ نے ان کو یہ جواب دیا تھا کہ کل بتا دیا جائے گا۔ آپؐ کو ایک
تو انشاء اللہ کہنا یاد نہ رہا۔ دوسرے جب کل آیا تو نہ تو حکم جبرئیل فرشتے کر
آیا اور نہ پردے پیچھے ہی اللہ تعالیٰ نے کوئی کلام کیا اور نہ دل میں ہی کوئی القا آیا۔
جب مشرکین آئے تو انہوں نے پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ابھی تک کوئی پیغام نہیں آیا۔ جب تک ادھر سے کوئی اطلاع نہیں آتی

قت تک تم کو جواب نہیں دیا جا سکتا. انتظار کرو. میں بھی وحی کا انتظار کر رہا ہوں
دیہ بات پہلے ہی روز کہہ دی جاتی تو زیادہ بہتر تھا. ایک رسول اور نبی کے پاس
ی نبوت اور رسالت کی صداقت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں. اللہ
ا ہر رسول وحی آجانے پر ہی حالات سے آگاہ کرتا ہے اور ان کے رسول ہونے
ی یہ سب سے بڑی نشانی ہے. جب کئی دن کے بعد سورہ کہف نازل ہوئی تو
پھر مشرکین کو یہ تینوں واقعات تفصیل سے بتائے گئے. اس سے یہ بھی ثابت ہوا
کہ کوئی رسول بھی پہلے سے کلی غیب دان نہیں اور نہ آخر تک کائنات کے تمام
علوم بتائے جاتے ہیں. لیکن یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جوں جوں وحی آتی
جاتی ہے توں توں علم کا ذخیرہ بڑھتا جاتا ہے.

ھُد ھُد نے کوئی بے ادبی نہیں کی

۴. وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ ۝ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝
فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ
بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۝ (نمل ۔ ۲۰ ۔ ۲۲)

"(ایک موقع پر) سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا کیا بات
ہے کہ میں فلاں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ کہیں غائب
ہو گیا ہے؟ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے آکر کہا "میں نے
وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں. میں ملک
سبا کے متعلق یقینی اطلاع لایا ہوں"

اس آیت میں ھدھد کی گفتگو کو بعض لوگوں نے بے ادبی پر محمول
کیا ہے جبکہ حضرت سلیمانؑ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا. بلکہ
حقیقت حال کے لئے مزید حکم دیا.

۵. حضورؐ نے سردار حارث سے شکایت کی کہ کیا آپ کے قبیلے کے لوگوں
نے ولید کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے اور قتل کا ارادہ کیا ہے؟ تو جناب حارث
نے فرمایا. خدا کی قسم ہم نے تو ولید کو دیکھا تک نہیں. زکوٰۃ سے انکار اور قتل

کرنا تو دور کی بات ہے۔ ہم اپنے ایمان پر قائم ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہم کو کوئی انکار نہیں۔ (حدیث)

کسی وقت خدا کے حکم سے ایک نبی کے سامنے بہت سے واقعات روز روشن کی طرح ہوتے ہیں۔ زمین کے پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ واقعات کے درمیان پردے حائل کر دیئے جاتے ہیں۔ مزید وحی الٰہی کے بغیر حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ نبی کے نبی ہونے کا یہی ایک بہت بڑا کمال ہے کہ وہ وحی آجانے پر لوگوں کو حالات سے مطلع کرتے ہیں اور جب وحی نہیں آتی تو آپ وحی آجانے کا انتظار فرماتے ہیں اور لوگوں کو بھی انتظار کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی پہلے سے کسی غیب پر مطلع نہیں ہوتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ آپ سے آپ عالم الغیب ہے۔ نبی تو صرف اسی غیب کا جاننے والا ہوتا ہے جو اس کے پاس پہلے سے آچکا ہے یا معجزہ کے طور پر اس کو بھیج دیا گیا ہے۔ رسول اور نبی کو عمر بھر تک وحی کے ذریعہ علم دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کائنات کے بہت سے گوشے اور پہلو ایسے ہوتے ہیں جن کے علم کی نہ انبیاء کو ضرورت ہے اور نہ عام انسانوں کو ضرورت ہے۔ پھر تمام انبیاء اور اولیاء کے لئے بھی موت کا دروازہ کھلا ہے۔ موت کے بعد وہ لوگ برزخ اور پردہ کے پیچھے چلے جاتے ہیں اس دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ اپنے رب کے پاس انعام و اکرام حاصل کرتے ہیں۔ علیین ان کا مقام بن جاتا ہے۔ جہاں ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو بغیر جانے بوجھے نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر شرمندگی ہو۔" (الحجرات ۴)

اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ جب مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ نے ولید بن عقبہ کو اس قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ صاحب جب ان کے علاقہ میں پہنچے تو کسی وجہ سے ڈر گئے۔ قبیلہ کے کسی آدمی سے کوئی ملاقات نہ کی۔ مدینہ میں آکر حضور سے شکایت کی کہ قبیلہ کے لوگوں نے

زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ وہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضورؐ نے یہ خبر سنی تو سخت ناراض ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے مسلم فوج کے ایک دستہ کو جنگ کے لئے روانہ کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ کہ آپ روانہ کرنے والے تھے کہ اسی دوران اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار جو اُم المسلمین حضرت جویریہؓ کے والد صاحب تھے وہ ایک وفد لے کر مدینہ میں تشریف لے آئے۔ حقیقت حال پوری طرح واضح کر دی۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں بھول کر چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھائی۔ نماز کے کچھ دیر بعد ایک آدمی نے جناب ابوبکرؓ جناب عمرؓ سے باری باری کہا کہ حضورؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے۔ انہوں نے خاموش رہنے کے لئے کہا لیکن صحابی نے اصرار کے ساتھ حضورؐ سے کہا کہ آج آپ نے چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھائی ہے کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہ میں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں سے پوچھا کیا یہ صحابی صحیح بات کہتا ہے۔ دونوں نے کہا کہ حضورؐ بالکل صحیح بات کہتا ہے۔ آپؐ نے دوبارہ چار رکعت نماز پڑھائی۔ (حدیث)

غیوب انبیاء کی اصل حیثیت

چونکہ قرآن پاک کے حوالے سے یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے گروہ میں سے کچھ انبیاء کو غیب کے علم کا ایک حصہ عنایت فرمایا ہے اور ان کو وہ علم تک دیا گیا ہے جس کی عام انسانوں تک کو ضرورت نہیں ہے علم کے دو حصے ہیں ایک وہ علم "یوم الدین" سے متعلق ہے وہ پورے کا پورا انسانوں کو پہنچا دیا گیا ہے "معاد" کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کا تعلق رسول کی اپنی ذات سے متعلق ہے۔ معلومات اور انکشافات سے واسطہ ہے۔ یہ بات ضروری بھی ہے اور لازمی بھی ہے کہ ایک سچے لیڈر اور رہنما کے پاس عام انسانوں کے علم سے زائد علم ہو جب ہم ایک کمانڈر کے علم کو دوسرے فوجیوں کے علم سے زائد سمجھنے کو ضروری

سمجھتے ہیں تو پھر عام انسانوں کو ہدایات اور احکامات کی تعلیم دینے والوں کے بارے میں بھی یہ خیال مضبوط کر لینا چاہئیے کہ ان کے پاس زائد علم ہو۔ علم کے اس حصّہ کے بارے میں ذیل میں کچھ مستند حوالے دیئے جاتے ہیں تاکہ علم کے اس حصّہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اسلام صرف اسی عشق اور محبت کی اجازت دیتا ہے جو عقل اور فکر کے ساتھ ہو۔ جو سند اور معیار کے مطابق ہو۔ اسلام اس محبت اور عشق کا دشمن ہے جو اسلام کے اصولوں کے خلاف ہو۔

۱۔ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ؀ (انعام۔ ۷۵)

"اس طرح ابراہیم کو ہم نے زمین اور آسمانوں کا نظامِ حکومت دکھایا تھا۔ وہ اس لئے دکھایا تھا کہ وہ پختہ یقین کرنے والا ہو جائے۔"

۲۔ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران۔ ۴۹)

حضرت عیسیٰ مسیحؑ نے فرمایا:

"میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں۔ اس کے حکم اور اذن سے مُردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تم کو اللہ کے اذن سے یہ بات بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔"

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:۔

۳۔ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یوسف۔ ۸۶)

"میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا:

۴۔ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَ اللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا عَلِمْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ (بخاری۔ باب الصدقہ)

"اے محمدؐ کی قوم! خدا کی قسم اگر تم کو وہ باتیں معلوم ہوتیں جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔"

۵۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ (یوسف۔۱۰۲)

"اے رسول۔ یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف بھیج رہے ہیں ورنہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔ جب یوسف کے بھائیوں نے آپس میں اتفاق کرکے سازش کی تھی۔"

۶۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔ (ھود۔۴۹)

"اے رسول۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیج رہے ہیں اس سے پہلے نہ تم خود جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم۔"

۷۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ۔

"اے رسول۔ یہ غیب کی خبریں جو ہم تمہاری طرف بھیج رہے ہیں تم اس وقت موجود نہ تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ مریم کا سرپرست کون ہو، وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے۔"

۸۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝

وہ یعنی رسول، غیب کی آئی ہوئی بات کے نہ بتانے پر بخیل نہیں۔

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ غیب کی جو چیز اور جو واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے میرا رسول اس کو پورے کا پورا لوگوں تک پہنچا دیتا ہے وہ ایسا بخیل نہیں کہ اس کو کوئی خبر دی جائے اور وہ لوگوں تک نہ پہنچائے۔ اسی آیت نے مزید وضاحت کردی ہے کہ جس رسول کو غیب کی خبروں اور واقعات کے بارے میں اطلاعات دی گئی ہیں اس نے ان کو اپنی امت تک آگے پہنچایا ہے۔ گویا غیب کی خبر اور دیگر علوم کی خبروں اور اطلاعات کے بارے میں کوئی فرق نہیں۔ ہر قسم کا جو علم آیا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ ان غیب کی خبروں کو علم غیب قرار دیا جائے تو اس کے دو نقصان ہوں گے۔ ایک یہ کہ خدا کی صفت غیب میں برابری ہوگی دوسرے قیامت تک وہ لوگ بھی تھوڑے غیب دان سمجھے جائیں گے جو اسلام کا تھوڑا بہت علم حاصل کریں۔

۹۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ (آل عمران۔۱۷۹)

"اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ غیب کی خبروں پر مطلع کرے مگر اپنے رسولوں اور نبیوں میں سے جس پر چاہتا ہے مطلع کرتا ہے۔"

۱۰۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (الجن۔۲۶-۲۷)

"وہی کلی عالم غیب ہے۔ وہ اپنی غیب کی خبروں پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ مگر اس رسول کے لئے جسے اس نے (غیب کی خبروں کا علم دینے کے لئے) پسند کر لیا ہو۔ وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ لگا دیتا ہے۔"

چونکہ اللہ کی صفات لامحدود ہیں۔ پوری کائنات کے بارے میں ہیں جیسا کہ اللہ بھی سنتا ہے اور بندے بھی سنتے ہیں۔ مگر اللہ پوری کائنات کی باتیں سنتا ہے اور بندے صرف ایک حد تک سنتے ہیں۔ اس سے آگے انہیں کوئی علم نہیں۔ جس طرح خدا بھی دیکھتا ہے اور بندے بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن خدا کی نظر لامحدود ہے اور بندوں کی نظر صرف ایک حد تک ہے۔ اس سے آگے نہیں۔ اس طرح خدا بھی غیب دان اور علیم ہے اور اس کے بعض رسول بھی علیم اور غیب دان ہیں۔ لیکن خدا پوری کائنات کا ہر وقت علیم اور غیب دان ہے۔ مگر بعض رسول صرف اتنے ہی غیب دان اور علیم ہیں جس حد تک ان کو خبریں دی گئی ہیں جس قدر ان کو علم سے نوازا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لامحدود غیب دان اور علیم ہے۔ اس کے بعض رسول صرف ایک حد تک علیم اور غیب دان ہیں۔ ان کا غیب کلی نہیں بلکہ غیب کی کچھ خبروں کا حصہ ہے۔ اللہ بھی حلیم ہے اور اس کے خالص بندے بھی حلیم ہیں، لیکن اللہ لامحدود اور مافوق الاسباب حلیم ہے جبکہ خالص بندے ایک حد تک۔ اور پھر صرف زندگی میں حلیم ہیں۔ اس طرح اللہ بھی نصیر اور ناصر ہے۔ لیکن

اس کے بندے بھی نصیر اور ناصر ہیں. لیکن اللہ تعالیٰ لامحدود اور مافوق الاسباب نصیر اور ناصر ہے جبکہ جن اور انسان اور دیگر مخلوقات صرف ماتحت الاسباب اور صرف زندگی میں نصیر اور ناصر ہیں. وہ بھی اس حد تک جس حد تک ان کے پاس مدد کرنے اور کرانے کی طاقت اور اختیار ہے. اللہ بھی نافع اور ضار ہے. لیکن اس کے انبیاء اور اولیاء، جن اور دیگر انسان بھی اپنی اپنی زندگی میں ماتحت الاسباب ضار اور نافع ہیں. لیکن اللہ تعالیٰ لامحدود اور مافوق الاسباب اور مستقل طور پر ہمیشہ اور ہر وقت کے لئے ضار اور نافع ہے. جبکہ اس کے انبیاء اور اولیاء، اور دیگر انسان اور مخلوقات صرف اپنی زندگی میں ایک خاص حد تک نافع اور ضار ہیں. اس سے زیادہ کے اختیارات ان کے پاس نہیں. وہ بھی اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ چھین لے یا روک دے تو کوئی دوسرے کو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان دے سکتا ہے. فوت ہونے اور انتقال فرما جانے کے بعد یہ اختیارات بھی ختم ہو جاتے ہیں. اس کے بعد کوئی رسول اور نبی، کوئی ولی اور بزرگ، کوئی جن اور انسان اور کوئی دوسری مخلوق نہ کسی کو نفع پہنچا سکتی ہے اور نقصان دے سکتی ہے. زندگی میں انبیاء، اور اولیاء نے لوگوں کو اسلام سکھایا. جنت کے قابل بنایا. عذابِ برزخ اور عذاب جہنم سے بچایا. انسانی فلاح و بہبود کے لاکھوں کام کئے. اور جنگوں میں مشرکوں اور بدعتیوں کو ایک حد تک نقصان پہنچایا. ان سے نظام حکومت چھینا. صالحین کو اللہ ارسو نہ اس طرح اپنی زندگی میں جو نفع وہ لوگوں کو پہنچا سکتے تھے، وہ پہنچایا. اور جو مشرکوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے وہ پہنچایا. لیکن یہ سب کچھ ماتحت الاسباب کیا.

قرآنی آیات سے یہاں تک تو معلومات ملتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ موجودہ اور مستقبل کے کچھ حالات اور واقعات کی اپنے بعض رسولوں کو ایسی اطلاعات دی ہیں جو اولیاء کو تو درکنار بلکہ کچھ دوسرے رسولوں اور نبیوں کو بھی ان واقعات کا علم نہیں دیا تھا. لیکن یہاں علم کے ایک حصہ کا جھگڑا نہیں بلکہ کلی علم غیب کا جھگڑا ہے جو جان بوجھ کر پیدا کیا گیا ہے اس کے پیدا کرنے کی ضرورت بعض شرک پسند لوگوں کو ہوئی. جو نہ صرف زندگی میں بلکہ زندگی سے پہلے اور پھر زندگی کے بعد قیامت تک نہ صرف دنیا والی زندگی کے قائل ہیں بلکہ وہ تمام رسولوں اور تمام ولیوں

اور بزرگوں کی بھی یہی پوزیشن سمجھتے ہیں۔ وہ ان کو کل غیب دان۔ اس لئے تصور کرتے ہیں کہ مشرک لوگوں پر واضح کیا جائے کہ انبیاء اور اولیاء ہر جگہ موجود ہیں۔ وہ سمیع اور خبیر ہیں وہ شہید اور وکیل ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہر وقت نافع اور ضار ہیں۔ دن اور رات خواہ تم اکیلے پکارو یا سب دنیا کے لوگ اکٹھے ہو کر اپنی اپنی بات سناؤ۔ وہ نہ صرف سنتے ہیں بلکہ وہ اختیارات کے مالک ہیں کہ جو چاہیں تم کو دیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں کہ صرف اکیلا اللہ ہی زمین آسمان میں کل غیب دان ہے تو وہ شرک پسند لوگوں کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے جس میں یہ کہا جائے کہ کچھ رسول غیب کی خبروں کے ایک حصہ کو جانتے تھے۔ عام لوگوں کی نسبت ان کا علم کہیں بہت زیادہ ہے۔ جس طرح حضرت یعقوب نے فرمایا تھا کہ اے بیٹو! میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اگر سب کچھ بتا دیتا تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ جس طرح ایک چیف آف سٹاف دوسرے فوجیوں سے زیادہ معلومات رکھتا ہے اور اسے واقعی زیادہ معلومات کا مالک ہونا چاہیئے۔ اسی طرح رسول اور نبی بھی عام لوگوں کی معلومات سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اب ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں اور نہ ہونا چاہیئے کہ علم غیب کا کتنا حصہ رسول جانتے تھے۔ کتنی غیب کی خبروں پر ان کا علم تھا۔ بہر حال اتنا ایمان ضروری ہے کہ انہیں غیب کی خبروں کا کچھ حصہ حاصل تھا۔ لیکن ایک حقیقت پسند گروہ جو پاکستان میں اہلِ حدیث کے نام سے معروف ہے وہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم آیا وہ ہمیشہ وحی الٰہی پر مبنی ہے۔ اسلامی دعوت جن طریقوں سے حضورؐ کے پاس آئی وہی طریقہ غیب کی خبروں کے آنے کا ہے۔ دونوں ہی وحی پر مبنی ہیں۔ لہذا اس کو غیب نہیں بلکہ وحی الٰہی کہا جائے۔ وہ اسی بنیاد پر محض وحی الٰہی سمجھتے ہیں۔ وہ غیب اور دوسرے علوم ایک ہی علم یعنی اسلام۔ شریعت اور وحی سے متعلق ہیں۔ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی خبریں غیب نہیں رہتیں۔ اللہ نے حضورؐ کو بتایا اور پھر حضورؐ نے لوگوں کو بتایا۔ اگر غیب کو نبیوں کے ساتھ منسلک کر دیا گیا تو پھر تو صحابہ کو بھی غیب دان بلکہ ہر اہلِ علم اور قرآن و حدیث جاننے والے مسلمانوں کو جزوی طور پر غیب دان کہنا پڑے گا۔ فرق صرف اتنا ہو گا کہ انبیاء کرام

غیب کی خبروں سے زیادہ متعارف ہوں گے۔ صحابہ ان سے کم اور دیگر اہل علم ان سے کم غیب کی خبروں کو جاننے والے ہوں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ سورہ تکویر کی آیت ۲۴ کے مطابق تو اللہ کا رسول کسی غیب کی خبر کو اپنی حد تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کو لوگوں تک پہنچا دیتا ہے۔ ان کی تاویل کے مطابق تمام علوم اسلام وحی سے پہلے غیب تھے اور وحی آنے کے بعد غیب نہ رہے۔ لہذا کلی عالم الغیب صرف اللہ تعالی ہے۔ لہذا ان کی اس تاویل کی موجودگی میں ان پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ کوئی فتوی لگایا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف قرآن وحدیث کے بہت سے واقعات کے پیش نظر اگر رسولوں کو جزوی طور پر بہت سی خبروں کا (نہ کہ کلی حالات اور واقعات کا) غیب دان کہا جائے تو یہ بات بھی اتنی قابل اعتراض نہیں۔ اگر ایک طبقہ (تمام غیب نہیں، بلکہ کچھ غیب کی خبروں کو) کچھ انبیاء اور رسل کو حامل ٹھہراتا ہے تو اس کی بات پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ وحی کے ایک حصہ اور وحی کے کچھ واقعات کو غیب کہتا ہے جبکہ دوسرا گروہ وحی کے علم کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ لیکن اگر دو حصوں میں کوئی آدمی تقسیم کر لیتا ہے تو اس کی وہ تاویل قابل غور ہے کہ انبیاء اور رسل کو عام لوگوں کی نسبت بہت سا علم ہوتا ہے۔ یہ علمی بحث اس لئے کی گئی ہے کہ تمام پہلو سامنے آجائیں۔ لیکن یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالی کائنات کا تمام غیب جاننے والا ہے اور کچھ رسول غیب کے ایک حصہ کو جاننے والے ہیں (نہ کہ کلی غیب)۔ گزشتہ واقعات کہ غیب کا تعلق انبیاء کو وحی سے پہلے نہ تھا اور مستقبل کے واقعات کے بارے میں بھی بتا دیا گیا کہ فلاں فلاں چیزوں کا ہم کو کوئی علم نہیں۔ انہیں صرف اللہ تعالی جانتا ہے۔ ہم مسلمان مجبور ہیں کہ بات اور واقعات کو اسی طرح بیان کریں جس طرح حضورؐ نے بیان کیا ہے۔ اگر حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے قیامت کے علم کا کوئی پتہ نہیں۔ یا میں کلی غیب نہیں جانتا بلکہ وہی جانتا ہوں جو وحی کے ذریعہ بتایا گیا۔ میں لوگوں کے لئے نافع اور ضار نہیں۔ اگر مجھ میں یہ صفت اور اختیار ہوتا تو مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ آتی تمام بھلائیاں اور آسانیاں حاصل کر لیتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا ہر انسان کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ میں نہیں ہوں۔ بارش برسانے کا اختیار اللہ کے پاس ہے میرے پاس نہیں۔ مجھے کوئی پتہ نہیں کہ کس آدمی

کہ کس جگہ اور کب موت آئے گی۔ اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی موت کے بارے میں اطلاع دے دے۔ اگر حضورؐ نے کائنات اور زمین و آسمان کے مناظر کو پہلے دیکھا ہوتا تو پھر آپؐ کو معراج کرانے اور کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر جنگِ احد میں شکست ہونے کا پتہ ہوتا تو آپؐ ہرگز جنگ نہ لڑتے۔ لیکن کچھ واقعات کی اطلاع آجاتی وہی آپؐ ان سے لوگوں کو آگاہ کر دیتے تھے۔ اگر ھدھد یہ بات کہہ دے کہ اے سلیمان آپ کو ملک سبا کے واقعات کا کوئی پتہ نہیں۔ اور ایک چیونٹی اعلان کرے کہ بے خبری میں اے چیونٹیو! تم کو حضرت سلیمان اور ان کا لشکر تباہ نہ کر دے۔ اور پھر ان کے یہ کہنے سے کوئی بے ادبی ظاہر نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان حضورؐ کے ارشاد کے مطابق یہ کہہ دے کہ حضورؐ کو فلاں فلاں چیز کا علم نہیں دیا گیا۔ اور پھر اس بات پہ اللہ کی گواہی بھی ہو تو کیا ہم اللہ تعالیٰ اور حضورؐ کے احکام کو تبدیل کر دیں؟ ان کی ہدایات کا انکار کر دیں۔ یا یہ کہیں کہ نہیں ان کو پتہ تھا۔ اس طرح اسلام کا معیار ہی بدل جاتا ہے۔ معیار کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بات اسی طرح بیان کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے بیان کی ہے۔ کیا کسی مسلمان کا یہ عقیدہ درست ہو سکتا ہے کہ وحی آنے سے پہلے بھی نبی کو واقعات کا پتہ ہوتا ہے؟ تو پھر وحی اور خدا کے حکم کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ پھر تو جبرائیلؑ اور پے در پے کلام کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر تو دل پر بھی حکم آتارنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تمام علم ایک ہی دفعہ اتار دیا جاتا ہے جو وہ پیدائش کے وقت دیا گیا یا نبوت کے آغاز میں دیا گیا۔ قرآن و حدیث میں یہ بات کہاں ہے؟ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ خواہش نفس کو وکیل صفائی کا کردار ادا کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے۔ مقدمہ اور مناظرہ میں فوقیت اور کامیابی ہو چاہے دنیا بھر کا پورا جھوٹ بولنا پڑے۔ ایسی سوچ اور ایسی فکر پر خدا کی لعنت۔ انبیاء اور رُسل کے علم کے بارے میں تو دعویٰ سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنا تھا۔ لیکن ایک بات دعویٰ سے کہی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے سارے گروہ کو یا کسی الگ رسول کو زمین اور آسمانوں کا کلی اور تمام غیب نہیں دیا تھا۔ اگر خدا کی طرف سے کلی علم دیا گیا ہوتا تو اللہ اپنے بارے میں یہ دعویٰ نہ فرماتا

کہ زمین اور آسمانوں کا کلی غیب صرف اسے ہی حاصل ہے۔ اگر اس نے اپنے کسی رسول کو کلی علم دیا ہوتا تو وہ خود کہہ دیتا کہ میں نے فلاں رسول کو کلی علم دیا ہے یا کوئی رسول خود ہی دعویٰ کر دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین اور آسمانوں اور کان مایکون کا علم عنایت فرما دیا ہے۔ اگر اللہ اور اس کے کسی رسول کی طرف سے کسی کے لئے کلی علم یا کلی غیب کا کوئی دعویٰ نہیں تو پھر تمام انسانوں میں سے کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ خواہ مخواہ کسی رسول کو کلی غیب یا کان مایکون کے علم کا مالک بنائے۔ اگر کوئی عالم یا پیر اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ یا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ مسیحؑ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین اور آسمانوں کا کان مایکون کا زندگی اور موت دونوں صورتوں میں علم دیا گیا ہے تو پھر وہ ایک الزام تو اللہ پر لگاتا ہے کہ وہ اکیلا زمین اور آسمانوں کا علیم الغیب نہیں بلکہ بعض دوسرے رسول بھی ہیں جبکہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اکیلا زمین اور آسمانوں کا علیم الغیب ہے۔ دوسرا الزام وہ اپنے رسول پر لگاتا ہے کہ کسی رسول نے تو زمین اور آسمانوں کے کلی علم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ہم ان کو کلی علیم الغیب سمجھتے ہیں۔ کان مایکون کا جاننے والا جانتے ہیں۔ نہ صرف زندگی میں بلکہ موت کی حالت میں بھی۔ اس سے بڑھ کر ہم ان پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ وہ کائنات میں ضار اور نافع بھی ہیں۔ حالانکہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مافوق الاسباب میں ضرر اور نفع کا اختیار دیا ہے اور نہ انبیائے کرام نے اپنے ضار اور نافع ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے دور میں اعلان کیا ہے کہ ہماری ڈیوٹی اور فرض اتنا ہے کہ خدا کی طرف سے آئے ہوئے احکام اور ہدایات لوگوں تک پہنچا دیں اور ان کو حکم کی علت اور اس کی عملی صورت بتا دیں۔ تاکہ لوگ اپنی اپنی زندگی میں حکم اور اس کی عملی صورت سے اپنے رب کو راضی کر سکیں۔ نہ صرف اس دنیا میں اپنے آقا کی نعمتیں حاصل کریں بلکہ آخرت میں بھی ہر قسم کے منافع اور انعامات سے لطف اندوز ہوں۔

جہاں تک "الدین" جو انسانی زندگی کا مکمل نظام ہے جو انسانوں کے کل مسائل کا حل ہے جس پر انسان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی اور ترقی ہے۔ وہ تو

دنیا میں ہر آنے والے رسول اور نبی کو یکساں دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی اپنی امت اور قوم کو اس کی تعلیم دی۔ یہ علم کسی رسول پر نئے سرے سے پورے کا پورا نازل کیا گیا۔ اور کسی رسول کو پہلے سے آئے ہوئے رسول کی کتاب کا حامل بنایا گیا۔ لیکن جو مخصوص علم ماضی، حال اور مستقبل کی اضافی معلومات کے بارے میں جو مختلف زمانوں کے واقعات سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا تعلق انسانی مسائل سے نہیں، غالباً اسی علم کو غیب کی خبروں کے ایک حصہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ واقعات، حالات اور قرائن بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس علم کا کچھ حصہ قرآنِ پاک کے ارشاد کے مطابق کچھ رسولوں کو دیا گیا ہے اور کچھ کو نہیں۔ ان کا علم وحی الٰہی کے ذریعہ تھا۔ وحی آنے سے پہلے اس کا کوئی پتہ نہ تھا۔ جس کی وضاحت قرآن پاک میں جگہ جگہ ہے کہ وہ وحی آنے سے پہلے نہیں جانتے۔ وحی ہی جاننے کا ذریعہ ہے۔

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

اختلافی مسائل اور ان کا نقطۂ عمل

اسلام وحدت کا پیام لیکر آیا تھا مگر اس وقت جہل و تعصب کے ہاتھوں میں پڑ کر وہ اختلاف و نزاع کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مذہب کے چند جزئی مسائل نے باہمی جنگ و جدال کا جو طوفانِ عظیم بپا کر رکھا ہے، اس کی حقیقت پر جب میں نے پوری طرح غور کیا تو یہ پایا کہ ہر گروہ حق و اعتدال کے مرکز سے کچھ نہ کچھ ہٹا ہوا ہے اور بیجا تعصب اور ضد سے کام لے رہا ہے۔ ہر ایک اتباعِ حق کا مدعی ہے، مگر سچائی کی اخلاص طلب شاہراہ پر چلنے کے بجائے ضد و ہٹ کی پگڈنڈیوں میں پھر رہا ہے۔ مجھے رحمتِ الٰہی کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ اس نے مجھے عدل کی میزان بھی بخش دی ہے جس پر حق اور باطل کو تول کر میں اندازہ کر رہا ہوں کہ حق کی سیدھی صاف راہ کون سی ہے، اور وہ اس وقت کس طرح اختلافات کی خارزار بن گئی ہے، اور نزاعات و اختلافات کی بنیاد کیا ہے۔

اہلِ زمانہ کی اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر ضروری معلوم ہوا کہ اُن مسائل کی اصل نوعیت انہیں سمجھا دی جائے جن کے اندر ان کے افکار الجھ کر رہ گئے ہیں، اور جن کی تائید میں ان کے قلم و زبان کس بصیرت کے بیجا جوش و خروش کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان میں سب سے اہم مسئلہ تقلید کا ہے۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کا جواز قریب قریب ساری اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اور اس کے اندر جو نمایاں پہلو ہیں انہیں ... دیکھنے والی آنکھ

دیکھ سکتی ہے. خصوصاً اس آشوب زمانہ میں جبکہ عام قوائے فکریہ پر جمود اور دوں ہمتی کی موت سی طاری ہے. دلوں میں طلب حق کا کوئی جوش اور ولولہ باقی نہیں. شریعت کے قوانین انسانی آراء پر قربان کیے جارہے ہیں، اور ہر کس و ناکس خود پرستی اور خود رائی کے نشہ میں چور ہے.

تقلید کے بارے میں ابن حزم کے اس قول نے کہ "آیات قرآنی اور اجماع سلف ر سے تقلید حرام ہے اور خود ائمہ مجتہدین نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے" لوگوں کو عجیب غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے. وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر عامی و جاہل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے حالانکہ یہ قول بجائے خود بالکل برحق ہے. اپنا ایک خاص محل اور معنی رکھتا ہے اور اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے:

ا۔ جو اپنے اندر اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو، خواہ ایک ہی مسئلہ میں سہی.

۲۔ جو اچھی طرح جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کا حکم دیا ہے یا فلاں بات سے روکا ہے، اور یہ حکم منسوخ نہیں ہے. اس بات کا علم خواہ اُسے احادیث کے تتبع اور مخالف و موافق دلائل کے استقراء سے حاصل ہو، یا یہ دیکھ کر کہ ارباب علم و بصیرت کا سواد اعظم اس طرف جا رہا ہے اور مخالف کے پاس قیاس آرائیوں اور منطقی دقیقہ سنجیوں کے اور کچھ نہیں ہے، وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ ایسی صورت میں حدیث نبوی کی مخالفت کا سبب یا تو کھلا ہوا حمق ہو سکتا ہے یا کوئی چھپا ہوا نفاق.

شیخ عزالدین عبدالسلام اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حیرت ہوتی ہے ان تقلید پرست فقہاء پر جو اپنے امام کی اجتہادی غلطی سے واقف ہونے کے بعد اس کے قول پر سختی سے جمے رہتے ہیں اور اسے ترک کر کے کسی ایسے قول کو اختیار نہیں کرتے جو اپنی صحت پر کتاب و سنت اور قیاس صحیح کے بے شمار شواہد رکھتا ہو. بلکہ بسا اوقات تو یہ نادان اس اندھی تقلید کے اندھے جوش میں علانیہ ظواہر کتاب و سنت کی مخالفت پر تل جاتے ہیں اور اپنے امام کی اصابت رائے بلکہ "معصومیت" ثابت کرنے

لیے نصوص شرعیہ کی ایسی رکیک، مہمل اور فاسد تاویلیں کرتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر تحریف کلام کی مکروہ اور حیرت انگیز مثال شاید ہی مل سکے،" پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"صدر اول میں جس سے بڑھ کر مبارک اور حق شناس دور شاید قیامت تک نہ آئے، لوگوں کا حال یہ تھا کہ جس عالم دین کو پا جاتے اس سے فتویٰ پوچھ لیا کرتے تھے، بغیر اس تحقیق اور تجسس کے کہ یہ عالم کس خیال اور مسلک کا پیرو ہے۔ لیکن اس دور کے بعد حالات میں ایک عظیم الشان فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ چار مذاہب اور ان کے جامد مقلدین کا ظہور ہوتا ہے اور ہدایت کے اصل مرکز سے بالکل بے پروا ہو کر صرف ائمہ کے اقوال پر اعتماد کر لیا جاتا ہے خواہ ان کا کوئی قول کتنا ہی کمزور اور بے دلیل و حجت ہو۔ گویا مجتہد، مجتہد نہ رہا، اللہ کا رسول بنا لیا گیا جو خود معصوم ہے اور اس کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ یہ راستہ حق کا راستہ نہیں ہے بلکہ جہل اور باطل کا راستہ ہے۔"

امام ابوشامہ کا فیصلہ بھی سننے کے لائق ہے، فرماتے ہیں۔

"جو شخص فقہ سے دلچسپی رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے بلکہ ہر مجتہد کے اقوال پر نظر ڈالے تمام کے اندر ڈوب کر حق کا سراغ لگائے اور ان غواصی میں اسے جو قول قرآن و سنت سے زیادہ اقرب ملے اس کو اختیار کر لے اگر علوم اوائل کے ضروری حصول پر اس کی نگاہ ہو گی تو ان شاء اللہ یہ قوت تمیز اسے بآسانی حاصل ہو جائے گی اور کسی دقت اور ناکامی سے دوچار ہوئے بغیر وہ شریعت کی اصل شاہراہ پا لے گا۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ تعصب کے مہلک جراثیم سے اپنے دماغ کو پاک رکھے اور اختلاف و نزاع کی ان پر خطر وادیوں میں ہرگز قدم نہ رکھے جسے متاخرین نے تیار کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہاں تضیع اوقات اور انتشار طبع کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی اور دوسرے امام کی تقلید سے منع فرمایا ہے جس کا ذکر مزنی نے اپنی کتاب میں بہت تفصیل سے کیا ہے۔"

(۳) ابن حزم کا فتویٰ اس شخص پر بھی منطبق ہوتا ہے جو عامی اور علم دین سے بے بہرہ ہونے کی بنا پر تقلید کرنے میں تو حق بجانب ہو مگر وہ کسی خاص امام کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہو کہ اس سے خطا کا ارتکاب غیر ممکن ہے۔ اور اس کا امام جو کچھ کہتا ہے وہ

حق ہی ہوتا ہے۔ نیز اس اعتقاد کے ساتھ وہ اپنی جگہ یہ فیصلہ بھی کرے کہ اس خاص امام کی تقلید پر وہ ہر حال میں قائم رہے گا۔ خواہ کسی مسئلہ میں اس کے قول کا خلافِ قرآن و حدیث ہونا ثابت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہی وہ یہودیت ہے جس نے بنی اسرائیل کی توحید کو بالکل شرک سے بدل دیا تھا جیسا کہ امام ترمذی نے عدی ابن حاتم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ پڑھ کر فرمایا کہ یہود اپنے احبار (علماء) اور رہبان (مشائخ) کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ جس چیز کو ان کے علماء اور مشائخ حلال کہہ دیتے اسے وہ بغیر کسی شرعی دلیل کے، حلال مان لیتے تھے اور جس شے کو وہ حرام قرار دے دیتے اسے وہ حرام سمجھ لیتے تھے۔

پس کسی امام کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرنا کہ اس کی زبان عین شریعت کی زبان ہے یقیناً غیر اللہ کی پرستش ہے۔

(۴) جو شخص اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک حنفی کسی شافعی فقیہ، یا شافعی کسی حنفی فقیہ سے فتویٰ پوچھے یا اس کے پیچھے نماز پڑھے، وہ بھی ابن حزم کے فتوے کی زد میں آجاتا ہے اس لیے کہ یہ اجماعِ سلف اور صحابہ و تابعین کرام کے عمل کی کھلی ہوئی مخالفت ہے جو کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے ابن حزم کے قول کا منشاء ان قیود اور شرائط کو ملحوظ رکھ کر اس کا اطلاق کیا جائے گا اور جہاں صورتِ حال یہ نہ ہو وہاں تک اس کا دائرہ وسیع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک شخص جو محض اقوالِ رسولؐ ہی کو دین سمجھتا ہے، صرف اسی چیز کی حلت کا اعتقاد رکھتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حلال کیا ہو، اور صرف اسی شے کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ اور رسول نے حرام قرار دیا ہو، یعنی تحریم و تحلیل کا حق وہ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی اور کو نہیں دیتا۔ لیکن اس ایمان اور اعتقاد کے باوجود چونکہ وہ اقوالِ رسولؐ پر وسیع نظر نہیں رکھتا، نہ متعارض نصوص کو تطبیق دینے کی قدرت رکھتا ہے، اور نہ نصوصِ شرعیہ سے احکام کا استنباط کر سکتا ہے، اس لیے اگر وہ ایک ایسے ثقہ اور صحیح النظر عالمِ دین کا اتباع کرتا ہے جو اس کے نزدیک

رسول کے مطابق فتویٰ دینے والا ہے۔ اور یہ اتباع بھی وہ اس نظریہ کے ساتھ کرتا ہے کہ جب کبھی کوئی منصوص شرعی اس کے خلاف ملے گی تو بغیر کسی تعصب اور اصرار کے وہ اس قول کو ترک کردے گا۔ پھر نہیں معلوم کہ کوئی شخص کیونکر ایسی تقلید یا اتباع کو ناجائز کہہ سکتا ہے جب کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک تمام مسلمانوں میں افتاء اور استفتاء کی یہی سنت متواتر چلی آرہی ہے۔ اب خواہ کوئی انسان کسی ایک ہی فقیہ سے ہمیشہ فتویٰ پوچھا کرتا ہو۔ یا کبھی ایک فقیہ سے اور کبھی دوسرے سے دونوں فعل جائز ہیں، بشرطیکہ مستفتی، فقیہ اور رسول کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔

پس ہماری تقلید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ ہم کسی امام کے متعلق یہ ایمان نہیں رکھتے کہ وہ معصوم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس پر علم فقہ کی وحی نازل فرمائی ہے اور اس کی اطاعت ہم پر فرض کردی ہے۔ ہم تو اگر کسی امام کا اتباع کرتے ہیں تو یہ جان کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب وسنت کا عالم اور روح شریعت کا مزاج شناس ہے۔ اس لیے اس کا قول یا تو آیات و احادیث کے صریح دلائل پر مبنی ہے، یا ان سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔ یا پھر قرائن سے اس نے یہ بات تحقیق کرلی ہے کہ یہ حکم فلاں علت کی بنا پر ہے اور جب اسے اپنی فہم کی صحت پر پورا اطمینان ہوگیا ہے تب ہی اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کرکے فتویٰ دیا ہے۔ گویا وہ دراصل زبان حال سے اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ میرے خیال میں شارع علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم جاری ہوگا اور ایسے تمام قیاسی احکام اسی عموم میں داخل ہوں گے۔ یا بالفاظ دیگر یہ اقوال بھی شارع علیہ السلام کی طرف منسوب شمار کیے جائیں گے اگرچہ ان کی نسبت یقینی اور شکوک سے بالکل پاک نہیں کہی جا سکتی۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی مسلم کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا۔ پس اگر رسول معصوم (اور صرف آپ ہی کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے) سے ہمیں کوئی ایسی صحیح روایت ملے جو قول امام کی مخالفت کرتی ہو، اور پھر بھی ہم اس کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے نص قطعی کو چھوڑ کر ظنی انسان کی تقلید پر جمے رہیں۔ تو ہم سے بڑھ کر شقی اور نامراد کون ہوگا۔ اور کل

خدائے قہار کے سامنے ہم کیا جواب دیں گے؟

جائز تقلید کی صحیح تصویر یہی ہے جو ان چند لفظوں میں کھینچی گئی ہے۔ اگر امت مسلمہ غلو سے اپنے قوائے فکریہ کو آزاد کرے اور اپنی آنکھوں پر سے تعصب کے پردے ہٹا کر اصل تصویر دیکھنے لگے تو بہت سی لفظی نزاعیں ختم ہو جائیں اور مذہبی اختلافات کی شورانگیز فضا کسی قدر امن و سکون کی خوشگواریوں سے بدل جائے

مسئلہ تقلید کے بعد دوسرا اہم مسئلہ استخراج مسائل کا ہے، جس کے دو اصول ہیں: ایک تو یہ کہ الفاظ حدیث کا تتبع کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فقہاء کے اصول کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جائے۔ شرعاً ان دونوں اصولوں کی اہمیت مسلم ہے۔ ہر دور کے فقہائے محققین کا طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ ان دونوں اصولوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ کوئی ایک کی رعایت زیادہ کرتا کوئی دوسرے کی۔ لیکن ایسا کبھی نہ کرتے کہ کسی اصل کو بالکلیہ ترک کر دیں۔ پس کسی بزر حق کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ بالکل ایک ہی طرف جھک جائے جیسا کہ آج دونوں فریقو کا عام شیوہ ہے۔ اور یقین کرو کہ ان کا یہی "شیوہ" ان کی ساری ضلالتوں کا ذمہ دار ہے دونوں اصولوں کو الگ الگ کر کے ہدایت کی سیدھی راہ پانا بہت مشکل ہے۔ حق کا راستہ یہ ہے کہ ان میں تفریق کرنے کے بجائے دونوں میں مطابقت پیدا کی جائے، اور ایک دوسرے کی عمارت ڈھانے کے بجائے اس کے کمزور مقامات کی اصلاح اور تشنہ کاموں کی جائے۔ اس طرح احکام دین کا جو قصر تعمیر ہوگا، نہایت مستحکم اور حق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم ہوگا۔ اور اس میں باطل کے راہ پانے کی کوشش قریب قریب بیکار ثابت ہوگی۔ اسی محتاط اور حکیمانہ نکتہ کی طرف امام حسن بصری ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

سنتکم واللہ الذی لا الٰہ — اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں

الا ھو بینھما بین الغالی والجافی — کہ تمہارا راستہ حد سے بڑھنے والے ا

حد تک دو بجہ سہل انگاری کے، نہ پہنچنے والے دونوں کے بیچ میں ہے۔

یعنی حق کا مرکز افراط و تفریط کے بیچ میں ہے۔ جو اہل حدیث ہیں انہیں چا اپنے اختیار کردہ مسلک کو مجتہدین سلف کی رایوں پر پیش کر لیا کریں۔ اسی طرح جو

Marfat.com

تخریج ہیں اور مجتہدین کے اصول پر مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ حتی الوسع صحیح اور صریح نصوص کو اپنے اصول اور رائے پر قربان نہ کریں، اور نہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ فرمودۂ نبوت کی صریح مخالفت کا انہیں بار اٹھانا پڑے۔

کسی محدث کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان اصول حدیث کے اتباع میں بے جا تعمق اور توغل سے کام لے جنہیں پرانے محدثین نے وضع کیا ہے۔ کیونکہ بہر حال وہ بھی انسان ہی تھے۔ فکر و نظر کی لغزشوں سے ان کے بنائے ہوئے قواعد محفوظ نہیں کہے جا سکتے۔ اور نہ شارع کی طرف سے ان کی صحت اور قطعیت پر کوئی سند پیش کی جا سکتی ہے۔ اس اصول پرستی کے تشدد آمیز رویہ سے بسا اوقات حدیث اور قیاس صحیح دونوں کو رد کر دینا پڑتا ہے مثلاً انقطاع یا ارسال کے ایک ذرا سے شک کی بنا پر کتنی ہی حدیثیں متروک اور ناقابل استناد ٹھیرا دی جاتی ہیں حالانکہ نفس الامر میں وہ قول رسول ہوا کرتی ہیں چنانچہ ابن حزم نے اس طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے تحریم معازف و باجوں کو حرام قرار دینے والی حدیث کو ناقابل حجت قرار دے دیا۔ صرف اس وجہ سے کہ امام بخاری کی روایت میں انقطاع کا شبہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حدیث فی نفسہ صحیح اور اس کا سلسلہ اسناد متصل ہے۔ ہاں اگر کسی قوی نص سے تعارض ہو تو البتہ انقطاع کے شبہ کی بنا پر اسے مرجوح قرار دیا جا سکتا ہے لیکن حدیث کو سرے سے متروک ٹھیرا دینا یقیناً زیادتی ہے۔

اسی طرح ارباب حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی محدث کی روایت کو عموماً زیادہ صحت کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے اور دوسرا الفاظ کی صحت کی حفاظت سے اتنا اعتنا نہیں کرتا تو پہلے شخص کی ہر روایت اس محدث سے کسی دوسرے راوی کی روایت پر مقدم اور مرجح مانی جائیگی۔ خواہ اس دوسرے راوی کے اندر [illegible] ہی واضح دلائل کیوں نہ موجود ہوں۔ لوگوں کی یہ نظر [illegible] کس حد تک قابل [illegible] نہیں جانتا کہ عام رواۃ حدیثوں کو بالمعنی بیان کیا کرتے تھے۔ الفاظ [illegible] رکھنے کا چنداں رواج نہ تھا۔ [illegible] ادبی تصانیف میں جس طرح اہل ادب [illegible] ایک حرف کے تقدم و تاخر اور اس کی ترتیب [illegible]

ہی تعمق متن حدیث میں برتنا. حتی کہ ایک کلمہ کی تقدیم یا تاخیر، الفاظ کی نشست اور فا
اور واؤ جیسے حروف کے دقیق معنوی خصائص سے استدلال کا رُخ متعین کرنا. جبکہ عا
روایتیں بالمعنی بیان کی گئی ہیں ایک طرح کی لغویت اور الفاظ کی ناروا غلامی ہے. ورنہ
دیکھتے ہو کہ ایک ہی روایت میں ایک راوی ایک لفظ استعمال کرتا ہے اور بعینہٖ اُسی
روایت میں اُسی سند کے ساتھ دوسرا راوی ایک دوسرے ہی لفظ کے ذریعہ حدیث کا
مفہوم ادا کرتا ہے.

متن احادیث کے بارے میں صحیح مسلک یہی ہونا چاہیئے کہ راوی جو کچھ بھی اپنی
سے کہے اسے کلام نبوی کی حیثیت سے مان لیا جائے. ہاں اگر کوئی اور قوی حدیث یا شر
دلیل اس کے خلاف مل جائے تو متقدم الذکر کو ترک کر کے اسے اختیار کرنا ضروری ہے

ایسی ہی ذمہ داری اور احتیاط اُن فقہا پر بھی عائد ہوتی ہے جو ائمہ مجتہدین کے اص
اور فتاوی کو سامنے رکھ کر مسائل کا استخراج کرتے ہیں. ان کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ د
دنیا جہان کے سارے مسائل کا حل انہیں اصولوں میں تلاش کیا کریں. اور اُن میں سے
کرید کرید کر ایسے اقوال نکالیں جن سے نہ تو خود ان کے ائمہ کے اصول اور ان کی تصریحا
سے کوئی دور کا تعلق ہو. نہ علمائے لغت ان سے یہ معانی سمجھ سکیں، اور نہ عرف عام میں
ایسا طریقۂ سخن فہمی رائج ہو بلکہ محض اپنے ذہن سے ایک علت متعین کر لی جائے. یا ک
ادنیٰ امشابہت تلاش کر لی جائے اور اُسے قول مجتہد مان کر صدہا مسائل میں اس خود آفریدہ علت
یا مشابہت کو معیار حکم ٹھیرا دیا جائے. ستم پر ستم یہ ہے کہ ان تمام تدقیقات کو نہایت دیدہ دلیری سے
ساتھ امام کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے. حالانکہ اگر وہ امام جس کے قول سے یہ تصریحات کی
ہیں. آج زندہ ہو کر آجائے اور یہ مسائل براہ راست اُس سے پوچھے جائیں. تو باوجو
اپنی تمام فہم و بصیرت اور مجتہدانہ ژرف نگاہی کے، ان بلند و دقائق تک اس کا تخیل پر
نہ کر سکے گا. جنہیں اس کے پیچھے چلنے والوں نے اسی کے اقوال سے مستنبط کر رکھا ہے

تخریج کا یہ طریقہ نہایت غیر ذمہ دارانہ ہے. تخریج تو محض اس وجہ سے جائز
کہ وہ درحقیقت مجتہد کی تقلید اور پیروی ہے. نہ کہ اس کی غلط ترجمانی اور اس کے اش

بے جا حاشیہ آرائی۔ اور دین تک اس کا تحقق ہو سکتا ہے جہاں تک امام کے اقوال عام اصولِ فہم و تدبر کے مطابق اجازت دے سکیں، ورنہ اگر قائل کے کلام کا رخ کسی طرف ہو اور اس کا ترجمان و مفسر کوئی اور رخ متعین کرے تو یہ تفسیر اور ترجمانی یا مقلدانہ تخریج نہ ہوگی بلکہ کوئی اور ہی چیز ہوگی۔

اس کے علاوہ ایسے فقہاء کو اس بات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اصول کی پیروی کے جوش میں ایسی مستند احادیث یا آثار کو نہ رد کر دیا کریں جنہیں عام امت میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہو۔ مثال کے طور پر حدیث مصراۃ کو لو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"جو شخص ایسی بکری خریدتا ہے جس کا دودھ تھن میں پہلے سے روک لیا گیا تھا (تاکہ خریدار دھوکہ میں آکر زیادہ دام لگائے)، تو اسے تین روز تک اختیار رہتا ہے۔ خواہ بکری رکھ لے یا ایک صاع گندم کے ساتھ واپس کر دے۔"

یہ حدیث متعدد طرق سے ثابت ہے اور ثقات نے اس کی روایت کی ہے لیکن احناف نے چونکہ یہ اصول وضع کر رکھا ہے کہ اگر راوی غیر فقیہ ہو اور اس کی روایت عام اصول کے مخالف ہو، اور کوئی عام قاعدہ نہ بنا سکتی ہو تو وہ سرے سے وہ حدیث متروک العمل ہوگی، اس لیے باوجود صحیح اور مستند ہونے کے یہ حدیث ان کے نزدیک متروک العمل ہے۔ کیونکہ وہ کوئی عام قانون نہیں بن سکتی اور راوی غیر فقیہ ہے۔

یہ طریقہ اربابِ حق کا طریقہ نہ ہونا چاہیئے۔ اس میں شریعت پر ایک طرح کی جسارت پائی جاتی ہے۔ فرمانِ رسالت کا احترام بہرحال انسانوں کے بنائے ہوئے اصول و قواعد کی رعایت سے بالاتر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غلط روی سے بچانے کے لیے فرمایا ہے:

"جب میں کسی مسئلہ میں کوئی رائے دوں یا کوئی اصول مقرر کروں پھر رسول اللہ کا کوئی فرمان اس کے خلاف مل جائے تو میری رائے کو لاعدم سمجھو۔ رسول اللہ کا فرمانا ہی اصل اصول ہے لیکن سب پر ترجیح ہے۔"

ترجمان القرآن، جون ۱۹۴۳ء

Marfat.com

اب ہم موجودہ مسائل مہمہ میں سے تیسرے مسئلہ پر جو قرآن وسنت کے تتبع سے متعلق ہے بحث کرنی چاہتے ہیں۔

احکام شرعیہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے کتاب وسنت کا جو تتبع کیا جاتا ہے اس کے مختلف مدارج ہیں سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ انسان کو بالفعل احکام شرعیہ کی معرفت پر اتنا عبور ہو جائے کہ وہ مستفتیوں کے اکثر سوالوں کا جواب بآسانی دے سکے۔ اور انسانی زندگی میں پیش آنے والے عام واقعات کا شرعی حل معلوم کرنے میں اسے توقف اور خاموشی سے بہت کم کام لینا پڑے یہی مقام اجتہاد ہے۔ اس استعداد اور قابلیت کے حصول کے چند طریقے ہیں:۔

۱۔ کبھی یہ استعداد احادیث میں غائر تفکر اور شاذ وغریب روایتوں کے تتبع سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا خیال ہے لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ اس ملکہ کے حاصل کے لیے بس یہی تفکر اور تتبع کافی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انسان کے لیے ضروری ہے کہ ایک ماہر لغت وادب کی طرح مواقع کلام اور اسالیب بیان سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور ایک وسیع النظر عالم کی طرح یہ بھی جانتا ہو کہ ائمہ سلف متعارض نصوص میں جمع وتطبیق کی صورت کس طرح پیدا کرتے تھے اور ان کے استدلال کا طریقہ کیا ہوا کرتا تھا۔

۲۔ کبھی یہ قابلیت اصول تخریج کو پوری طرح ضبط کرنے سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ انسان کسی امام کے اصول کو سامنے رکھ کر استنباط مسائل کا طریقہ جان جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ احادیث اور آثار کے ایک معتد بہ حصہ پر اس کی نظر ہو۔ تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ کہیں اس کا قول اجماع سے ٹکرا تو نہیں رہا ہے۔ یہ طریقہ اہل تخریج کا ہے۔

۳۔ تیسرا راستہ جو مذکورۂ بالا دونوں راستوں کی بہ نسبت اعتدال کا راستہ کہا جاتا ہے یہ ہے کہ ایک طرف آدمی قرآن وسنت سے اتنی آگاہی رکھتا ہو کہ فقہ کے اصولی اور اجماعی مسائل اور ان کے تفصیلی دلائل کا علم اسے بآسانی حاصل ہو سکے۔ دوسری طرف بعض اجتہادی مسائل پر کامل دسترس رکھتا ہو، ان کے تمام گوشوں پر اس کی نگاہ ہو، ایک قول کو دوسرے

قول پر ترجیح دے سکتا ہو۔ لوگوں کے طریقۂ تخریج پر نقد اور کھرے کھوٹے کی تمیز کر سکتا ہو، خواہ اس کے اندر وسعت نظر اور تبحر کے وہ شرائط اور لوازم نہ پائے جائیں جو ایک مجتہد مطلق کے لیے ضروری ہوا کرتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر اس کے لیے جائز ہے کہ مختلف رایوں کو تنقید کی نگاہ سے دیکھے، اور وہ مختلف مذہبوں کے دلائل سے واقف ہو کر کچھ باتیں ایک مذہب کی اور کچھ دوسرے مذہب کی سے لے (یعنی تلفیق کرے)، اور بعض ایسی تخریجات کو ترک کر دے جو اگرچہ متقدمین کے نزدیک قابلِ قبول رہی ہوں لیکن وہ اپنی تنقید اور تحقیق کی روشنی میں انہیں غلط پائے۔ اس وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ جن علماء کو مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ نہ تھا، وہ بھی فقہی تصانیف میں خود مسائل کی تخریج کرتے ہیں اور اکابر سلف کی آراء میں موازنہ کر کے ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب اجتہاد اور تخریج دونوں قابلِ تجزیہ و تقسیم ہیں اور کسی جزئی مسئلہ میں اجتہاد کرنے کے لیے آدمی کا مجتہد مطلق ہونا شرط لازم نہیں ہے تو جزئی مسائل کی تحقیق میں اس طریقہ کا اختیار کرنا لوگوں کی نگاہ میں کیوں مستبعد اور ناقابلِ قبول دکھائی دیتا ہے؟ تحقیق کا مقصود تو محض ظنِ غالب کے حصول تک ہے اور اسی پر تکلیف کا دار مدار ہے۔

رہ گئے وہ لوگ جو اتنی گہری نظر نہیں رکھتے اور جنہیں اللہ نے اتنی فہم و بصیرت عطا نہیں کی ہے کہ قرآن و سنت پر غور کر کے بطور خود مسائل کی چھان بین کر سکیں، انہیں چاہیے کہ اپنی زندگی کے عام معاملات میں مذاہب مروجہ کے اُن طریقوں اور فیصلوں کو اپنا مذہب سمجھیں جنہیں انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے سلسلے سے اخذ کیا ہے۔ لیکن جو واقعات معمول نہ ہوں بلکہ اہم اور نادر الوجود ہوں ان میں اپنے کسی قریب کے مفتی کا اتباع کریں اور قضایا میں قاضی کے حکم کی تعمیل کریں۔ بس یہی ان کے لیے سب سے محفوظ راہ ہے۔

اسی خیال پر ہم نے ہر مذہب کے قدیم اور جدید علماء محققین کو پایا ہے اور تمام ائمہ مذاہب نے اپنے پیروؤں کو اسی کی وصیت بھی کی ہے۔ الیواقیت والجواہر میں ہے:

"ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری دلیل سے واقف نہ ہو اسے میرے قول پر فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں۔ خود امام موصوف جب کوئی فتویٰ دیا کرتے تو

کہتے یہ نعمان ابن ثابت کی (یعنی میری) رائے ہے جسے ہم نے اپنے علم و فہم میں بہتر سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی اس سے بہتر اور احسن رائے پیش کرے تو پھر ہماری رائے کے مقابلہ میں اس کی رائے صائب اور حق سے زیادہ قریب ہوگی۔"

"امام مالک رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ہر شخص کے اقوال دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ لینے کے قابل اور کچھ رد کر دینے کے قابل۔ صرف ایک ذات اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے اور وہ رسول اللہ کی ذات معصوم ہے۔"

"حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے جب کوئی حدیث پایۂ صحت کو پہنچ جائے تو اسی کو میرا مذہب سمجھو۔ ایک دوسری روایت میں امام صاحب کا یہ قول منقول ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ میرا قول حدیث نبوی کی مخالفت کر رہا ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا قول دیوار پہ دے مارو۔ ایک روز امام مزنی سے آپ نے فرمایا کہ ابراہیم میری ہر بات کی کورانہ تقلید نہ کرو بلکہ بذاتِ خود اس میں غور کر لیا کرو کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔"

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو کوئی وقعت حاصل نہیں۔ تم نہ میری تقلید کرو اور نہ کسی اور امام کی۔ جس طرح انہوں نے کتاب و سنت سے احکام دین کی معرفت حاصل کی تم بھی حاصل کرو۔ کسی شخص کو فتویٰ دینے کا استحقاق نہیں تا وقتیکہ وہ تمام ائمہ کے مذاہب اور اقوال سے پوری طرح واقف نہ ہو۔ اگر اس سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا گیا جس کے متعلق اسے معلوم ہے کہ اس میں وہ تمام ائمہ جن کی عموماً پیروی کی جاتی ہے، متفق ہیں تو وہ یوں کہہ سکتا ہے کہ یہ جائز ہے اور وہ ناجائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اس کا اپنا قول اور فتویٰ نہ ہوگا بلکہ ائمہ مجتہدین کے قول کی ترجمانی ہوگی۔ لیکن اگر مسئلہ ایسا ہے جس میں علماء کی رائیں مختلف ہیں تو وہ اس کے جواب میں یہ تو کہہ سکتا ہے کہ فلاں امام کے نزدیک یہ جائز ہے اور فلاں کے نزدیک ناجائز، مگر اسے یہ حق نہیں ہے کہ بقیہ اقوال کو چھوڑ کر کسی ایک رائے کو اختیار کر کے فتویٰ دیدے، الا آنکہ اس رائے اور مذہب کے دلائل سے بخوبی باخبر ہو۔

"امام ابو یوسفؒ اور زفرؒ وغیرہ علماء سے منقول ہے کہ جب تک کوئی شخص یہ معلوم کر لے کہ ہم نے یہ رائے کہاں سے اخذ کی ہے اس وقت تک وہ ہمارے اقوال پر فتویٰ دینے کا

مجاز نہیں۔،،

،،عصام ابن یوسفؒ سے جب کہا گیا کہ آپ امام ابو حنیفہؒ کی رایوں سے اکثر اختلاف کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ کھلی ہوئی ہے۔ انہیں جو فہم اور دقت نظر حاصل تھی ہمیں حاصل نہیں، وہ ڈوب کر جن گہرائیوں سے حقائق نکال لاتے ہیں وہاں تک ہماری فکر و نگاہ کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہمارے لیے جائز نہیں کہ بغیر سمجھے بوجھے ان کے اقوال پر فتویٰ دیں۔

،،ابو بکر الاسکاف البلخی سے پوچھا گیا کیا ایسے شخص کے لیے جو اپنے شہر کا سب سے بڑا عالم ہو، جائز ہے کہ فتویٰ دینے سے رکا رہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ عالم درجۂ اجتہاد رکھتا ہو تو جائز نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ درجۂ اجتہاد کب حاصل ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ جب ایک شخص مسائل کے تمام پہلوؤں پر نگاہ رکھتا ہو اور معترضین کو معقول اور تسلی بخش دلیلوں سے خاموش کر سکے تو وہ مجتہد ہے۔،،

ابن الصلاح کا قول ہے کہ ،،اگر کوئی شافعی ایسی حدیث پائے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو اسے اپنے علم اور تفقہ کا جائزہ لینا چاہیے۔ اگر وہ اپنے اندر اجتہاد مطلق کی یا خاص اس ایک مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی پوری استعداد پائے تو اس کے لیے درست ہے کہ غور و فکر کے بعد اس حدیث پر عمل کرے اور تقلید کا خیال ترک کر دے۔ لیکن اگر وہ اپنے کو اس مقام سے فروتر محسوس کر رہا ہے اور اجتہاد کی طاقت سے بے بہرہ ہے مگر غور و فکر کرنے کے بعد کوئی معقول دلیل نہ پانے کی وجہ سے حدیث کی مخالفت بھی اس پر شاق گزر رہی ہے تو بھی حدیث ہی کا اتباع کرنا چاہیے بشرطیکہ امام شافعی کے بجائے کسی اور امام نے اس پر عمل کیا ہو کیونکہ اس صورت میں اس دوسرے امام کا اتباع امام شافعی کے اتباع کا قائم مقام ہو جائے گا۔،، یہ ابن الصلاح کی رائے ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسی کو مستحسن اور صحیح قرار دیا ہے۔

چوتھا مسئلہ جسے ہماری جاہلانہ اور متعصبانہ ذہنیتوں نے اختلاف اور شقاق کی رزمگاہ بنا لیا ہے وہ فقہاء کا باہمی اختلاف ہے۔ حالانکہ ان اختلافات میں سے اکثر اختلافات میں صحابہؓ بھی مختلف تھے اور دونوں طرح کی رائیں ان سے منقول ہیں۔ مثلاً تشریق اور

عیدین کی تکبیروں کا اختلاف۔ نکاح محرم (حج کے لیے احرام باندھ لینے والے) کے جواز کا اختلاف ابن عباسؓ کے تشہد اور ابن مسعودؓ کے تشہد کا اختلاف بسم اللہ اور آمین کو آہستہ یا بلند آواز سے کہنے کا اختلاف وغیرہ، فی نفسہ آپس میں نہ کوئی اساسی تباین رکھتے ہیں اور نہ ان کی اصل مشروعیت میں ائمہ سلف کا کوئی اختلاف ہے۔ بلکہ اختلاف جو کچھ ہے وہ محض ایک . . . کو دوسرے پر ترجیح دینے میں ہے۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ تمام مذاہب کتاب وسنت سے مستنبط ہیں۔ لیکن چونکہ ہر شخص کی نظر تحقیق اور قوت اجتہاد جداگانہ ہوا کرتی ہے اس وجہ سے جو مذہب دوسرے کے نزدیک مرجوح تھا اس کے نزدیک راجح اور اولیٰ ثابت ہوا اور اس نے اسے اختیار کر لیا۔ مثال کے طور پر قرأت کو لو اور دیکھو کہ قرأ ایک ہی لفظ اور آیت کی قرأت میں کس قدر مختلف ہیں۔ یہی حال علمائے فقہ کے اختلاف کا ہے چنانچہ وہ اکثر اپنے اختلاف کی تعلیل بھی یہی کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ رائے بھی تھی اور وہ بھی یعنی وہ بھی آپس میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ سب کے سب ہدایت کی روشن شاہراہ پر تھے۔ کون ہے جو ان کے کسی فرد پر کجروی اور سنت نبوی کی مخالفت کا الزام عائد کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق مسائل اجتہادیہ میں تمام ارباب افتاء کے فتووں کو جائز سمجھتے اور قضاۃ کے فیصلوں کو تسلیم کرتے آتے ہیں اور بسا اوقات اپنے مذہب کے خلاف بھی عمل کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ تم اس قسم کے اختلافی مسائل کے بارہ میں تمام ائمہ مذاہب کو دیکھو گے کہ وہ مسئلہ کو پھیلا کر بیان کرنے اور تمام اختلافی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ "یہ میرے خیال میں احوط طریقہ ہے۔" "یہ رائے مختار ہے۔" "یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔" اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ "ہم تک صرف یہی حکم پہنچا ہے۔" اس کے شواہد المبسوط، آثار محمدؒ اور اقوال شافعیؒ میں بے شمار موجود ہیں۔ یہ وہ مبارک دور تھا جب دین کا چشمۂ صافی شقاق ونزاع کے مہلک جراثیم سے قریب قریب پاک تھا اور اجتہادی اختلافات جامۂ ملت کے لیے مقراض کا کام نہیں دے رہے تھے۔ لیکن اس کے بعد تعصب کا طوفانی سیلاب آیا۔ نگاہوں کی وسعت کم ہونے لگی۔ لوگوں نے بقیہ اختلافی پہلوؤں سے صرف نظر کر کے صرف ایک پہلو کو لے لیا۔

ذمّہ دار کون

آج ہماری جو حالت زار ہے اس کی ذمّہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس رسوائی کے لیے کسی گروہ کو کم ذمّہ دار گردانا جائے اور کسی کو زیادہ، لیکن اس وقت جس جہالت، بے راہروی، کفر، کمزوری اور ذلّت میں ہم مبتلا ہیں اور احتیاج اور ظلم جس طرح ہم پر مسلط ہو چکے ہیں اس کی جوابدہی سے کوئی بھی مستثنٰی نہیں۔

عوام کی ذمّہ داری

اسلام کی موجودہ کس مپرسی کا دور مسلمان عوام کی جہالت کا لایا ہوا ہے۔ عرصۂ دراز سے یہ طبقہ اسلام کی تعلیمات سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے اور آج حالت یہ ہو چکی ہے کہ انہیں یہ احساس ہی نہیں رہ گیا کہ اسلام کا دامن ان کے ہاتھ سے پوری طرح چھوٹ چلا ہے۔ گناہ، کفر اور الحاد کے ساتھ ان کی بے تکلفی اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ ان کو بات کو برا بھی نہیں سمجھتے ——— اور یہ بات تو ان کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں ابھرتی کہ اسلام نے فسق و فجور اور کفر و الحاد کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کے موجودہ طرز عمل سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسلام ان چیزوں سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔

حالانکہ اسلام نے مسلمانوں پر یہ بات لازم قرار دی ہے کہ وہ خود اسلام کو سیکھیں سمجھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ اللہ نے فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (التوبہ: ۱۲۲)

ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصّے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور

Marfat.com

دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے۔

اس حکم کے مطابق ماضی میں اکثر ایسا ہوا کہ کچھ لوگ اپنے گھروں سے دین سیکھنے کے لیے نکلے اور پھر واپس جا کر انہوں نے اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کو دین سمجھانے اور خدا کی پکڑ سے ڈرانے کی کوششیں کیں، لیکن اقتدار پرست حکمرانوں نے ان کے خلاف ہمیشہ محاذ آرائی جاری رکھی اور شیطان اور استعماری قوتوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ دوسری طرف عوام نے بھی اکثر و بیشتر علماء کی بجائے حکمرانوں کا ساتھ دیا اور اپنے اس طرز عمل کے ذریعے وہ اسلام کا گلا گھونٹنے اور اس کی خاطر کام کرنے والی جماعتوں کو ختم کرنے والوں کے مددگار بنے رہے آج یہ لوگ اپنی عزت، شرافت اور قوت سب کچھ کھو چکے ہیں۔ استعماری طاقتوں اور اپنے حکمرانوں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ یہ قوتیں آج بھی ان کا خون نچوڑ رہی ہیں، ان کی شرافت کو اپنے پاؤں تلے رُوند رہی ہیں اور ان کی آزادی پر پے در پے وار کیے چلی جا رہی ہیں اور یہ موقع ان کو اس لیے مل رہا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دین کو خیر باد کہہ رکھا ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ لوگ آج بھی دین کی طرف لوٹ آئیں تو ان کی ہر چیز واپس لوٹ سکتی ہے۔ مگر اس وقت دُنیا بھر کی مسلم آبادی تباہ کن غفلت کا شکار ہے۔ اس کی بہت بڑی اکثریت دین، دُنیا اور حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہے۔

حکمرانوں کی ذمہ داری

آج اسلام جس قدر بے یار و مددگار ہے اور مسلمان جس ذلت اور رسوائی میں

مبتلا ہیں۔ اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری مسلمان ممالک کے حکمران طبقے پر عائد ہوتی ہے۔
اس طبقے نے اسلام کو انسانی زندگی سے بہت دور دھکیل دیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی حدود اقتدار میں سراسر اسلام کے خلاف احکامات اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو رواج دے رکھا ہے۔ یہ حکومتیں مسلمانوں کو خدا کی ہدایت سے نکال کر یورپ کی گمراہی میں گرا رہی ہیں۔

مسلمان حکومتیں آج عدالت، سیاست اور انتظام ہر لحاظ سے اسلام کے دائرے سے نکل چکی ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کو انہوں نے اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ آج آزادیٔ فکر، مساوات اور انصاف کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔ اسلام کے واجبات کو انہوں نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ ملتِ مسلمہ میں اتحاد، خیر خواہی اور باہمی تعاون کے جذبات کا خطرناک حد تک فقدان ہے۔ یہ حکومتیں ظلم، وحشت اور بربریت پر دلیر ہو گئی ہیں۔ معاشرے کی عمارت کو فساد، تخریب کاری، گناہ اور نافرمانی، بغاوت اور سرکشی کی بنیادوں پر استوار کر رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ حکمران ٹولے مسلمانوں کے دین سیکھنے، اپنے رب کی پہچان کرنے اور اپنے فرائض کی ادائیگی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن گئے ہیں۔

ان لوگوں نے اسلام کے دشمنوں کو اپنا دوست بنالیا ہے حالانکہ اسلام ایسی دوستیوں کا سختی سے مخالف ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے معاملات میں اپنے ان کافر دوستوں کی آراء سے فیصلے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اطاعت ان کے لیے قطعاً جائز نہیں اس لیے مسلمان حکمران اسلام کی موجودہ حالت کے لیے دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر جوابدہ ہیں۔ ہو سکتا ہے وضعی قوانین انہیں جوابدہی سے مستثنےٰ کر دیں، لیکن اللہ کے ہاں انہیں ہر چھوٹے سے چھوٹے اور ہر بڑے سے بڑے عمل کے لیے جوابدہی کرنی ہوگی

اے سربراہانِ ممالک! اقتدار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اتنی قوت صرف تمہارے پاس ہے کہ تم اسلام کو اس کا پہلا مقام دلا دو۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ جو خلافِ اسلام اقدار تمہیں وراثت میں ملی تھیں تم نے بھی انہی کو اپنا لیا ہے۔ حالانکہ یہی وہ اقدار ہیں جن سے اسلام پر زد پڑتی ہے اور پھر اس کے ماننے والوں کی ترقی پستی میں بدل جایا کرتی ہے۔ اگر تم سوچو تو اسلام کی قوت تمہاری قوت اور اس کی کمزوری تمہاری کمزوری ہے۔ کسی طاقتور خود مختار حکومت کا ایک عام شہری بن کر رہنا تمہارے لیے اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ تم کسی ایسی حکومت کے صدر، وزیر یا اعلیٰ افسر بن کر رہو جس میں احکام جاری کرنے کے اختیارات کسی استعماری طاقت کے ایک ادنیٰ کارکن کے پاس ہوں اور اسے اتنا اقتدار حاصل ہو کہ اس کے ایک اشارے سے تمہارے تخت کانپ اٹھیں اور بڑے بڑے سرداروں کے سر زمین بوس ہو جائیں۔

اے امراءِ ملّت! تم ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور اسلام کا بھلا اسی میں ہے کہ تمہاری قوت یکجا ہو۔ تم ایک دوسرے سے ناراض اور دُور دُور رہتے ہو۔ حالانکہ اسلام تمہارے باہمی تعاون کے لیے بے قرار ہے۔ اس کے اور تمہارے اپنے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ۔ باہم دوست بن کر رہو، نہ یہ کہ تم استعماریوں کے سامنے جھک کر اُن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔

اے معشرِ رؤسا! تم پہلے مسلمان ہو اور کچھ اور بعد میں۔ اس لیے اسلام کو سب سے مقدم رکھو۔ اس کو اپنے لیے فیصل قوت بناؤ۔ اسی پر اپنے اقتدار کی عمارت استوار کرو۔ اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں اپنی اپنی ذات کو چکنے پہاڑ کی صورت میں کھڑا نہ کر دو۔ یاد رکھو تمہاری یہ شخصیتیں فنا ہو جانے والی ہیں۔ موت کے بعد تمہارا یہ دولت اور یہ خاندان تمہارے لیے بالکل بے کار ہوں گے۔ وہاں صرف اللہ کا

، بجاآوری تمہارے کام آسکے گی۔ تم تاریخ کے اندر اسلامی حکومت کو واپس لانے
لوں کی حیثیت سے یاد رہنے کی کوشش کرو۔ بات صرف تمہارے ناقابلِ تسخیر عزم
، ہے۔ اگر تم اپنے آپ پر قابو پالو تو ہر چیز کو پا سکتے ہو۔ لیکن اگر تم نے مفادات،
ومت اور اقتدار کے حسین سرابوں کے سامنے سر ڈال دی تو تمام مسلمان بارہ بارہ
رکر ذلت اور رسوائی کے گڑھوں میں جا گریں گے اور استعماری قوتیں تمہیں بے وقعت
دیں گی۔

"اے سردارانِ ملت! حکومت اور عہدوں کا لالچ نہ کرو۔ خطابات اور تاج کے
تھ چمٹ نہ جاؤ، کیونکہ یہی وہ مرض ہے جس نے مسلمانوں کی روحِ ایمان کو مضمحل کر
ہے اور انہیں بچاڑ کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بانٹ دیا ہے۔ اب نہ وہ اپنے
ن سے دفاع کر سکتے ہیں نہ اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ
ج اپنی کثیر تعداد، وسیع علاقوں، بے اندازہ خام مال، لاتعداد کام کرنے والے ہاتھوں
ر سیادت و عزت کے تمام سامان موجود ہونے کے باوجود مسلمان دنیا کی ذلیل ترین
بن کر رہ گئے ہیں۔

آج تک اگر تم پر مفادات، عہدے اور خطابات غالب رہے ہیں اور ان کے
ول کی دوڑ میں تم ملت کے مفاد سے غافل رہتے ہو تو آج ہی یہ کوشش کر لو کہ
رے اجتماع کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تاکہ تمہارے ملک ایک متحدہ قوت بن
دنیا کے نقشے پر ابھریں اور اس اتحاد کی بدولت تمام مسلمان ایک قوم اور ایک
ت بن جائیں۔

اے اصحاب جاہ و حشم! اللہ تم سے پوچھے گا کہ اسلام تمہاری مملکتوں میں اجنبی
کر کیوں رہ گیا تھا اور حکومت کے کام کاج سے اسے کیوں معطل کر دیا گیا تھا۔

وہ تم سے جواب طلبی کرے گا کہ تم نے مسلمانوں کو انتشار، کمزوری اور بے وقعتی کی مثال کیوں بنا چھوڑا تھا۔

یاد رکھو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

انکم ستحرصون علی الامارۃ۔ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ نعم المرضعۃ وبئست الفاطمہ۔

تم اقتدار کے پیچھے بھاگو گے تو قیامت کے دن شرمساری کے سوا تمہارے حصے میں کچھ نہ آئے گا۔ یہ دودھ پلاتے ہوئے بہت اچھا اور دودھ چھڑانے میں انتہائی برا جانور ہے۔

خبردار رہو کہ اقتدار ایک امانت ہے۔ قیامت کے دن اس کی گرفت سے وہی بچ سکے گا جس نے اس کے حقوق ادا کیے ہوں گے اور فرائض بجا لائے ہوں گے۔ اس لیے یہ امانت ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے حقوق ادا کریں اور فرائض بجا لائیں۔ ورنہ اللہ کے سامنے جوابدہی تمہیں ہی کرنی پڑے گی۔ ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی تھی کہ مجھے گورنر بنا دیجئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: ابوذر یہ ذبڑی بھاری، امانت ہے اور تم بہت کمزور ہو۔

علماء کی ذمہ داری

مسلمانوں اور اسلام کی موجودہ حالت کی ذمہ داری علماء کے کندھوں پر بھی پڑتی ہے۔ بلکہ وہ اپنی پشتوں پر عوام کی اسلام سے بے خبری اور استعماری قوتوں کی سازشوں کی کامیابی کا بوجھ بھی لادے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ استعمار کے ہتھکنڈوں سے اغماض برت رہے ہیں۔ مسلمان حکومتوں کے

بارے میں بھی ان کی روش یہی ہے۔ عوام کو اسلام سے بے خبر بھی انہوں نے ہی چھوڑ رکھا ہے۔ اس طرح یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ یہ گروہ عوام کو نہیں بتاتا کہ استعماری طاقتوں اور اُن کے ساتھ تعاون کرنے والی مسلمان حکومتوں کے بارے میں اسلام کی ہدایات کیا ہیں۔ چنانچہ عوام نے استعمار کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی ہے اور استعمار کی ایجنٹ حکومتوں کے اطاعت گزار بن گئے ہیں۔ کیونکہ اُن کا یہ اعتقاد ہے کہ علماء کسی ایسی چیز پر ہی سکوت فرماتے ہیں جو اسلام کے مطابق ہو اور اللہ کو پسند۔

مگر علماء ہیں کہ صدیوں سے آنکھیں موندے، ہونٹوں پر مہریں لگائے اور کانوں میں اُنگلیاں ٹھونسے حالات سے بے خبر سوئے پڑے ہیں۔ ان کو سوتا دیکھ کر مسلمان عوام نے بھی لمبی تان لی ہے اور یہ یقین کیے ہوئے ہیں کہ اسلام پوری طرح محفوظ ہے کیونکہ اگر اسلام خطرے میں ہوتا تو علماء یوں گھوڑے بیچ کر نہ سو رہتے۔

اب حال یہ ہے کہ خلاف اسلام باتیں علی الاعلان کہی جا رہی ہیں غلط احکامات کھلم کھلا نافذ کیے جا رہے ہیں۔ اسلام کے خاتمے کے لیے متواتر کوششیں ہو رہی ہیں مگر ان حضرات کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

حکّام عوام پر مظالم توڑ رہے ہیں۔ حرام کو حلال بتا رہے ہیں۔ خون بہا رہے ہیں، عزتیں لوٹ رہے ہیں۔ اللہ کی قائم کردہ حدوں کو توڑ رہے ہیں اور زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ لیکن ان تمام کج کلاہیوں کے خلاف علماء کی صفوں میں کوئی ہلچل پیدا نہیں ہوتی۔ گویا وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی طرف سے اُن پر اس سلسلہ کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ حکّام کو نصیحت کرنا اور انہیں راہ راست پر لوٹانا ان کا کام نہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کسی ایسی چیز کے نام ہیں جس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

ماضی قریب میں دُشمن مسلمانوں کے علاقوں پر قابض ہوتا رہا۔ مگر علماء کے اندر غضب کی کوئی لہر نہ دوڑی۔ اُنہوں نے عوام کو قرآن و سنّت کے وہ احکامات سنانے کی کوئی کوشش نہ کی جن میں ان قابض ہونے والوں اور دیگر دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ یہ بات ان علماء کے فرائض میں شامل تھی کہ وہ ان گھس بیٹھیوں کا بائیکاٹ کرتے۔ لیکن واحسرتا! کہ بائیکاٹ کی بجائے اُنہوں نے ان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائیں۔

مسلمانوں کے ممالک میں انسانوں کے وضع کردہ قوانین نافذ کیے گئے۔ جس سے اسلام جزوِ معطّل بن کر رہ گیا۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے لیا گیا — مگر علماء "زمین جُنبد نہ جُنبد گُل محمد" کی تصویر بنے رہے۔ آج بھی وہ اسلام کے نام پر دُنیا سمیٹ رہے ہیں۔ مگر وہ اس کی خاطر کسی گیلی زمین پر پاؤں رکھنے کے لیے تیار نہیں۔

آوارگی اور گناہ بڑھ گئے ہیں، شراب خانے عام ہوگئے ہیں۔ رقص گاہوں نے رواج پالیا ہے۔ مسلمان حکومتوں نے مسلمان عورتوں کو قحبہ گری کی اجازت دے دی ہے۔ لوگ خلافِ اسلام کام کھلم کھلا کرنے لگے ہیں اور علماء ان تمام بے حیائیوں پر ایک خاص "ادا" سے "ہُوں" کہہ کر اپنے حجروں میں جا بیٹھے ہیں گویا سبکدوش ہوگئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کسی حکومت نے ملک میں اضطراب کی لہر محسوس کی، وہ علماء کے پاس دوڑی۔ اور انہوں نے یہ سوچے بغیر کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو اسلام کے احکامات پر ترجیح دے رکھی ہے جو شراب اور زنا کو جائز کہتے اور کفر اور گناہ کے مددگار بنتے ہیں۔ عوام کو ان کی اطاعت پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ اور اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ملک میں فسق و فجور عام ہوگیا ہے۔ فساد بڑھ گیا ہے۔ اصلاح مشکل سے مشکل تر ہوتی جارہی ہے اور ناواقف اور اَن پڑھ مسلمان گناہ اور نافرمانی

کو ہی ثواب جاننے لگے ہیں۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں، مگر ان کے اس طرز عمل کا اس وراثت کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری علماء پر ڈالی ہے اب اگر علماء ہی اس کی انجام دہی سے کنارہ کش ہو جائیں تو کوئی دُوسرا بھلا اس کا بوجھ اپنے کاندھوں پر کیونکر لے گا۔

مجھے تسلیم ہے کہ مصر میں ایک وقت ایسا آیا تھا جب علماء اپنے اجتماعات میں ملکی حالات و مسائل کو زیر بحث لانے لگے تھے اور عوام کے اندر پریشانی کی لہریں اور کچھ کرگزرنے کے جذبات اُبھر آئے تھے لیکن میں یہ بات قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ اسلام کی خاطر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پیچھے اپنی شخصیتوں کو نمایاں کرنے کی خواہش تڑپ رہی تھی اور سامنے عہدوں کی چکا چوند اپنا جادو جگا رہی تھی۔ اخباری بیانات، عوامی اجتماعات اور دھواں دھار تقریریں اور ان کا آیات اور احادیث سے مزین کرنا سب اسی غرض سے تھا۔ ان کے ہاں اس وقت اسلام کی نسبت اپنی ذاتیں زیادہ اہم تھیں۔ اسلام کی عزت کی نسبت انہیں اپنی عزت کا زیادہ پاس تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ دُکھ کی بات یہ ہے کہ ان اجتماعات میں اگر کوئی اسلام کا نام لیتا تھا تو اسے خاموش کرا دیا جاتا تھا۔

اے علماء اسلام! اللہ سے ڈریے۔ اس کے بندوں میں آپ بے وقعت اسی لیے ہو گئے ہیں کہ آپ نے ان کے رب کے دین کی بے وقعتی کی ہے۔ یہ بات پوری طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ آپ کی عزت، اسلام کی عزت کے ساتھ اور آپ کی قوت، اسلام کی قوت کے ساتھ ہے۔ اس لیے اگر آپ عزت اور قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو صرف اور صرف اسلام کے لیے کام کیجیے۔

اسلام نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ آپ اللہ کے احکامات کو بیان نہ کریں۔ اور اپنی زبانوں پر مہریں لگا کر اللہ کے دشمنوں کو محرمات پر دست اندازی کرنے کی کھلی چھٹی دے دیں۔ اسلام نے کہیں یہ نہیں کہا کہ حکومتیں تو اسلام سے روگردانی میں مصروف ہوں اور آپ دین کے احکامات طلبہ کو پڑھانے میں مگن رہیں۔

اسلام میں کہیں یہ درج نہیں کہ آپ لوگوں کو صرف اخلاق اور عبادات کی تعلیم دیں اور انہیں حکومت، قانون، عدالت، معاشرت اور اقتصاد کے مسائل سے بے خبر چھوڑ دیں۔ اپنا فرض منصبی ہونے کے باوجود آخر یہ باتیں آپ لوگوں تک کیوں نہیں پہنچاتے۔ آپ انہیں کیوں نہیں بتاتے کہ اگر ملک پر دشمن قابض ہو جائے تو ان کے لیے کیا حکم ہے۔ آپ ان پر یہ کیوں واضح نہیں کرتے کہ جو لوگ ان قبضہ جمانے والوں کو اپنا دوست بنا لیں، اور ان کے برعکس جو لوگ ملک کو ان ظالموں سے نجات دلانے کے لیے جد و جہد کریں، ان سب کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے کیا ارشادات ہیں۔ آپ عوام الناس کو ایسے حکام کے بارے میں اسلام کی ہدایات سے کیوں روشناس نہیں کراتے جو مسلمانوں پر ان کے مذہب کے خلاف احکامات نافذ کرتے ہیں اور انہیں یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ اُن کے خلاف جہاد کرنا عوام کا فرض ہے۔

آپ ان کو انسان کے خود ساختہ قوانین کے بارے میں اسلام کا فیصلہ کیوں نہیں سناتے۔

آپ لوگوں کو ذخیرہ اندوزی اور لوٹ کھسوٹ سے متعلق اسلام کی تہدید سے کیوں واقف نہیں کراتے اور ان کا جو تعلق ہمارے موجودہ اقتصادی مسائل کے ساتھ ہے، اس کو کیوں واضح طریق پر بیان نہیں کرتے۔

اسلام اور فرقہ پرستی

رانا صابر نظامی

ادارہ تفہیم الاسلام
قذافی مارکیٹ ۔ اردو بازار لاہور